

# مقام شریف



صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمہ اللہ

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ کے فیصل آباد



مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد

# مقامات صحابہ

صاحبزادہ سید افتخار الحسن

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ فیصل آباد

626047  
800451

102292

ترجمین و اہتمام

سید حمایت رسول قادری

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	-----	مقامات صحابہ
مؤلف	-----	صاحبزادہ سید افتخار الحسن رحمۃ اللہ علیہ
حسن تصدیق	-----	علامہ قاری محمد دین نعیمی
کتابت	-----	محمد عاشق حسین ہاشمی
صفحات	-----	۳۸۴
اشاعت	-----	ہفتم
تعداد	-----	1100
مطبع	-----	اشتیاق اے مشتاق پرنٹرز لاہور
ناشر	-----	مکتبہ نوریہ رضویہ فیصل آباد
قیمت	-----	135 روپے

ملنے کا پتہ

نوریہ رضویہ پبلی کیشنز

11 گنج بخش روڈ، لاہور فون: 7313885

مکتبہ نوریہ رضویہ

گلبرگ اے، فیصل آباد فون: 626046

## عنوانات

۱۷	قرآن پاک میں شان صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۸۱	فضائل اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم - احادیث نبویؐ میں
۹۹	فضائل صدیق و فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما
۱۲۴	قرآن پاک اور صدیق معظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۱۴۸	شان صدیق اکبر رضی اللہ عنہ - احادیث نبویؐ میں
۱۸۳	آپ کے صدیق ہونے کے ثبوت اور وجہ تسمیہ
۲۰۴	امامت اول سیدنا صدیق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۳۵	حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۶۵	قرآن پاک اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۲۸۱	احادیث نبویؐ اور فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۰۵	سیرت و کردار
۳۱۲	سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۱۵	احادیث نبویؐ میں شان عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۲۹	شہادت عثمان ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ
۳۴۰	مدح اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم بزبان علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ
۳۵۴	قرآن اور علی رضی اللہ عنہ
۳۵۱	حدیث اور علی رضی اللہ عنہ
۳۶۴	شجاعت اور علی رضی اللہ عنہ
۳۷۴	محکم - فتنہ خوارج اور شہادت علی علیہ السلام
۳۸۷	خاتمہ

## عرض ناشر

نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اما بعد! یہ مسلمہ حقیقت ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کو سابقہ تمام امتوں میں فضیلت و برتری عطا فرمائی ہے۔ قرآن حکیم میں ارشادِ ربّانی ہے۔

كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُجْرَتْ لِلنَّاسِ  
(پ ۲-۳۳)

”تم بہتر امت ہو سب امتوں میں جو لوگوں میں حضور تاجدارِ انبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی غلامی کے طفیل آپ کی امت خیر الامم قرار پائی۔ آپ کا کلمہ پڑھنے والا ہر انسان صاحبِ عظمت ہے، مگر قربانِ جاؤں صحابہ کرام علیہم الرضوان کی شان پر کہ جنہیں کلمہ پڑھنے کے ساتھ ساتھ کلمے ڈالنے کی زیارت کا شرف بھی حاصل ہوا، جنہیں لا الہ الا اللہ کہتے ہوئے اللہ کو دیکھنے والے کی معیت و رفاقت حاصل ہوئی، جنہیں نگاہِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فیضان نے جہاں بھر کے مسلمانوں سے ممتاز کر دیا۔

جنہیں براہِ راست معلمِ کائنات محسنِ انسانیت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ سے تعلیم و تربیت حاصل کرنے کا شرف حاصل ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبِ مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان جانثاروں اور وفاداروں کو تمغہِ رضا عطا فرما کر قرآن میں اعلان کر دیا رضی اللہ عنہم ورضو عنہ۔

حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں ایسا توازا کہ دونوں جہانوں میں

صاحب تاج فرمایا۔

آکر صوابی فانہم خیارکم میرے صحابہ کی عزت کر دو تم میں سے بہترین ہیں۔

اور پھر فرمایا۔ ”اے میرے غلامو! میرا کلمہ پڑھنے والو اگر تم ہدایت کے طلبگار ہو تو

ہدایت کے ستاروں کے قبیح بن جاؤ،“

مزید فرمایا۔

اصحابی کا لجزوم فلایہم اقتدایم ”پہرے تمام صحابہ ستاروں کی مثل ہیں تم جس

فاہتدایم مشکوٰۃ ص ۵۵۲ کی بھی اتباع کرو گے ہدایت پا جاؤ گے۔“

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی جماعت کا ہر فرد ہمارے لئے رہبر و راہنما ہے۔ ان کی ذات اتباع قرآن و سنت کا مظہر ہے۔ ان کی تابعداری راہ جنت ہے۔ ان

کی تکریم سے اللہ اور اس کے رسول مکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رضا و خوشنودی حاصل ہو جاتی ہے، ان کے ذکر خیر سے دل کے چین میں بہار آجاتی ہے۔ ہماری خوشی نجاتی ہے کہ ہمیں

”مقامات صحابہ“ کی طباعت کی توفیق نصیب ہوئی۔ ہم ملک کے نامور ادیب اور خطیب،

افتخار ملت صاحبزادہ محمد افتخار الحسن صاحب مدظلہ العالی کا شکریہ ادا کرتے ہیں کہ انہوں

نے ہمیں اپنی تصنیف ”مقامات صحابہ“ کو شائع کرنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ اللہ تبارک

و تعالیٰ کی بارگاہ اقدس میں دعا ہے کہ بوسیلہ سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہماری اس

سعی جمیل کو شرف قبولیت عطا فرمائے۔ آمین

والسلام

حکیم حافظ عبدالحفیظ احمد قادری

# انتساب

رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے

ستاروں کی روشنی سے اپنے

دلوں کو نورِ ایمان سے متور

کرنے والوں کے نام؟

سید افتخار الحسن



ہے مُتکِرِ جہدے، دل دے اندر نہیں عشقِ صدیقِ ولیؐ

اوہ بھی جانِ ایمان توں خالی چہڑا دشمنِ شہرِ جبریؐ

جنتِ کدی نہ جاسی جس نوں نہیں پیارِ عثمانِ غنیؓ

اعظمِ اوہ بھی وڈا کافر، چہڑا نہیں حُبِ دارِ علیؑ



## پیش لفظ !

ہم جب کسی کی زبان سے صحابہ کرام کا لفظ سننے ہیں یا خود بولتے ہیں تو فوراً ہی ہمارے سامنے شہرِ محبوب کی مسجدِ نبوی کا وہ حسین منظر آ جاتا ہے جہاں ہم اس ماہِ تہابِ رسالت کے گردا گرد چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند حضرت صدیقِ اکبرؓ - حضرت عمر فاروقؓ - حضرت عثمان غنیؓ اور اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے علاوہ اور بھی لاکھوں شمعِ نبوت کے پروانوں کو حلقہ باندھے ہوئے دوزاؤں بیٹھا ہوا دیکھتے ہیں۔ اور ہمارا ذہن فوراً اس عہدِ نبوت کی طرف لوٹ جاتا ہے جس مفدِ عہد میں حضرت صدیقِ اکبرؓ کی ہدایت و صداقت کی شمع روشن ہوئی ! حضرت عمر فاروقؓ کی جلالت و عارالت کا ڈنکا بجا ! حضرت عثمان غنیؓ کی ریاضت و عبادت کا چشمہ چھوٹا اور حضرت علی المرتضیٰ کی سخاوت و شجاعت کا سورج طلوع ہوا۔ اور ہماری آنکھوں کے سامنے دربارِ حبیب کے ان دلکش و ایمان افروز نظاروں کی تصویر آ جاتی ہے جس میں ہم اسلام کی عظمتِ عظیم کی سر بلندی ! شریعتِ مصطفیٰ علیہ السلام کی توقیر و سنتِ رسول کی آبرو پر اپنی جانیں قربان کرنے والوں میں باہمی اتحاد و یگانگت، محبت و پیارا اور سلوک و اتفاق کے غیرسانی نقوش اُبھرتے ہوئے دیکھ کر اپنے لئے دین و ایمان اور حق و ہدایت کی راہ تلاش کرتے ہیں ! اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے ان

چار یاروں کے علاوہ ہمارے تصورات کی دنیا میں حضرت بلال رضی اللہ عنہ کی وہ زندہ حقیقت بھی سامنے آجاتی ہے جس میں ہم اس شمعِ حسنِ محمدیؐ کے پروانے کو تپتی ہوئی ریت پر لیٹ کر اور سینے پر گرم گرم پتھر رکھ کر اور جلاؤ کے کوڑھے کھا کر عشقِ رسول کا امتحان دیتا دیکھتے ہیں اور پھر کامیاب ہونے کے بعد مسجدِ نبویؐ میں اس خطبہِ ارضی پر اس کی پہلی اذان کی آواز فرش و عرش اور کون و مکان کی گھنساؤں میں گونجتی سنتے ہیں!

یہی وہ مقدس لوگ تھے جنہوں نے کسی دنیاوی طمع و لالچ یا دولت اکٹھی کرنے کے ارادے یا کسی نفسانی خواہشات کی بنا پر نہیں بلکہ محض خدا و رسول کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنی بخشش و نجات کے لئے سب سے پہلے اللہ و رسول اور توحید و رسالت پر ایمان لائے اور پھر اپنی ساری زندگیاں اپنے آقا و مولا سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت و صحبت میں گزار دیں۔ اور اپنے آباؤ اجداد کے دین کو چھوڑ کر اور اپنے خویش و اقارب سے جدا ہو کر دامنِ مصطفیٰ علیہ السلام کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ کفار مکہ کے ظلم و ستم اور مشرکین عرب کے جبر و تشدد بھی ان کے ہاتھوں سے اس دامنِ رحمت کو نہ چھڑا سکے! جب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہمارے سامنے ہے کہ صحابہ کرام نے کسی طمع و لالچ یا خواہشاتِ نفسانی کی تکمیل کی خاطر نہیں بلکہ محض لوجہ اللہ اور بخشش و نجات کے لئے دینِ اسلام کو قبول کیا تو پھر اس حقیقت کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ ایک شخص اگر کسی دنیاوی لالچ یا دولت اکٹھی کرنے کے ارادے سے کسی کو مانتا ہے اور اس کی شان میں قصیدے پڑھتا ہے تو کسی دوسرے انسان سے زیادہ رقم اور دولت

طنے پر یہ لایچی انسان پہلے شخص کو چھوڑ دے گا مگر جو محض خلوص و ایثار۔  
محبت و پیارا اور رسول کی خوشنودی حاصل کرنے اور اپنی بخشش و نجات  
کی خاطر کسی کے دامن کو پکڑتا ہے اور اس سے پیار کرتا ہے تو اس مخلص  
انسان کا اس شخص کو چھوڑ دینا غیر ممکن اور محال ہے۔

اور چونکہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی کسی طمع و لالچ اور خواہشات  
نفسانی کی تکمیل کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ و رسول کی خوشنودی اور اپنی نجات  
و بخشش کی خاطر ایمان لائے تھے اس لئے بعد میں ان کا اپنے دین سے پھر  
جانا بھی محال ہے۔

ایک انسان کو راہِ راست سے ہٹانے! اس کے پائے استقلال  
میں لغزش پیدا کرنے اور اس کے دین و ایمان کو برباد کرنے کے لئے  
خوف و ہراس۔ بھوک و پیاس! قتل اولاد اور اپنی جان جانے کے خطرے  
کے ساتھ ساتھ مال و دولت کا لالچ اور جاگیر و عہدہ کا فریب اس دنیا  
میں انتہائی مصیبتیں ہو سکتی ہیں۔ لیکن کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ اسلام  
کے ابتدائی دور میں اسلام لانے والوں اور مصطفیٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھنے  
والوں پر کفار مکہ اور مشرکین عرب نے ہر قسم کا ظلم و ستم کیا، ان کی راہ میں  
کانٹے بچھائے! ان پر پتھروں کی بارش کی! ان کے سامنے ان کے بچوں کو  
قتل کیا۔ ان کا وطن مالوف چھڑایا! میدانِ اُحد میں پرے جمائے اور  
بدروحنین میں ان کو مٹانے کے لئے لشکر لے کر آئے اور یہ تمام چیزیں  
ایک ایک کر کے ان کے سامنے آتی رہیں۔ مگر ان کے پائے استقلال میں ذرہ  
بھری لغزش نہ آسکی اور نہ ہی راہِ راست سے ان کے قدم ڈگمگائے اور  
نہ ہی انہوں نے دین و ایمان کی رستی کو توڑا اور نہ ہی دامنِ مصطفیٰ کو چھوڑا!

بلال حبشی بنتی ہوئی ریت پر جلاد کے کوڑے کھانے کے بعد بھی کہتے  
ہیں کہ خدا ایک ہے اور محمد سچا نبی ہے۔ اور  
محمد پہ دل میں فدا کر چکا ہوں  
جو فرضِ خدا کا ادا کر چکا ہوں  
اور

جفا جو عشق میں ہوتی ہے وہ جفا ہی نہیں  
ستم نہ ہو تو محبت کا کچھ مزہ ہی نہیں  
اور حضرت خلیب پھانسی کے تختے پر چڑھ کر اوپر سے گلے میں ڈالنے  
کے بعد بھی ابوسفیان کے ایک سوال کے جواب میں کہتے ہیں  
کہ ظالمو! تم تو میرے بدلے میرے محبوب کو پھانسی پر  
لٹکانا چاہتے ہو مگر میں تو یہ بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ میرے سامنے  
میرے محبوب کے پاؤں میں ایک کانٹا بھی چبھ جائے!  
اور پکارا اٹھتے ہیں کہ

تمہاری دار سے ڈر کر نہیں عظمتِ قرآن نہیں دوں گا  
میں اپنی جان دے دوں گا مگر ایساں نہیں دوں گا  
اور حضرت عمار بن یاسر کے سامنے ان کے دونوں بچوں کو قتل کرنے  
کے بعد جب کفار مکہ ان سے پوچھتے ہیں کہ کیا اب بھی محمد کے گلے کو  
چھوڑے گا یا نہیں؟

تو حضرت عمار جواب دیتے ہیں کہ  
نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بٹھا کی عزت پر  
خدا شاہد ہے کامل میرا ایساں ہو نہیں سکتا

غرضیکہ — یارانِ نبیؐ اور اصحابِ رسولؐ پر کفارِ مکہ نے طرح طرح کے مظالم ڈھائے مگر ان کے قدم پھر بھی حق و صداقت کی راہ سے نہ ڈگمگائے تو پھر ایک انصاف پسند اور غیر متعصب انسان آسانی سے یہ اندازہ لگا سکتا ہے کہ آخر وہ کیا چیز تھی جس کی خاطر انہوں نے اپنی جانوں پر سب کچھ برداشت کیا مگر دین و ایمان کی دولت نہ جانے دی اور دامنِ مصطفیٰ نہ چھوڑا! —

وہ چیز صرف اللہ و رسولؐ کی محبت! دین و ایمان کی الفت۔ مصطفیٰ علیہ السلام سے عشق اور اپنی بخشش و نجات کی امید تھی! اور وہ لوگ جنہوں نے براہِ راست امامِ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم حاصل کی ہو اور مشعلِ نبوت سے اپنے دلوں کو دینِ ایمان کے نور سے منور کیا ہو اور چشمہٴ رسالت سے اپنے دلوں کی کشتِ براء کو حق و ہدایت کے آبِ حیات سے سیراب کیا ہو اور برسوں اس محبوبِ خدا کی رفاقت و صحبت میں رہے ہوں اور فیضِ نبوت سے فیضیاب ہوتے رہے ہوں اور اپنی آنکھوں سے اس سید المرسلین کے معجزات اور جبریلؑ کا آنا اور وحی کا لانا دیکھتے رہے ہوں ایسے پاک لوگوں کے متعلق یہ گمان کرنا اور یہ عقیدہ رکھنا کہ وہ ایمان میں کامل نہیں تھے اور وہ وصالِ مصطفیٰ علیہ السلام کے بعد دین سے پھر گئے تھے کفر نہیں تو اور کیا ہے؟ —

اور یہ عقیدہ رکھنے والے شیعہ حضرات نہ صرف یہ کہ یارانِ نبیؐ اور اصحابِ رسولؐ علیہ السلام کی توہین و گستاخی کرتے ہیں بلکہ دامنِ پیغمبر کو بھی داغدار کرتے ہیں! —

اس لئے کہ اگر کسی اُستاد کے سینکڑوں شاگرد کسی پیر کے ہزاروں مُرید اور کسی نبی کے لاکھوں اُمتی اپنے اُستاد کی موت - پیر کی وفات اور نبی کے وصال کے بعد وہ سینکڑوں شاگرد ہزاروں مُرید اور لاکھوں اُمتی کافر و مرتد اور فاسق و فاجر ہو جائیں تو اس طرح اس اُستاد کا نالائق ہونا اس پیر کا غیر کامل ہونا اور اس نبی کا بے اثر ہونا ثابت ہوگا اور لوگ ایسے اُستاد یا ایسے پیر اور ایسے نبی پر ہزاروں قسم کے اعتراضات کرنے اُن کے مقدس دامن کو داغدار کرتے رہتے ہیں۔  
(نعوذ باللہ من ذالک)

اب سوال یہ ہے کہ ان تمام روشن حقائق کے ہوتے ہوئے بھی اور یہ جانتے ہوئے بھی کہ یارانِ نبی نے سچے دل سے ایمان لانے کے بعد دین و اسلام کی سر بلندی کے لئے بڑی بڑی خدمات سر انجام دی ہیں اور انہوں نے بڑی سے بڑی مصیبت کے وقت بھی اپنے نبی کا ساتھ نہیں چھوڑا پھر یہ شیعہ حضرات اصحابِ کرام کے متعلق یہ عقیدہ کیوں رکھتے ہیں کہ وہ نعوذ باللہ ایمان میں کامل نہیں تھے اور بعد میں دین سے پھر گئے تھے! اور جن یارانِ نبی کے ایمان کی گواہی خدا تعالیٰ بھی قرآنِ پاک میں بار بار دیتا ہے اور امام الانبیا علیہ السلام نے ان کے مکمل ایمان کی ہر بار تصدیق فرمائی۔ ان پر یہ لوگ طعن و تشنیع کیوں کرتے رہتے ہیں؟  
**تو اس کا جواب یہ ہے۔** کہ اگر کوئی سوال کرے کہ خداوند تعالیٰ نے توحید کے مقابلہ میں شرک! اسلام کے مقابلہ میں کفر! حق کے مقابلہ میں باطل! نیکی کے مقابلہ میں بدی! ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت! مسلمانوں کے مقابلہ میں کافر! بہار کے مقابلہ میں خزاں! دن کے مقابلہ

میں رات صبح کے مقابلہ میں شام اور پھولوں کے مقابلہ میں کانٹے کیوں بنائے  
ہیں تو جو جواب اس کا ہوگا وہی جو اب شیعوں کا اصحابہ کرام کی مخالفت  
کرنے اور عداوت رکھنے کا ہے۔

اس کلیہ کے پیش نظر کہ تَعْرِفُ الْأَشْيَاءَ بِأَضْدَادِهَا کہ ہر شے  
اپنی ضد سے پہچانی جاتی ہے اس ابن سبائی ٹولے کا ہونا بھی ضروری تھا!  
اس لئے کہ اگر شرک نہ ہوتا تو توحید کی پہچان مشکل تھی! اگر کفر  
نہ ہوتا تو اسلام کی شان نہ بڑھتی! اگر باطل نہ ہوتا تو حق بلند نہ ہوتا!  
اگر ضلالت نہ ہوتی تو ہدایت کی قدر نہ ہوتی! اگر کافر نہ ہوتے تو مسلمانوں  
کی عظمت کا ڈنکا نہ بجتا! اگر بدی نہ ہوتی تو نیکی کی عزت نہ ہوتی! اگر خزاں  
نہ ہوتی تو بہار کا لطف نہ آتا! اگر رات نہ ہوتی تو دن کی قدر نہ ہوتی! اگر  
شام نہ ہوتی تو صبح بے کیف ہوتی اور اگر کانٹے نہ ہوتے تو پھول گلے کا ہار نہ  
بنتے اور اگر یہ شیعہ نہ ہوتے تو صحابہ کرام کی عظمت کے ستارے نہ چمکتے  
اور یارانِ نبی کی عزت و آبرو کے پھول نہ ملکتے!

تندی بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب

یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اس لئے کہ اگر اصحابہ کرام کے دشمن و گستاخ نہ ہوتے تو آج سستی  
علمائے کرام اصحابہ کی عزت و آبرو کی حفاظت اور یارانِ نبی کی حرمت  
و ناموس کی رکھوالی کے لئے ان کی صفائی کے گواہ بن کر دنیا کے گوشے  
گوشے میں ان کی عظمت کے جھنڈے بلند نہ کرتے! اور پھر اس دنیا میں  
کوئی بزرگ! کوئی امام اور کوئی نبی ایسا نہیں گزرا اور کسی مذہب کا  
مذہبی پیشوا اور کسی قوم کا راہنما ایسا نہیں ہوا جس کے مخالفوں نے

ان کی مخالفت میں اپنے من گھڑت اور بے بنیاد الزامات و اعتراضات کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش نہ کی ہو اور ان مذہبی و قومی راہنماؤں کو ماننے والوں کے سامنے ان پر طعن و تشنیع کر کے ان سے دور بٹانے کی سعی نہ کی ہو۔

یہودیوں کو دیکھو کہ وہ کس دریدہ دہنی سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش پر کیسے کیسے دامِ اہمیت الزام لگاتے ہیں اور ان کے معجزات کو بھرو چادرو سے تعبیر کر کے اور ان کے حواریوں کو مکار، عیار اور جاہل دغا باز کہہ کر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے دامن نبوت کو داغدار کرتے رہتے ہیں۔ عیسائیوں کے تبلیغی مشن پر غور کرو وہ سید المرسلین۔ رحمۃ اللعالمین اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شانِ اقدس میں کیسی کیسی فحش باتیں فسوس کرتے رہتے ہیں! اور آئے دن آپ کی عظمت رسالت کی توراتی چادر پر نعوذ یا اللہ دنیا کا لالچی! بد اخلاق اور ظالم کہہ کر سیاہ دھبے لگاتے رہتے ہیں!

قرآن پاک یہود و نصاریٰ کی نبی کریم علیہ السلام سے مخالفت و عداوت کو اس طرح بیان کرتا ہے۔ وَكَانُوا مِنْ قَبْلُ يَسْتَفْتِحُونَ عَلَى الَّذِينَ كَفَرُوا فَلَمَّا جَاءَهُمْ مَا عَرَفُوا كَفَرُوا بِهِ! کہ یہ لوگ میدانِ جنگ میں اپنے دشمن پر فتح پانے کے لئے میرے محبوب پاک علیہ السلام کو وسیلہ بنا کر دغا کیا کرتے تھے اور میں ان کو اپنے نبی کے وسیلے کا لحاظ کرتے ہوئے فتح عطا کر دیا کرتا تھا مگر جب وہ میرا محبوب علیہ السلام تشریف لے آیا تو اب یہ لوگ اس کو پہنچانتے بھی نہیں ہیں اور اس کا انکار کرتے ہیں۔ اور یہ یہودی کہلی والے علیہ السلام کو اس طرح



ہچانتے ہیں کہ جس طرح اپنے بیٹوں کو - یَعْرِضُونَكَ كَمَا يُعْرِضُونَ أَبْنَاءَهُمْ -  
 اور یہ عیسائی اپنے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان پاک سے امام الانبیا  
 حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ خوشخبری و بشارت سننے کے بعد بھی  
 نکار کرتے ہیں اور عداوت و دشمنی میں ڈٹے ہوئے ہیں! یَاتِي مِنَ بَعْدِي اِسْمُهُ  
 حَمْدٌ - کہ اے میری قوم میرے بعد ایک ہی آئے گا۔ جس کا نام احمد ہوگا۔  
 اور جب سید المرسلین علیہ السلام دونوں جہان کی رحمت بن کر گنہگار و  
 ماضی اور غریبوں اور مسکینوں کا سہارا و آسرا بن کر آگیا تو اب یہ عیسائی اپنے  
 نبی کی دی ہوئی بشارت و خوشخبری کی ہزاروں غلط تاویلیں کر کے اور انجیل مقدس  
 کی ان آیات کو جن میں نبی کریم علیہ السلام کی تشریف آوری کی خبریں ہیں،  
 ہات بٹھلا کر اس رحمت و دو عالم علیہ السلام کی شانِ اقدس میں طرح طرح  
 کی گستاخیاں کرتے رہتے ہیں اور آپ کی ذاتِ انور پر بازاری حملے کر کے اپنے  
 آپ کو جہنم کی آگ کا ایندھن بنا رہے ہیں۔

اسی طرح خارجیوں کے طرزِ عمل کو دیکھو کہ وہ اہل بیت اطہار کے متعلق یہ جانتے  
 ہوئے بھی کہ حضرت خاتونِ جنت فاطمہ الزہراء اور حضرت امام حسن و حسینؑ اور شہر  
 خدا حضرت علی المرتضیٰؑ امام الانبیا علیہ السلام کے جگر کے ٹکڑے ہیں اور یہ حضرات  
 مکرّم کلمی والے محبوب ہیں۔ تو نظر نہیں اور راحتِ جان ہیں اور ان کے حق میں  
 آیت تطہیر نازل ہوئی اور ان کی دشمنی نبی سے دشمنی ہے ان سے بغض رکھنا نبی  
 سے بغض رکھتا ہے اور ان سے عداوت رکھنی نبی سے عداوت رکھنی ہے اور ان  
 کو ناراض کرنا نبی کو ناراض کرنا ہے مگر یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی خارجیوں کا  
 گستاخ گولہ اہل بیت اطہار کو گالیاں دیتا ہے اور ان کی عزت و آبرو پر کبک  
 حملے کرتا رہتا ہے۔

اسی طرح یہ شیعوں کا بے ادب گروہ بھی مجتہد اہل بیت کے پرشے میں یہ جاننے کے باوجود بھی کہ یاران نبی کامل مومن تھے اور انہوں نے آخری وقت تک دین و ایمان کی ہر شکل حفاظت کی اور ہر شکل وقت میں اپنے آقا کا پوری جانثاری سے ساتھ دیا اور اسلام کی عظمت و عبادت کی سر بلندی اور قرآن کی آبرو کے لئے وہ ہر میدان میں سروں پر کفن باندھ کر لڑے! اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کامل ایمان کی گواہی خداوند تعالیٰ قرآن پاک میں بار بار دیتا ہے اور نبی کریم علیہ السلام نے ان کی حق پرستی اور ان کے دین ایمان پر مضبوطی سے قائم رہنے کے انعام میں جنت کی خوشخبری دے دی ہے مگر یہ سب کچھ جانتے اور سمجھنے کے باوجود بھی یہ گستاخ لوگ یاران نبی کریم علیہ السلام پر طعن و تشنیع کر کے اور ان کے دین و ایمان میں نعوذ باللہ شک کر کے اپنے لئے جہنم کی آگ خرید رہے ہیں۔

بھلا وہ یاران نبی جو امن و جنگ میں! سفر و حضر میں رنج و راحت میں اور غار و مزار میں وفادار ساتھیوں! سرفروش غلاموں اور جانثار سپاہیوں کی طرح اپنے آقا و مولا کے ساتھ رہے ہوں اور اب بھی اور قیامت تک جاننا زہرہ داروں کی مانند روغبہ مصطفیٰ علیہ السلام کے دائیں بائیں لیٹے ہوئے ہوں ان کے ایمان میں شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

سید افتخار الحسن



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# قرآن پاک میں شانِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم

پا سورة التوبة - آیت علاء - التَّائِبُونَ الْعَبْدُونَ الْحَمِيدُونَ  
السَّابِقُونَ السَّاجِدُونَ الْأَمْرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَالنَّاهُونَ  
عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحَافِظُونَ لِحُدُودِ اللَّهِ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ ۝

توبہ کرنے والے! بندگی کرنے والے! شکر کرنے والے! دنیا سے بے تعلق  
رہنے والے! رکوع کرنے والے! سجدہ کرنے والے! نیکی کا حکم کرنے والے!  
اور بری باتوں سے روکنے والے! اور اللہ کی حدود کی حفاظت کرنے  
والے! اور آسے میرے محبوب پاک علیہ السلام ایمان والوں کو جنت کی  
خوشخبری دے دو!

اس آیت پاک پر اپنی آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر اور اپنے دل  
دماغ سے بغض و عناد کے غبار کو جھاڑ کر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے  
تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے اس آیت  
میں نہ صرف یہ کہ یارانِ نبی کی شانِ پاک کو بیان کرتے ہوئے اصحاب کرام  
کی صفاتِ حسنہ کی وضاحت فرمائی ہے بلکہ ان کے کامل و منہونے کی تصدیق  
بھی کر دی ہے!

ایک آیت میں یارانِ مصطفیٰ علیہ السلام کی گیارہ صفات کو واضح کرنے  
سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند تعالیٰ کا دل نہیں چاہتا کہ تیس اپنے محبوب کے

وقادار رسالتیوں کی تعریف بتلادی ختم کر دوں!  
اب شیعہ حضرات سے پوچھا جائے کہ کیا یہ آیت قرآن مجید کی ہے یا نہیں  
اگر نہیں تو ثابت کرو!

اور اگر ہے تو پھر بتاؤ کہ یہ آیت پاک صحابہ کرام کی شان میں ہے کہ نہیں؟  
اگر نہیں تو پھر بتاؤ کہ یا ران نبی کریم علیہ السلام کے علاوہ وہ کون لوگ  
تھے جن کی اتنی شان بیان کی گئی ہے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ  
حضرت عثمان غنیؓ حضرت علی المرتضیٰؓ اور دوسرے ہزاروں صحابہ کرام رضی  
اللہ تعالیٰ عنہم کی بجائے خداوند تعالیٰ نے یہ گیارہ صفات اور کن کے بارے  
میں فرمائی ہیں اور ان کے علاوہ تو یہ کرنے والے! بزرگی کرنے والے! شکر کرنے  
والے! رکوع و سجود کرنے والے! اور لوگوں کو نیکی کا حکم کرنے والے اور  
برائیوں سے روکنے والے اور اللہ تعالیٰ کی حدوں کی حفاظت کرنے  
والے اور کون تھے! اور ان کے ماسوا وہ کون مومنین تھے جن کو خداوند  
تعالیٰ جنت کی خوشخبری دے رہا ہے۔

اگر صحابہ کرام کے علاوہ کوئی اور لوگ بھی تھے تو ثابت کرو؟  
اور اگر یہی تھے تو پھر ان کی شان میں گستاخیاں کر کے اور انکو گالیوں  
دے کر اور ان کے ایمان میں شک کر کے اپنے آپ کو جہنم کی آگ کا ایندھن  
بنناؤ!

یا ران رسول اکرم علیہ السلام کی شان و تعریف کسی کے ماننے یا نہ ماننے  
اور کسی کے بیان کرنے یا نہ کرنے کی محتاج نہیں ہے اس لئے کہ جب قرآن مجید  
میں خود خداوند تعالیٰ ہی صحابہ کرام کی مدح و ثنا کرتے نہیں تھکتا تو پھر وہ  
کسبے کے محتاج کیوں رہیں!

اور اگر یہ شیعہ حضرات نعوذ باللہ ان کو مومن و مسلمان نہیں مانتے تو نہ سہی، جن کے کامل مومن و مسلمان ہونے کی خدا نے خود تصدیق کر دی ہے، پھر ان کے ایمان کا انکار کر کے دروناک عذاب کے گہرے گڑھے میں گرتا نہیں تو اور کیا ہے!

اور اگر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ جانتا رہتا تھا کہ مومن نہیں تھے تو پھر خداوند تعالیٰ نے ان کو وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِينَ کہہ کر جنت کی خوشخبری کیوں دی؟ کیا خدا نے نعوذ باللہ جھوٹ بول کر ان کو یونہی مومن فرما دیا ہے؟

نہیں ہرگز نہیں تو پھر ان کے ایمان میں شک کرنے والے یہ نام نہاد شیعانِ علیٰؑ بتائیں کہ کیا غیر مومن کے لئے بھی جنت کی خوشخبری ہے؟ اور کیا کسی غیر مومن میں بھی یہ گیارہ صفاتِ حسنة پائی جاتی ہیں جن کا ذکر پتہ دو جہاں نے اس آیت میں فرمایا ہے؟

جب ان تمام سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو پھر یا راہِ مصطفیٰ علیہ السلام کو مومن و مسلمان ماننے میں تامل کیوں؟

یہ کتنے دکھ کی بات ہے۔ کہ آج سنی علما کرام کو ان اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو مومن و مسلمان ثابت کرنے کی ضرورت پیش آرہی ہے جن کی بدولت اس خطہٴ ارضی پر دین و ایمان کے چشمے بھوٹے اور جن کے صدقے حق و ہدایت کی قندیلیں روشن ہوئیں اور جن کی معرفت دنیا میں اسلام پھیلا اور جن کی تبلیغ حق سے باطل پرستی کے قلعةٴ مسار ہوئے اور!

جو ہاتھوں میں توحید و رسالت کا علم اور حق و اسلام کا جھنڈا

آدر سینوں میں قرآن پاک لے کر مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں سے نکلے اور مسجد نبوی کے پاک مصلیٰ سے اٹھے تو پھر مصر و عراق، روم و شام اور یمن و ایران کی سرحدوں تک اسلام کا ڈنکا بجا دیا۔ اور جنہوں نے کبھی قیصر و کسریٰ کے شاہی محلات پر دین کی عظمت کا پتہ چم لہرایا اور کبھی ایران کے رستموں کو بچھاڑ کر توحید و رسالت کا علم کاٹ دیا اور جن کے جاہ و جلال کو دیکھ کر بڑے بڑے تاجداروں کے دل ہل گئے! قیصر و کسریٰ کے سونے کے محلات میں زلزلہ آگیا! ایران کا آتشکدہ ٹھنڈا ہو گیا اور پھر ان کی طہارت و نقاست! ان کی صداقت و ہدایت! ان کے دین و ایمان! ان کے عشقِ مصطفیٰ اور ان کی شان و عظمت کو دیکھ کر خدا بھی پکارا اٹھا۔

قُلْ جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ!

۲۶ سُوْرَةُ الْفَتْحِ - آیت ۷۸ - لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ إِذْ يُبَايِعُونَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَنْزَلَ السَّكِينَةَ عَلَيْهِمْ وَأَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيبًا

اللہ تعالیٰ راضی ہو گیا ان ایمان والوں سے جب بیعت کی انہوں نے تجھ سے اس درخت کے نیچے پس اللہ نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں تھا پھر اتارا ان پر اپنا اطمینان و سکون اور ایک فتح قریب کا انعام دیا! یہ آیت پاک بھی گستاخانِ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے اپنے عقائدِ بد سے توبہ کر کے اور اپنے دلوں سے بغض و عداوت نکال کر یا ان نبی علیہ السلام سے محبت رکھنے اور ان کی غلامی کا پتہ اپنی گردنوں میں لٹانے کے لئے کافی ہے!

اس لئے کہ اس آیت پاک میں خدا تعالیٰ نے واضح طور پر حضرت ابو بکر

صدیق! حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پاس  
میں نہ صرف یہ کہ ان کے کامل ایمان کی تصدیق فرمادی ہے بلکہ ان کو راضی  
ہونے کا تمغہ بھی عطا کر دیا ہے!

تو جن پر خدا راضی ہو گیا ہے اگر کوئی بد بخت انسان بغض و تعصب کی  
بنا پران یا ران نبی پر ناراض ہے تو سوائے اس کے کہ وہ اپنی عاقبت خراب  
کرے گا ان اصحاب کرام کا کیا بگاڑے گا۔

اس آیت مبارکہ کا شان نزول یہ ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم  
نے حج عمرہ کرنے کا ارادہ فرمایا اور گرد و نواح کے مسلمانوں کو اکٹھا کرنے کے  
لیے پیغامات بھیج دئے کیونکہ نبی کریم علیہ السلام کو اندیشہ تھا کہ ہو سکتا ہے کہ  
کفار مکہ لڑائی کریں اور مکہ مکرمہ میں داخل نہ ہونے دیں!

ایمان والوں کی یہ مقدس جماعت اپنے آقا و مولا علیہ السلام کی قیادت  
میں مکہ معظمہ کے قریش ہنچی تو قریش مکہ نے اجازت نہ دی۔ تب حضور علیہ  
السلام نے حضرت حراش کو قریش کے پاس قاصد بنا کر بھیجا مگر وہ لوگ قاصد  
رسول علیہ السلام کو قتل کرنے کا پروگرام بنانے لگے!  
جناب حراش واپس آگئے۔

پھر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کو بھیجا۔ کفار مکہ نے ان کو بھی قید کر لیا اور ان کے قتل کی خبر مشہور کر دی! تب  
نبی کریم علیہ السلام اپنے جانثار غلاموں کو اکٹھا کیا اور ایک درخت کے  
نیچے بیٹھ کر ان سے قریش مکہ کے ساتھ لڑنے کی بیعت لی!

تمام اصحاب کرامؓ اور یاران نبی صلی اللہ علیہ السلام نے خوشی بیعت  
کی جن میں حضرت ابو بکر صدیق! اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی المرتضیٰ

رضی اللہ تعالیٰ عنہم پیش پیش تھے!

چونکہ اس سفر میں اور اس بیعت سے منافقوں کا نفاق! تخلصوں کا  
اخلاص اور صحابہ کرامؓ کے کامل مومن ہونے کا حال کھل گیا تھا اس لئے  
اس بیعت کا نام **بیعت رضوان** رکھا گیا۔

اور یہ بیعت کرنے والوں کی شانِ اقدس میں خداوند تعالیٰ نے لَقَدْ  
رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ فرمایا۔

قیس بن قیس نے جو منافق تھا بیعت نہیں کی تھی۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۲۳-۲۴۔

آں ساعت کہ دستِ عہدِ بیعت گرفتند بارِ رسولِ علیہ السلام فرمان  
آمد از حق تعالیٰ تا دور ہائے آسمان بکشادند و فرشتگان از در فلک نظارہ  
کردند! و از حق فرمان آمد بر طریقِ مباحات کہ اے مقربانِ افلاک نظر کنید  
بآں گروہ کہ از بہر اعزازِ دینِ اسلام و اعلائے کلمۃ حق بکوشند جان و دل  
فدا و در وقتِ قتال رُسے نشانیہ نیزہ کردہ و سینہ سپر ساختند! و گواہ  
باشید اے مقربان کہ من از ایشان خوشنودم و در قیامت ہر یکے از ایشان  
در امت محمد علیہ السلام چنان شفاعت دہم کہ از من خوشنود کردند!  
و ازین عہد تا آخر دور! ہر مومن کہ آں بیعت لبشود و بدل باہر ایشان  
در قبولِ آں بیعت موافق بود من آں مومن را ہماں خلعت دہم کہ این مومن را  
داوم!

اس وقت کہ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام اپنے  
آقا و مولا کے دستِ اقدس پر قریش مکہ سے لڑنے کی بیعت کر رہے تھے،  
تو خداوند تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا کہ آسمانوں کے دروازے کھول دو،

102292



اور فرشتے اس حسین و دلکش منظر کا نظارہ کریں۔  
 اور خدا تعالیٰ نے فرمایا اے میرے مقرب فرشتوں دیکھو یہ میرے  
 محبوب پاک علیہ السلام کے جانتا رسا تھی اسلام کی عزت و آبرو کی  
 خاطر اور کلمہ حق سنانے کے لئے اپنے جان و دل قربان کر دینے کا عہد  
 کر رہے ہیں اور میدان جنگ میں اپنے چہروں کو تیروں کو نشانہ اور اپنے  
 سینوں کو ڈھال بنانے کی خواہش رکھتے ہیں!

اور اے میرے فرشتو! تم گواہ رہنا کہ میں ان مسلمانوں اور  
 ایمان والوں پر راضی ہوں!

اور قیامت کے دن میں ان پر اپنی رحمت و بخشش کے دروازے  
 کھول دوں گا کہ یہ ایمان والے مجھ سے راضی ہو جائیں گے! اور میرا  
 یہ وعدہ آخر تک کے لئے ہے!

قَالَ لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْتُمْ لِيَوْمِ خَيْرٍ  
 مِنْ أَهْلِ بِلَادِي!

اپنے غلاموں سے بیعت لینے کے بعد نبی کریم علیہ السلام نے ان سے  
 فرمایا کہ آج سے تم لوگ تمام اہل زمین سے بہتر اور افضل ہو!  
 قَالَ رَضِيَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ  
 بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ!

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جس نے اس درخت کے  
 نیچے بیعت کی ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا!

بیعت رضوان کے ان روشن حقائق کو دیکھو اور صحابہ کرام پر خدا  
 کی طرف سے عطا کردہ انعامات پر غور کرو اور کملی والے کے وفادار بیروں

سے کئے رحمت و بخشش کے وعدوں پر نظر کرو اور پھر نبی کریم علیہ السلام کی طرف سے اپنے جانثار ساتھیوں کو جنت کی خوشخبری دینے پر غور کرو!

اور اے اصحاب کرام کی شان پاک میں بے ادبی کرنے والو اپنی آنکھوں سے حسد و بغض کی پٹی اتار کر دیکھو اور اپنے دلوں سے تعصب و عناد کے غبار کو جھاڑ کر غور کرو اور اپنی نگاہوں سے نفرت و عداوت کے پرے ہٹا کر دیکھو اور اپنے دل و دماغ سے کینہ و مخالفت کی سیاہی مٹا کر سوچو! اور قرآن پاک کی اس آیت کے ایک ایک حرف پر غور کرو! اور اصحاب کرام کی جو عظمت بیان کی گئی ہے اور اللہ و رسول کی طرف سے بیعت رضوان کرنے والے محمد مصطفیٰ علیہ السلام کے جانثار غلاموں پر جو رحمت و بخشش کے وعدے اور جنت و نجات کی خوشخبری دی گئی ہے اسکی طرف دھیان کرو!

اور پھر بتاؤ۔

کہ کیا یہ آیت قرآن پاک کی ہے کہ نہیں؟  
اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر ہے تو پھر بتاؤ کہ کیا اس بیعت رضوان میں حضرت ابو بکر صدیق حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما شامل تھے یا نہیں؟  
اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر شامل تھے تو پھر بتاؤ کہ کیا ان کی شان و عظمت میں خدا و مصطفیٰ نے جو کچھ فرمایا ہے اور ان پر راضی ہونے کا جو اعلان کیا گیا ہے اس میں یہ حضرات داخل ہیں کہ نہیں؟

اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر داخل ہیں تو پھر بتاؤ کہ جن پر اللہ و رسول راضی ہوں ان پر ناراض رہنا اور ان کی شان میں گستاخیاں کرنا اور ان کو گالیاں دینا قرآن کا انکار اور کفر ہے کہ نہیں؟

اور اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر کفر ہے تو پھر توبہ کر کے اصحاب کرام کے غلام بن جاؤ اور ان کے نیاز مندوں کے دفتر میں اپنا نام بھی لکھوا لو اور ان کی محبت و عقیدت کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈال لو!

فَعَلِهِ مَا فِي قَلْبِهِ بِهَذَا إِذَا نَصَاتِ لِيَسْذَنِكَا هُمُوسَ وَيَلِيهَا جَائِئِي -  
 اور حق شناس دل سے سوچا جائے تو یہ حقیقت اور بھی کھل کر سامنے آ جاتی ہے کہ اصحاب رسول علیہ السلام کے دلوں میں نعوذ باللہ کفر و نفاق اور بغض و عناد کا شائبہ تک بھی نہیں تھا بلکہ ان کے دلوں میں دین و ایمان کا ایک سمندر موجزن تھا اور ان کے سینوں میں عشق مصطفیٰ علیہ السلام کا ایک طوفان برپا تھا اور ان کی نگاہوں میں حسن یار کے جلوے تھے اور وہ دین و اسلام کی عظمت کے لئے اور شریعت و سنت کی آبرو کی خاطر اور قرآن و ایمان کی عزت و حرمت کے لئے ہر وقت شمشیر بکف اور کفن بدوش رہتے تھے!

اس لئے <sup>۱۳</sup> کہ اگر نعوذ باللہ ان کے دلوں میں ذرہ بھر نفاق کی

کوئی علامت ہوتی تو خداوند تعالیٰ یہ نہ فرماتا کہ میں نے اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے دلوں کو ٹٹول ٹٹول کر دیکھا اور جب میں نے ان کے دلوں میں کسی قسم کی بدبینی نہ پائی تو پھر میں نے ان کو رضی اللہ عنہم کا ہلالِ خدمت

اور تمغہ حسن کارکردگی عطا کر دیا!

پھر علمِ ماضی ہے۔۔۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں کو بیعتِ رضوان کے وقت ہی دیکھا تھا اور ان کے دلوں کی ہر چیز اور ہر نیت کو جانا تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے اصحابِ رسول علیہ السلام اور کسلی والے کے جانثار غلاموں کے دلوں کی نیتوں کو اور طہارت و نفاستِ محبت و عقیدت و رُوسوز نیکی و صفائی اور اخلاقِ اخلاص کو پہلے ہی سے جان لیا ہوا تھا!

ایک ممتحن جب امتحانی پر چہ مرتب کرتا ہے تو پرچے پر لکھ ہوئے سوالات کے صحیح یا غلط جوابات کے نمبر دینے کا حق بھی اسی کو ہوتا ہے اور وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ کس کس نے کون کون سے سوال کا جواب صحیح یا غلط دیا ہے اور یہ کتنے کتنے نمبروں کے حقدار ہیں!

مشرکین مکہ سے لڑنے کے لئے بیعتِ رضوان کا ایک پرچہ مرتب کیا گیا اور اس پرچے میں اپنی جانیں قربان کرنے کا سوال تھا جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے صحیح طور پر حل کیا اور اس کا جواب ممتحن کے جواب کے عین مطابق دیا اور پھر جب وہ حضرات اس امتحان میں کامیاب نکلے تو امتحان لینے والے نے بڑی فراخ دلی سے نمبر دیتے ہوئے دُضی اللہ عنہم المومنین کی جماعت میں داخل کر کے نازل علیہما السکینۃ و آتاہم فتحاً قریباً کاسنہری تاج بھی ان کے سروں پر رکھ دیا۔

اور اگر نعوذ باللہ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلام گمراہ و منافق ہوتے تو پھر ان کے حق میں لَقَدْ دُضی اللہ کی بجائے لَقَدْ غَضِبَ اللہ علیہم آتانا!

اس لئے کہ گمراہ و منافق کے لئے خدا تعالیٰ کا قہر و غضب ہوتا ہے نہ کہ رضاۓ الہی اور رحمت و بخشش! اور پھر جن کے دلوں کی نیتوں کو جان کر خداوند تعالیٰ ان کے لئے کوئی انعام مقرر کر دے اور اپنی رضا و خوشنودی کی دولت ان کی جھولیوں میں ڈال دے تو پھر ایسے مقاس انسانوں کا کسی وقت بھی دین و ایمان سے پھر جانا غیر ممکن ہے!

اس لئے کہ اس طرح نہ صرف یہ کہ قرآن پاک کی غلط بیانی ثابت ہوگی بلکہ خداوند تعالیٰ کے علم پر بھی حرف آئے گا۔

فَعَلِمَ مَا فِي قُلُوبِهِمْ مِّنَ الصِّدْقِ وَالْأَخْلَاصِ!

یعنی خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے جاں نثار ساتھیوں کے دلوں کے صدق و خلوص کو جان کر ان کو لَقْدَرَضِيَ اللهُ كَالْإِنْعَامِ عَطَا كَيْبًا! تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۳۔ وَقَالَ الْمُقَدِّدُ يَا رَسُولَ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا نَقُولُ لَكَ كَمَا قَالَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ لِمُوسَى إِذْ هَبَّ أَنْتَ وَرَبِّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هَاهُنَا قَاعِدُونَ وَلَكِنْ إِذْ هَبَّ وَرَبِّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا مَعَكُمْ مُقَاتِلُونَ کہ جب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے ساتھ لڑنے کے لئے بیعت لینے کا اعلان فرمایا تو حضرت مقداد رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام ہم بنی اسرائیل کی طرح آپ کو یہ نہیں کہتے کہ اے موسیٰ علیہ السلام تو اور تیرا رب جا کر لڑو ہم تو یہاں آرام سے بیٹھے ہیں مگر ہم تو یہ کہتے ہیں کہ آپ اور آپ کا رب جاؤ اور لڑو اور ہم بھی آپ کے ہمراہ بوری جو انردی سے لڑیں گے!

شبیہ حضرات! چونکہ نہ قرآن پاک کو صحیح مانتے ہیں اور نہ ہی حدیث رسول اکرم علیہ السلام کو اس لئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس آیات

پاک کی تفسیر کرتے ہوئے جو کچھ اُن کے علماء و مجتہدین نے لکھا ہے۔ اس کی وضاحت کر دوں تاکہ شاید یہ حضرات اپنے کسی عالم و مجتہد کی بات کو مان کر ہی اپنے عقایدِ باطلہ سے توبہ کر کے حق و صداقت کا صحیح راستہ اختیار کر لیں!

شیعہ مفسر فتح اللہ علامہ کاشانی اپنی تفسیر خلاصۃ المنہج جلد ۵ صفحہ ۳۱۶ و ۳۱۷ میں لکھتے ہیں — کہ

آنحضرت فرمودند بدو زخ نرو دیک کس آں مومناں کہ در زیرِ شجرہ بیعت الرضوان نام نہادہ اند بجهت آنکہ حق تعالیٰ در حق ایشان فرموده لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبایعونک تحت الشجرہ! یعنی نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جن مسلمانوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ہے ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا اور اس بیعت کا نام بیعت رضوان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان بیعت کرنے والوں کی شان میں فرمایا ہے کہ اللہ ان مسلمانوں پر راضی ہوا جنہوں نے درخت کے نیچے نبی سے بیعت کی ہے!

غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عثمان غنیؓ کتنے خوش نصیب ہیں کہ وہ کعبہ شریف کا طواف کر لیں گے تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں ان کی عقیدت و محبت کو جانتا ہوں وہ میرے بغیر طواف نہیں کرے گا!

چنانچہ ایسا ہی ہوا — کہ قریش مکہ نے حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو تو ہم مکہ میں داخل نہیں ہونے دیں گے تم اکیلے اگر طواف کرنا چاہتے ہو تو کر لو۔

تفسیر روح البیان جلد ۴ صفحہ ۴۔ قَالُوا لَهُ إِنَّ شَيْئًا قَطَعَتْ

بِالْبَيْتِ — اگر تم چاہتے ہو تو طواف کر لو۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے جواب دیا :-

لَا كُنْتُ لَأَفْعَلُ حَتَّى يُطَوَّفَ رَسُولُ اللَّهِ — کہ جب تک

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم طواف نہ کریں گے۔ میں اکیلا طواف نہیں کروں گا۔

حضرت عثمان غنی کی محبت رسول علیہ السلام کو دیکھو اور ان کے عشق

مصطفیٰ علیہ السلام پر غور کرو اور ان کی عقیدت و نیازی مندی اور ان کے

صدق و خلوص پر دھیان کرو کہ وہ اپنے محبوب حقیقی کے بغیر کعبہ شریف کا

طواف بھی نہیں کرتے !

محبوب نہیں تو کعبہ کیا۔ یا نہیں تو طواف کیوں ! آقا نہیں تو حج

کیسا ! کملی والا نہیں تو عمرہ کس لئے !

بقول مولانا ظفر علی مرحوم :-

نماز اچھی زکوٰۃ اچھی روزہ اچھا حج اچھا

مگر میں باوجود ان کے مسلمان ہو نہیں سکتا

نہ جب تک کٹ مروں میں خواجہ بطنی کی عہد پر

خدا شاہد ہے کامل میرا ایمان ہو نہیں سکتا

شیعہ حضرات کے ایک مشہور مجتہد ملا بازرل ایرانی اپنی کتاب

حملہ حیدری کے صفحہ ۲۰۷ میں اس واقعہ کو یوں نظم کرتا ہے — کہ

خوشحال عثمان با احترام

رسول خدا چوں شنید این سخن

یہ عثمان نمازداریم ما این گماں

کہ شہ قستش حج بیت الحرام

بیانخ چنین گفت با انجمن

کہ تنہا کند طوف آں آستان

کہ جب نبی کریم علیہ السلام سے یہ عرض کی گئی کہ حضرت عثمان غنیؓ  
کتنے خوش قسمت ہیں کہ وہ تنہا حج عمرہ کا طوافِ کعبہ کریں گے تو رسولِ کرم  
علیہ السلام نے یہ سن کر اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ میں حضرت عثمان غنیؓ  
کے متعلق یہ گمان نہیں کر سکتا کہ وہ تنہا طواف کر لیں گے۔

اور پھر جب قریش بکھڑے حضرت عثمان غنیؓ سے یہ کہا

و لیکن محالست آں بے گزاف

کہ آید محمدؐ برائے طواف

کہ یہ محال ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم طواف کو آئیں تو حضرت عثمان

غنیؓ نے جو جواب دیا یہ تھا

کہ طوفِ حرم بے رسولِ خدا

نہا شد بر پیرِ دانش روا

کہ رسولِ خدا علیہ السلام کے بغیر مجھ جیسے ایک بوڑھے دانشمند

عاشقِ رسول اور صاحبِ عقل کے لئے طوافِ کعبہ جائز نہیں ہے!

بھلا وہ عثمان غنیؓ جو عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام میں اپنے محبوبِ حقیقی کے

بغیر کعبہ شریف کا طواف نہ کریں اور جلوہ گاہِ حسنِ یار سے دور رہ کر حج

کے ثواب کی دولت کو ٹھکرا دیں اور فراقِ مصطفیٰ علیہ السلام میں زیارت

کعبہ کی سعادت کی پرواہ نہ کریں۔ پھر ایسے پیکرِ دین و ایمان کے ایمان میں

شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے؟

فَنَادَى مَتَادِيَهُ أَيُّهَا النَّاسُ الْبَيْعَةُ الْبَيْعَةُ — پھر ندا کرنے

والے نے ندا دی کہ اے لوگو بیعت کی طرف دوڑو۔ اور سب سے پہلے

سنان بن سنان نے بیعت کی۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱ مشکوٰۃ شریف



حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جب بیعت رضوان لی گئی تو حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نبی کریم علیہ السلام نے قاصد بنا کر مکہ مکرمہ بھیجا ہوا تھا!

اور جب بیعت ہو چکی تو امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمان اللہ اور اس کے رسول کے ایک اہم فریضہ ادا کرنے گئے ہوئے ہیں۔  
فَضْرَبَ بِأَحْدَى يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى -

پھر نبی کریم علیہ السلام نے اپنے بائیں ہاتھ کو نیچے رکھا اور دائیں ہاتھ کو اوپر رکھ کر فرمایا کہ یہ ہاتھ عثمان کا ہے روضہ کلینی۔

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۲۶۔ عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ النَّارَ أَحَدٌ مِمَّنْ بَايَعَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ -

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا کہ جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی ان میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

اب اس حدیث مصطفیٰ علیہ السلام پر غور کر کے حق شناس دل شان عثمان غنی کو دیکھے کہ دست عثمان دست مصطفیٰ ہوا اور دست مصطفیٰ علیہ السلام مجازی طور پر دست خدا ہے۔

إِنَّ الَّذِينَ يُبَايِعُونَكَ إِنَّمَا يُبَايِعُونَ اللَّهَ يَدِ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ - کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام جن لوگوں نے تیرے ہاتھ پر بیعت کی انہوں نے اللہ سے بیعت کی اور ان کے ہاتھوں کے اوپر اللہ کا ہاتھ تھا۔

اور اسی طرح حضرت عثمان غنی کا دست مبارک دوسروں کے ہاتھوں

سے فضل ہو گیا۔

تو جس عثمان غنیؓ کا ہاتھ دستِ مصطفیٰ ہو گیا اور پھر دستِ مصطفیٰ دستِ خدایہ ہے تو پھر ایسے برگزیدہ و مقدس مسلمان کی شان میں گستاخی بے دینی نہیں تو اور کیا ہے؟

ممكن ہے کہ کوئی متعصب شیعہ یہ کہے کہ بیعتِ رضوان میں سوائے تین مومنین کے اور کوئی بھی شریک نہ تھا یعنی حضرت علیؓ حضرت مقدادؓ اور حضرت سلمان فارسی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ کتب تاریخ اور خود شیعہ حضرات کی معتبر کتابوں سے بھی باختلافِ تعداد یہ ثابت ہے کہ بیعتِ رضوان میں ایک ہزار سے دو ہزار تک مسلمان شریک ہوئے۔

اگر کوئی کہے کہ ان تینوں کے علاوہ باقی سب نعوذ باللہ منافق تھے تو اس کا جواب بھی اسی روایت میں ہے کہ جو صحیح معنوں میں واقعی منافق تھا اس نے بیعت نہیں کی تھی یعنی قید بن قیس نے اور اگر نعوذ باللہ یہ حضرات بھی منافق ہوتے تو بیعت نہ کرتے۔

اصل میں اس بیعتِ رضوان کے ذریعے منافقوں کا نفاق اور مومنوں کا ایمان پرکھنا تھا اور یہ بیعتِ رضوان ان کے لئے ایک کسوٹی تھی جس سے پتہ چل گیا کہ منافق کون ہے اور یکے و سچے مومن کون ہیں؟

حیاتِ القلوب جلد ۲ صفحہ ۲۲۲ و ۲۲۵۔ یہ شیعہ حضرات کی ایک معتبر کتاب ہے جس میں ملا باقر مجلسی بیعتِ رضوان کی ایمان افروز حقیقت کو اس طرح بیان کرتے ہیں۔ و شیخ طبری گفتہ است چون مشرکان عثمان را حبس کردند و خبر بحضرت رسید کہ اورا کشند حضرت فرمود از این

حکمت نمی کہنم تا با آنها قتال کنم و مردم را بسوئے بیعت دعوت نہائیم و  
برخاست و پشت مبارک بدرخت داد و تکیہ نمود و صحابہ یا آنحضرت  
بیعت کردند کہ با مشرکوں جہاد کنند!

و بروایت کلینی حضرت یک دست خود را بردست دیگر زد و برائے  
عثمان بیعت گرفت۔

پس مسلمانوں گفتند خوشحال عثمان کہ طواف کعبہ کرد و سعی میان صفا  
و مروہ کرد۔ حضرت فرمود! نخواہد کرد۔ چون عثمان آمد حضرت پرسید  
طواف کردی؟ گفت چوں تو طواف نکرده بودی من نکرده۔  
ترجمہ :- شیخ طبری کہتا ہے کہ جب مشرکوں نے حضرت عثمان  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قید کر لیا اور جب نبی کریم علیہ السلام کو یہ خبر پہنچی  
کہ مشرکین مکہ نے حضرت عثمانؓ کو قتل کر دیا ہے تو نبی کریم علیہ السلام نے  
فرمایا کہ میں یہاں سے ہرگز حرکت نہیں کروں گا۔ جب تک کہ میں مشرکین  
مکہ سے جہاد نہ کروں۔ پھر نبی کریم علیہ السلام نے مسلمانوں کو بیعت کے  
لئے بلایا اور پھر ایک درخت سے تکیہ لگا کر بیٹھ گئے اور صحابہ کرام سے  
بیعت لی۔ کہ مشرکین مکہ سے جہاد کیا جائے۔

کلینی کی روایت میں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنے ایک دست  
مبارک پر دوسرا ہاتھ مبارک رکھا اور حضرت عثمانؓ کے لئے بیعت کی۔  
پس مسلمانوں نے کہا کہ حضرت عثمانؓ خوش قسمت ہیں کہ کعبہ کا  
طواف بھی کر لیں گے اور صفا و مروہ کے درمیان سعی بھی۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ عثمانؓ ہرگز ہرگز طواف نہیں کریگا۔  
جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ واپس آئے تو نبی کریم علیہ السلام

نے پوچھا کہ کیا تو نے طواف کیا ہے۔

عرض کی یا رسول اللہ آپ کے بغیر میں طواف کیسے کرتا۔

یہ ہے بیعت رضوان کا ایک سنہری واقعہ جسے شیعہ حضرات نے بھی اپنی کتابوں میں پوری دیانت اور بڑی فراخ دلی سے لکھ کر اپنی منصف مزاجی کا ثبوت دیا ہے۔

اور اس ایمان افروز واقعہ سے نہ صرف یہ کہ اصحاب کرام کی شان و عظمت اور دین و ایمان کا آفتاب چمکنا ہوا نظر آتا ہے، بلکہ خداوند کریم کی طرف سے اپنی رضا و خوشنودی کا تمغہ بھی عطا ہوتا ہوا دکھائی دیتا ہے اور خصوصاً حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں تو یہ واقعہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کا اپنے ایک دست مبارک پر دوسرا دست مبارک رکھ کر فرماتا کہ یہ عثمان کا ہاتھ ہے۔

اور امام الانبیا علیہ السلام کا فرمانا کہ عثمان میرے بغیر طواف کعبہ نہیں کریں گے اس بات کی واضح دلیل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام حضرت عثمان غنیؓ کے عشق و محبت اور دین و ایمان کو اچھی طرح جانتے تھے۔

پھر ایسا ہی ہوا کہ حضرت عثمان غنیؓ نے نبی کریم علیہ السلام کے بغیر طواف کعبہ نہیں کیا۔

فروع کافی جلد سوم کتاب الروخۃ صفحہ ۱۵۰۔ حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے منقول ہے:-

وَحَبَسَ عُثْمَانُ فِي عَسْكَرِ الْمَشْرِكِينَ وَبَايَعَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمُسْلِمِينَ وَضَرَبَ بِأَحَدِي يَدَيْهِ عَلَى الْأُخْرَى

لُعْثَانَ وَقَالَ اٰمُسِيْمُوْنَ طُوْرِيْ لِعُثْمَانَ قَدْ طَاَتَ بِاَلْبَيْتِ وَسَعِيْ  
بَيْنَ الصَّفَا وَالْمَرْوَةِ وَاَهْلٌ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ  
وَسَلَّمَ مَا كَانَ لِيَفْعَلَ —

ترجمہ :- کہ جب حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشرکین مکہ کے  
شکر میں قید ہو گئے اور نبی کریم علیہ السلام نے مسلمانوں سے بیعت لی اور  
اپنا ایک دست مبارک اپنے دوسرے دست مبارک پر مار کر فرمایا کہ  
یہ عثمان کا ہاتھ ہے —

اور مسلمانوں نے کہا کہ عثمان کتنے خوش نصیب ہیں کہ وہ کعبہ کا طواف  
سفا و مروہ کی سعی بھی کریں گے اور قربانی بھی دیں گے۔ تو نبی کریم علیہ السلام  
نے فرمایا کہ وہ میرے بغیر ہرگز کچھ بھی نہیں کریں گے —

حیات القلوب جلد ۲ - صفحہ ۲۳۵ - عروہ بن مسعود کفار مکہ کی طرف  
سے جب شکر اسلام کا حال معلوم کرنے کے لئے مسلمانوں کے قریب آئے۔  
تو اس نے غلامانِ مصطفیٰ علیہ السلام کی محبت و عقیدت اور ان کے دین  
ایمان کا یہ ایمان افروز منظر دیکھا کہ وہ نبی کریم علیہ السلام کے وضو کے  
پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتے بلکہ دوڑ دوڑ کر اپنے ہاتھوں پر اٹھا کر اپنے  
پتھروں پر مل لیتے ہیں۔ اور نبی کریم علیہ السلام کے سامنے سر جھکائے با آواز  
بلند ہیں اور بلند آواز سے نہیں بولتے —

عروہ بن مسعود جب واپس گئے تو مشرکین مکہ سے کہا :-  
من بنز و بادشاہان بسیار رفتہ ام مانند بادشاہان عجم و روم و  
جستہ! و بخدا سو گندندیدم کہ بیچک از انبا اطاعت پادشاہ نود و تعظیم  
او کنند مثل آنکہ اصحاب محمد علیہ السلام تعظیم و اطاعت او میندند۔

ترجمہ :- کہ میں عجم و روم اور حبشہ کے بڑے بڑے درباروں میں گیا ہوں اور ان کے درباریوں کو بھی دیکھا ہے مگر خدا کی قسم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دربار عجیب و غریب ہے اور اس کے درباری بھی عجیب ہیں۔ میں نے کسی کو ایسی تعظیم و اطاعت کرنے نہیں دیکھا۔ تم لوگ ایسے لوگوں سے جنگ نہ کرو۔ اس لئے کہ وہ قوم جو اپنے بادشاہ کے وضو کے پانی کو زمین پر نہیں گرنے دیتی وہ اس کا خون کب گرنے دے گی۔

حیات القلوب جلد دوم صفحہ ۲۲۸ - عامہ و خاصہ روایت کردہ انداز برابن عازب کہ او میگفت شما گمان میکنند کہ فتح بزرگ فتح مکہ است و با فتح بزرگ بیعت رضوان و جنگ حدیبیہ رامی دانم۔

ترجمہ :- ہر عام و خاص نے حضرت برابن عازب سے روایت کی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ تم لوگ یہ سمجھتے ہو کہ بڑی فتح فتح مکہ ہے اور میں بیعت رضوان کو سب سے بڑی فتح سمجھتا ہوں۔

علامہ کاشانی ابو کثیر شیعہ حضرات کے مفسر اعظم ہیں لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ كِي تَقْبَلُوا لَهُمْ نَبِيًّا مِنْهُمْ

آنحضرت فرمود بدوزخ نرو و کس ازاں مومنان کہ در زیر شجره بیعت کردند و این را بیعت رضوان نام نهادہ اند بجهت آنکہ حق تعالی در حق ایشان فرمود لَقَدْ رَضِيَ اللَّهُ عَنِ الْمُؤْمِنِينَ اذِ بِالْبَيْتِ تَحْتِ الشَّجَرَةِ۔

ترجمہ :- کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا ان لوگوں میں سے سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا جنہوں نے درخت کے نیچے بیعت کی۔ اور اس بیعت کا نام بیعت رضوان اس لئے رکھا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ

نے بیعت کرنے والوں کے حق میں فرمایا ہے کہ اللہ ان مومنوں پر راضی ہو گیا جنہوں نے تیرے ہاتھ پر درخت کے نیچے بیعت کی۔

قرآن و حدیث - تفسیر و تاریخ اور شیعہ حضرات کی معتبر و مستند کتابوں سے بیعت رضوان کے ایمان افروز حقائق حسین و دلکش مناظر اور جان و دل کو ایمان کی تازگی بخشنے والے واقعات کی روشنی میں صحابہ کرام کے دین و ایمان - یاران نبی کی عظمت و توقیر اور غلامانِ مصطفیٰ علیہ السلام کی عزت و آبرو و زور و روشن کی طرح عیاں ہو جانے کے بعد اب اس زندہ حقیقت میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا کہ حضرت ابو بکرؓ - حضرت عمرؓ - حضرت عثمان غنیؓ - حضرت علی المرتضیٰؓ اور دوسرے حلقہ بگوشانِ سلام اور جانثارانِ مصطفیٰ علیہ السلام نہ صرف یہ کہ خداوندِ کریم اور رسولِ اکرم علیہ السلام نے ان کے دین و ایمان اور خلوص و ایثار کی برقدار ہر لحظہ اور ہر آن تصدیق فرمائی ہو بلکہ یہ ایک غیر فانی حقیقت بھی واضح ہو جاتی ہے کہ اصحابِ رسولِ آسمانِ رشد و ہدایت کے چمکتے ہوئے ستارے بھی تھے جن کی روشنی نے ضلالت و گمراہی کی تاریک راتوں میں اجالا کر کے نسلِ انسانی کو سیدھی راہ بتائی اور جنہوں نے اپنے دین و ایمان کے آفتاب کی سنہری کرنوں سے نورِ عرفان پھیلایا کر فقر و الحاد کی ظلمتوں میں گہرے ہوئے بندگانِ خدا کو نشانِ منزل عطا کیا اور باطل پرستی کے اندھیروں میں حق و صداقت کے چراغ جلا کر انسانی نیت کے سیاہ چہرے کو ضیا بخشا اور جنہوں نے اپنے حسنِ اخلاق اور تقدس و اتقا کی بدولت اس خطہٴ ارضی پر پھیلے ہوئے ظلم و ستم کو مٹا کر عدل و انصاف اور رحم و کرم کی بنیاد رکھی اور اپنے ہی ہاتھوں سے پتھروں کے تراشیدہ خداؤں کے آگے ٹھکنے

دلوں کے دلوں میں نقشِ توحید پیدا کر کے ایک خدا کی پرستش کے آداب سکھلائے! اور جنہوں نے پھر توحید و رسالت کی عظمت - دین و اسلام کی سر بلندی اور حق و صداقت کا پرچم لہرانے کے لئے اپنی جبینوں پر سجدوں کے نشان اور ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں لے کر کبھی روم و شام کے شاہی محلات پر اسلام کا علم لہرایا اور کبھی قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج میں پاؤں کی ٹھوکروں سے لرزہ پیدا کیا۔ کبھی یورپ کے کلیساؤں میں اذانیں دیں اور کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں توحید و رسالت کے ڈنکے بجائے۔

صدیق اکبرؓ کی صداقت - عمر فاروقؓ کی عدالت - عثمانی غنیؓ کی عبادت اور علی المرتضیٰؓ کی شجاعت نسل انسانی کیلئے رشد و ہدایت کا سرمایہ بندگانِ خدا کے لئے دین و ایمان کی دولت - مخلوقِ خدا کے لئے حق و صداقت کا خزانہ اور ایمان والوں کے لئے حق و اسلام کا مرکز ہے۔

غرضیکہ بیعتِ رضوان سے مندرجہ ذیل حقایق و نتائج پوری طرح واضح ہوتے ہیں۔ کہ

۱۔ نبی کریمؐ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے والے پلے و سچے مسلمان و کامل مومن تھے!

۲۔ ان کے دین و ایمان - خلوص و ایثار اور مجرات و بہادری کو دیکھ کر خدا تعالیٰ ان پر راضی ہو گیا۔

۳۔ وہ دنیا کے تمام انسانوں سے بہتر و افضل ہیں۔

۴۔ ان میں سے کوئی بھی دوزخ میں نہیں جائے گا۔

۵۔ ان کے دل ہر قسم کے نفاق سے پاک و صاف تھے۔

۶۔ انہوں نے مجازی طور پر دستِ خدا پر بیعت کی تھی۔



۷۔ حضرت عثمان غنیؓ کا ہاتھ مبارک دست مضطرب ہے۔

پھر خدا جانے پاکستان کے شیعہ حضرات کے دلوں میں بغض و عناد کے کیسے پہاڑ پیدا ہو چکے ہیں کہ جو نہ تو قرآن و حدیث کے کلہاڑوں سے ہی ٹوٹتے ہیں اور نہ ہی تفسیر و تاریخ کے تیشوں سے!

اور نہ ہی خدا و رسول کے ارشادات سے ہی گھٹلتے ہیں اور نہ ہی ان کے اپنے علماء موں کی کتابوں کے حوالوں سے نرم ہوتے ہیں۔

جن پر خدا و رسول راضی ان پر یہ لوگ ناراض!

جن کے دین و ایمان کی گواہی اللہ و نبی دین یہ ان پر کفر و نفاق کا الزام

لگائیں۔

قرآن و حدیث جن کو جنت کی خوشخبری دین یہ ان کو دوزخی کہیں۔

جن کو نسل انسانی کی ہدایت کے لئے پیدا کیا ہو یہ لوگ ان کو گمراہ سمجھیں۔

تو پھر شیعہ حضرات کی لڑائی صرف اصحابہ کرام سے ہی نہیں بلکہ ان

کی یہ جنگ خدا و رسول سے بھی ہے۔

اور یہی کفر ہے!

بیعت رضوان کے ایمان افروز حقائق اور اصحابہ کرام رضی اللہ

تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت کے روشن دلائل کے باوجود بھی شیعہ حضرات

اپنی جہالت اور یاران نبی سے دشمنی کی بنا پر قرآن پاک کے اس سنہری واقعہ

پر چند اعتراضات کر کے اس کے حسن و جمال کو مسطاکر

اصحابہ عظام کی عزت و آبرو پر رکیک حملے کرتے رہتے ہیں مگر وہ نہیں جانتے

کہ جن نفوس قدسیہ پر ان کی نیک نیتی۔ ان کے مخلوص و ایثار اور ان کی

جہانثار و وفاداری کی بنا پر خدا و رسول راضی ہو جائیں ان کے دین ایمان

کی شمع فروزاں کسی کی پھونکوں سے نہیں بجھ سکتی۔

ان کا پہلا اعتراض یہ ہے کہ اس واقعہ میں حضرت عمر فاروق کی توہین کا پہلو نمایاں ہوتا ہے جبکہ نبی کریم علیہ السلام نے پہلے انہیں فرمایا کہ تم مکہ جا کر مشرکین مکہ کو سمجھاؤ تو انہوں نے جواب دیا تھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ جانتے ہیں کہ قریش کی عداوت میرے ساتھ کس درجہ کی ہے اور اگر میں ان کے ہاتھ آگیا تو مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ ہاں اگر آپ حضرت عثمان کو بھیج دیں تو اچھا ہو گا۔ اپنے اس اعتراض کے ثبوت میں یہ لوگ جناب شیخ عبدالحق محدث رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب تاریخ النبوت کا حوالہ پیش کرتے ہیں۔

جواب علی:۔ یہ روایت صحاح کی نہیں اور پھر پتہ نہیں کہ اس کے

راوی کون کون ہیں اور کیسے ہیں۔

علی:۔ اس روایت سے یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتا کہ حضرت عمرؓ نے حضور علیہ السلام کے علم سے انکار کیا محض ایک افتراء ہے اس لئے کہ ان کا انکار نہیں تھا بلکہ حضرت عثمانؓ کے بارے میں مشورہ تھا۔ اور حضور رسالت مشورہ دینا کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسا مشورہ تو صلح حدیبیہ کے موقع پر حضرت علیؓ نے بھی دیا تھا جبکہ کفار نے مطالبہ کیا تھا۔ کہ محمد رسول اللہ کاٹ کر محمد بن عبد اللہ لکھا جائے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ سے فرمایا کہ یہ الفاظ مٹا دو تو حضرت علیؓ نے رسول کا لفظ مٹانے سے انکار کر دیا تھا۔ غور کیا جائے تو حضرت علیؓ کا یہ انکار نہ تھا بلکہ عشق و محبت کا اظہار تھا کہ میرا قلم رسول اللہ کے لفظ کو کیسے مٹا سکتا ہے۔ تو جس طرح حضرت علیؓ نے خلوص و

عقیدت سے ایسا کیا اسی طرح حضرت عمرؓ نے حضرت عثمانؓ کے بارے میں مشورہ دیا۔ پھر اس میں اعتراض کی کوئی بات ہے! <sup>ع</sup>۔۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے حضرت عمر کو فرمانا کہ تم جاؤ اور پھر حضرت عثمانؓ کو اپنا سفیر بنا کر بھیجنا اس بات کی روشن دلیل ہے کہ محبوب خدا کو اپنے ان دونوں ساتھیوں کی وفا و فرمانبرداری اور اطاعت جانشاری پر پورا پورا اعتماد اور کامل یقین تھا۔ اور سفارت کا منصب کسی معمولی انسان کے سپرد نہیں کیا جاتا بلکہ یہ عظیم عہدہ کسی ایسے انسان کو ہی دیا جاتا ہے جو حکومت وقت کا پورا پورا وفادار ہو اور حکومت وقت کی ہر ادا کو سمجھتا ہو۔ ہر روش کو جانتا ہو۔ ہر چال کو پہچانتا ہو اور ہر راز سے واقف ہو۔ اور اگر حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ ایمان میں کامل۔ دین میں پکے اور اسلام و مصطفیٰ کے سچے عاشق و وفادار ساتھی نہ ہوتے تو رسول اکرم علیہ السلام ان دونوں کو قریش مکہ کے پاس اپنا سفیر بنا کر نہ بھیجتے۔

اور پھر حضرت عثمانؓ کی شان و عظمت دیکھو کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ حضرت عثمانؓ شہید نہیں کئے گئے پھر بھی ان کے لئے اصحاب کرام سے کفار مکہ کے ساتھ جنگ کرنے کی بیعت لے رہے ہیں۔ بتاؤ کہ کیا اللہ کا رسول ایسے شخص کی حمایت کے لئے بھی صحابہ عظام کو بیعت کی طرف بلا سکتا ہے جس کے ایمان اور خلوص پر اس کو پورا پورا بھروسہ۔ یقین اور کامل اعتماد نہ ہو۔

رہا یہ سوال کہ جب حضور علیہ السلام کو علم تھا کہ حضرت عثمانؓ قتل نہیں ہوئے تو پھر بیعت کیوں لی گئی۔ تو اس کا جواب یہ ہے کہ

نبی پاک علیہ السلام آئندہ آنے والے واقعات کو روشن کرتے ہوئے قصاصِ خون عثمان کے مطالبہ کی طرف اشارہ فرما رہے ہیں۔

**اعتراض ۲۔** کہ بیعت رضوان موجب اجر ضرور ہے مگر وفائے عہد کے ساتھ اور اگر وفائے عہد کی بجائے عہد شکنی پائی جائے تو وہ عذاب الیم کا باعث بن جاتی ہے۔ ثبوت میں آیت رضوان کا یہ حصہ پیش کرتے ہیں فَمَنْ نَكَثَ فَإِنَّمَا يَنْكِثُ عَلَىٰ نَفْسِهِ۔

**جواب:**۔ آیت میں بتایا گیا ہے۔ کہ بیعت کو پورا کرنا ثواب ہے۔ اور اس کا توڑنا گناہ ہے۔ یہ بات بالکل سچی ہے اس سے کس کو انکار ہے۔

اعتراض تو توبہ درست ہوتا جب شیعہ حضرات کہیں سے یہ ثابت کرتے کہ حضرت ابو بکر و عمر نے بیعت کی اور پھر توڑ دی۔ مگر آیت پاک میں اس کا تو کہیں نام و نشان تک نہیں اور نہ ہی یہ لوگ کہیں سے دکھا سکتے ہیں۔ جب یہ کہیں بھی نہیں ہے تو پھر اعتراض کیسا؟

اور پھر فَمَنْ نَكَثَ بطور شرط و جزا کے ہے اور وہ وقوع بلکہ امکان وقوع کو بھی مستلزم نہیں ہے۔ یعنی آیت صرف یہ بتلا رہی ہے کہ جو بیعت توڑے گا سزا کا مستحق ہوگا۔ لیکن اس میں یہ کہاں ہے کہ حضرات ثلاثہ نے بیعت توڑ دی یا وہ بیعت توڑ دیں گے۔ ایسا کہتا تو قرآن پاک پر افترا ہے۔ جیسے کہ قرآن پاک میں بظاہر حضور علیہ السلام کو خطاب ہے۔ لَكِنَّ الشَّرْكَاتِ لِيُحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلِشَكْوَنِكَ مِنَ الْخَائِسِينَ۔ یعنی اگر تو شرک کرے گا تو تیرے اعمال ضائع ہو جائیں گے اور تو نقصان والوں میں سے ہو جائے گا۔

کیا کوئی بد بخت اس سے یہ نتیجہ نکال سکتا ہے کہ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور علیہ السلام ضرور شرک کریں گے۔ نعوذ باللہ۔  
 (پارہ ۳ آیت ۸) يَا وَاذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيثَاقَ النَّبِيِّينَ وَالِىْ آيٰتِ  
 مِيْنِ بِيْ فَمَنْ تَوَلٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ہ کہ جو کوئی اس  
 کے بعد پھرے تو وہ لوگ فاسق ہیں تو کیا کوئی شیعہ کہہ سکتا ہے کہ بعض انبیا  
 علیہم السلام اس عہد کو توڑیں گے۔ معلوم ہوا کہ جملہ شرطیہ میں جزا کا وقوع  
 ضروری نہیں ہوتا۔ جس طرح انبیا کا عہد کر کے پھر توڑنا ناممکن ہے اسی  
 طرح اصحابہ کرام کا بیعت کر کے توڑنا بھی غیر ممکن ہے۔

**اعتراف**۔ آیت میں لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ  
 ہے عَنْ الْمُبَاعِيْنِ نہیں ہے۔ معلوم ہوا کہ رضائے خدا صرف بیعت پر  
 ہی موقوف نہیں ہے بلکہ ایفائے بیعت پر موقوف ہے کیونکہ لفظ مؤمنین  
 ہے مبايعين نہیں۔

**جواب**۔ اللہ ان مؤمنین پر راضی ہو گیا جنہوں نے بیعت کی۔  
 آیت پاک میں عَنْ الْمُؤْمِنِيْنَ کے بعد مبايعونہ کا لفظ بھی آیا ہے۔  
 جو صاف بتلا رہا ہے کہ جن لوگوں نے بیعت کی اللہ ان سے راضی ہے۔  
 میں نے تو قرآن و حدیث اور روایات معتبرہ کی روشنی میں اور کتب  
 شیعہ سے ثابت کر دیا ہے کہ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے خلوص دل  
 سے بیعت کی اور پھر ان کی یہ بیعت بارگاہ خداوندی اتنی مقبول و منزلت  
 ہوئی کہ اللہ کریم نے انہیں اپنی رضامندی کا پروانا بھی عطا کر دیا اب  
 شیعہ سے میرا مطالبہ ہے کہ اس آیت کے مقابلہ میں کوئی ایسی آیت پیش  
 کریں جس سے ان کا بھاگنا۔ فرار ہونا، بیعت کو توڑنا اور خدا تعالیٰ کا

ان پر ناراض ہونا ثابت ہو۔ ان کے اچھے۔ نیک اور پاک کام کرتے پر خدا نے اپنی رضامندی کا اظہار کر دیا اور نعوذ باللہ ان کے کسی برے کام پر اللہ نے کسی کو خیر تک نہ دی حالانکہ قرآن پاک نازل ہوتا رہا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کا ابھی آنا جانا بند نہیں ہوا تھا۔

اعتراف علی:۔ بیعت کرنے والے تمام مومن ہی نہیں تھے۔ بلکہ ان میں منافق بھی تھے۔

جواب:۔ جب قرآن و حدیث اور کتب شیعہ سے بھی یہ ثابت ہے کہ وہ بیعت کرنے والوں میں سے کوئی دوزخ میں نہیں جائے گا۔ تو ان حضرات کے متعلق یہ گمان کرنا نعوذ باللہ وہ منافق تھے گمراہی نہیں تو اور کیا ہے، اس لئے کہ قرآن پاک کا فیصلہ تو منافقین کے متعلق یہ ہے کہ ان کے لئے دردناک عذاب ہوگا۔ اور وہ جہنم کے بدترین گڑھے میں ہوں گے مگر اس کے برخلاف انہیں رضامندی اور جنت کی بشارت دی جا رہی ہے۔

کشف الغمہ۔ از جابر بن عبد اللہ انصاری روایت است کہ ما درایں روز ہزار و چہار صد کس بود درایں روز من از حضرت پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم شنیدم کہ آنحضرت خطاب بجا ضرار نمود و فرمود کہ شما بہترین اہل روئے زمین و ماہمہ درایں روز بیعت کردیم و کسے از اہل بیعت مکث نمود مگر قیاد بن قیس کہ آن منافق بیعت خود را شکست۔

جابر بن عبد اللہ انصاری سے روایت ہے کہ ہم بیعت کے روز چودہ سو تھے ہم نے اس روز حضور علیہ السلام کی زبان پاک سے یہ سنا کہ تم بہترین اہل زمین سے ہو اور اس روز ہم سب نے بیعت کی اور کسی نے اس

بیعت کو نہیں توڑا مگر قید بن قیس منافق نے اپنی بیعت کو توڑ دیا۔ جب یہ صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو پھر یاران نبی پر کسی قسم کی جرح قارح کرنی ضرورت جہالت ہی نہیں ضلالت بھی ہے۔

پارہ ۱۱۔ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ آيَةُ عَشْرًا - وَالشَّيْقُوْنَ اِلَّا وَاَلُوْنَ مِنْ الْمُهَاجِرِيْنَ وَاِلَّا نَصَارٍ وَاَلَّذِيْنَ اَتَّبَعُوْهُم بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنَّةً تَجْرِيْ تَحْتِهَا اَنْهَارٌ خَالِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ

اور وہ مہاجرین اور انصار اور وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے اور امداد کرنے میں پہل کی اور جو ان کے پیچھے آئے۔ نیکی! احسان اور نیک نیتی سے تو اللہ راضی ہے ان سے اور وہ راضی ہیں اللہ سے! اور تیار رکھے ہیں ان کے لئے باغ! جن کے نیچے بہتی ہوئی نہریں ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اور یہ بہت بڑی مراد ہے۔

اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے جس پیارے انداز میں مہاجرین و انصار کی مدح و ثناء، تعریف و توصیف اور فضیلت و عظمت بیان فرمائی ہے اگر کسی مسلمان کے دل میں شہوع ایمان کی ایک کرن بھی موجود ہو تو وہ یارانِ مصطفیٰ علیہ السلام اور اصحابہ کرام کے دین و ایمان میں شک اور ان کی عزت و آبرو پر حملے کر کے اپنے دین و ایمان کی کھیتی کو برباد نہیں کر سکتا! اس لئے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار غلاموں اور جانثار ساتھیوں کی اس سے بڑھ کر شان و عظمت! توقیر و حرمت اور عزت و فضیلت اور کیا ہوگی کہ خداوند تعالیٰ نے جن کے متعلق فرمادیا ہے کہ میں ان سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

خداوند تعالیٰ کا کسی پر راضی ہو جانا کوئی معمولی انعام نہیں ہے  
 میرے خیال میں تو اس سے بڑھ کر خدا کی طرف سے اور کوئی انعام  
 اکرام۔ نطفہ و کرم اور مقام و احترام نہیں ہے کہ وہ خود اپنے کچھ  
 بندوں کے متعلق اعلان کر دے کہ میں ان سے راضی ہوں !  
 زمین و آسمان۔ مکان و لامکان۔ فرش و عرش ! لوح و قلم !  
 انسان و حیوان ! جن و ملائکہ ! حور و علماں اور اولیا و انبیاء غریبہ  
 کائناتِ ارضی و سماوی کی ہر چیز کی یہی تمنا ہے کہ خدا مجھ پر راضی ہو  
 جائے ! ایک عابد ساری ساری رات صرف اس لئے جاگتا ہے کہ خدا  
 راضی ہو جائے ! ایک حاجی کعبہ کا طواف اس لئے کرتا ہے کہ خدا راضی  
 ہو جائے اور ایک مجاہد میدانِ جہاد میں اپنے سر پر کفن باندھ کر صرف  
 اس لئے لڑتا ہے کہ خُدا راضی ہو جائے لیکن کسی کو علم نہیں کہ خدا مجھ  
 پر راضی ہو گیا ہے کہ نہیں کیونکہ اس نے کسی اور نوبہ بتایا ہی نہیں ہے۔  
 ہاں مگر جب ہم قرآن و حدیث اور کتب تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں  
 تو ہمارے سامنے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اس  
 کائناتِ ارضی و سماوی اور اس مخلوقِ فرشی و عرشی میں سے کچھ ایسے  
 مقدس انسان بھی موجود ہیں کہ جن کے متعلق خدائے خود اعلان کر دیا  
 ہے کہ میں ان سے راضی ہوں اور وہ مجھ سے راضی ہیں۔

غور کرو۔ کہ کسی بندے پر خدا کا راضی ہو جانا تو اس بندے  
 کی نیک بختی اور خوش قسمتی ہے لیکن بندے کا خدا سے راضی  
 ہو جانے کا یہ مطلب ہے کہ یہ لوگ خدا کے راضی ہو جاتے پر راضی ہیں۔  
 اور جن پر خدا راضی ہو گیا ہے۔ وہ کون لوگ ہیں؟ نبی کے ساتھ



ہجرت میں پہلے کرنے والے اور ان ہجرتوں کی سب سے پہلے امداد کرنے والے۔

اور سب سے پہلے نبی کے ساتھ ہجرت کرنے والے کون ہیں؟

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والے کون ہیں؟

حضرت سیدنا ابویوسف انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ!

تو جن اصحاب کرام سے خداوند تعالیٰ ان کے اعمال صالحہ افعال

حسنہ اور ان کے تقدس و اتقا اور ان کے دین و ایمان کی بنا پر راضی ہو

جائے اور وہ خدا کی اس عطا پر راضی ہوں تو پھر یہ شیعہ کون ہیں جو خدا

اور اصحاب رسول کے درمیان ہو جانے والے اس راضی نامہ کو اپنی ثمرت

چالوں سے توڑنے کی ناکام کوشش کر کے اپنی عاقبت خراب کر رہے

ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے اپنے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کے جانثار

ساتھیوں کے لئے جو جنت کے باغ تیار کر رکھے ہیں اپنے من گھڑت شکوک

و شبہات اور بے معنی نفرت و عداوت کے تیروں سے ان سدا بہار باغوں

کے پتے جھاڑنے کی بے فائدہ سعی کر کے کہلی والے کی شفاعت سے محروم

ہو رہے ہیں!

جب اس حقیقت میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضرت سیدنا ابوبکر

صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اول الالمہا جبرین ہیں تو پھر کسی کو ان کے

ایمان و تقدس اور دامن رضائے خدا میں داخل ہونے جنت کے

باغوں میں سیر کرنے میں بھی کسی کو کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہنا چاہیے!

شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ ہجرت کی رات کو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ

عنہ کا نبی کریم علیہ السلام کے بستر پر لیٹنا اپنے نبی کی آبرو پر اپنے آپ کو

فدا کر دینے کے پیش نظر تھا اس لئے کہ اس رات کفار مکہ نبی کریم علیہ السلام کو قتل کر دینے کا ارادہ لے کر آئے تھے اور حضرت علیؑ کا یہ عمل حضرت ابوبکر صدیقؓ کے صحبت رسول علیہ السلام سے افضل و اعلیٰ ہے۔

اس کا مفصل جواب تو انشاء اللہ العزیز فضائل صدیق اکبر کے باب میں دیا جائے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی عرض کر دینا کافی ہے کہ اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت علیؑ نے ہجرت کی رات نبی کریم علیہ السلام کے بستر پر لیٹ کر اور اپنی جان کو موت کے خطرے میں ڈال کر بہت بڑی سعادت حاصل کی اس لئے کہ اس رات نبی کے بستر پر سونا گویا کفار مکہ کی تلواروں کا مقابلہ کرنا تھا اور موت و حیات سے دست بدست جنگ تھی اور مکہ کے مشہور قبیلوں کے نامور بہادروں کی تلواروں سے لڑائی تھی۔

اور ہر لمحہ جان جان کا خطرہ تھا اس لئے کہ کافر پورے ساز و سامان اور اٹل ارادے سے آئے تھے!

مگر حضرت علیؑ بھی ایمان کے کوہِ گراں نھے اور انہوں نے بغیر کسی تامل کے اپنے آقا و مولا کے بستر پر سونا منظور کر لیا! اس لئے کہ نبی کے حکم کے بعد سوچنا ایمان کی توہین ہے! مگر حضرت صدیق اکبرؓ کا ہجرت کی رات اپنے محبوب حقیقی کے ساتھ جانا بھی کوئی معمولی عمل نہیں تھا اور انہوں نے بھی بغیر کسی سوچ بچار اور ہچکچاہٹ کے نبی اکرم علیہ السلام کے ساتھ جانے کی حامی بھری!

اس رات اور اس سفر میں حضور علیہ السلام کی رفاقت و مصاحبت و راصل صیبتوں اور خطروں کے سمندر میں کودنا تھا اور قدم قدم پر موت و بلاکت کا آواز دینا تھا!

اس لئے کہ یہ کوئی تفریحی یا تجارتی سفر نہ تھا بلکہ زندگی اور موت کا سودا تھا! مگر حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی کوئی مطلب پرست اور خود غرض ساتھی نہیں تھے بلکہ وہ صحیح معنوں میں یارِ غار! وفادار ساتھی! جانثار رفیق سفر اور سر فرس غلام تھے! اور کفار مکہ نے جب اندرا کر امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے بستر پر نبی کریم علیہ السلام کی بجائے حضرت علیؑ کو دکھیا تو وہ بغیر کسی تعرض و حملے کے واپس چلے گئے۔ بخلاف اس کے اس رات اس خطرناک سفر میں اگر کفار مکہ نبی کریم علیہ السلام کو کہیں دیکھ لیتے تو پھر منصف مزاج حضرات سوچیں کہ اس کا انجام کیا ہوتا!

لہذا نبیؐ کے بستر پر سونے کے عمل سے نبیؐ کے ساتھ جانے کا عمل افضل ہے! دوسری بات یہ ہے کہ جب تک حضرت صدیق اکبرؓ اپنے محبوبِ یقینی علیہ السلام کے پاس سے اس وقت تک حضرت علیؑ نبی کریم علیہ السلام سے دور رہے! یعنی صدیق اکبرؓ اس نرصہ میں علیہ السلام کی خدمت میں حاضر رہے اور حضرت علیؑ رضی اللہ عنہما! اب شیعہ حضرات بتائیں کہ خداوند نے قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ میں جن مہاجرین و انصار کی شان بیان کرنے ہوئے ان سے راضی ہونے کا نغمہ خوشنودی عطا کیا ہے۔ اور ان کے اخلاق و اخلاص! تقدس و اتقا! اعمال صالحہ اور دین و ایمان کے بدلے میں جنت کے باغ تیار کر رکھے ہیں جن میں کہ وہ ہمیشہ رہیں گے۔ کیا ان مہاجرین و انصار کی سندس جماعت میں حضرت صدیق اکبرؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی شامل ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں تو ثابت کرو؟

اور اگر ہیں تو پھر ان کے دین و ایمان اور ان کے جنتی ہونے میں شک کیوں؟ ہو سکتا ہے کہ کوئی بے ادب شیعہ مولوی یہ کہے کہ چونکہ اس آیت میں اصحاب ثلاثہ کے نام مذکور نہیں ہیں اس لئے یہ آیت ان کی شان و فضیلت میں نہیں ہے! تو اس شبہ کے ازالہ کے لئے اتنا عرض کر دینا ہی کافی ہے کہ قرآن پاک کی کسی آیت میں

پہنچتن پاک یعنی حضرت علی۔ حضرت فاطمہ۔ حضرت حسن و حسین رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہما کے نام مذکور نہیں ہیں تو کیا محض اس وایہیات خدشہ  
 کی بنا پر پہنچتن پاک کی عظمت و فضیلت کا انکار کر دیا جائے۔  
 نعوذ باللہ۔۔۔ وہاں بھی کتب نقایہ اور احادیث نبوی اور  
 شواہد تاریخ اور معتبر روایات کے پیش نظر خاندان نبوت کے  
 مقدس افراد کی عزت و حرمت اور فضیلت و عظمت پر ہر مسلمان کا  
 ایمان رکھنا ایمان کی شرط اول ہے!

مثلاً۔ آیت تطہیر اور آیت مباہلہ کے بارے میں ہمارا ایمان ہے کہ یہ آیتیں اہل  
 بیت اطہار اور پہنچتن پاک کی شان و فضیلت میں نازل ہوئی ہیں۔ لیکن ہر  
 دو آیتوں میں کسی کا نام مذکور نہیں ہے۔ صرف احادیث مصطفیٰ علیہ السلام  
 اور کتب نقایہ اور روایات معتبرہ کی بنا پر ہم تسلیم کرتے ہیں کہ یہ دونوں اہل بیت  
 اطہار کے فضائل و محاسن میں نازل ہوئی ہیں!

یہاں اس آیت کریمہ میں اگرچہ اصحاب ثلاثہ کا نام مذکور نہیں ہے لیکن  
 احادیث مصطفیٰ علیہ السلام اور کتب نقایہ میں پوری وضاحت سے ثابت  
 ہوتا ہے کہ جن مہاجرین و انصار کی شان میں یہ آیت نازل ہوئی ہے ان میں  
 یہ اصحاب ثلاثہ بھی شامل ہیں! اور نہ صرف یہ کہ احادیث نبوی اور کتب نقایہ  
 سے یہ ثابت ہے بلکہ شیعہ حضرات کے آئمہ مجتہدین کی معتبر کتابوں اور ان کی تفسیروں  
 میں بھی پوری تفصیل سے اصحاب ثلاثہ کے نام مذکور ہیں جن کی وضاحت تو  
 انشاء اللہ آگے آئے گی۔ یہاں صرف ایک دو حوالے ہی کافی ہیں!  
 مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۴۴ حضرت ائمہ معبد کے بھائی حضرت حبیب بن  
 خالد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں:-

اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حِيْنَ اُخْرِجَ مِنْ  
مَكَّةَ خَرَجَ مَهَاجِرًا اِلَى الْمَدِيْنَةِ هُوَ وَابُو بَكْرٍ۔

کہ جب نبی کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ کو  
چلے تو حضرت ابو بکرؓ بھی ساتھ تھے!

تفسیر حضرت امام حسن عسکری صفحہ ۲۱۲ :- فرماتے ہیں کہ جب نبی  
کریم علیہ السلام نے مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی، تو  
جانے سے پہلے حضور علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ سے فرمایا:-

اَدْرِيْتِ اَنْ تَكُوْنَ مَعِيَ يَا بَكْرِيْ !

کہ اے ابو بکرؓ کیا تو میرے ساتھ جانے کو راضی ہے۔ آگے تفصیل  
بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ پھر شوق و ذوق اور عشق و محبت سے نبی کریم  
علیہ السلام کے ساتھ چلے گئے۔

اور اگر کوئی دشمن اصحابہ کرامؓ یہ کہے کہ یہ آیت پاک ان مہاجرین انصار  
کی فضیلت میں نازل ہوئی ہے جنہوں نے خاص خدا کے لئے ہجرت کی تھی۔  
اور جنہوں نے خالص اللہ کے لئے مدد کی تھی نہ ان کے حق میں کہ جنہوں نے  
کسی دنیاوی طمع و لالچ کے لئے کی تھی۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہجرت اسلام کے ابتدائی دور میں ہوئی  
اور اس وقت دولت کے کون سے خزانے تھے جن کے لئے طمع و لالچ کیا  
جاتا!

اسلام کے ابتدائی دور میں تو مسلمانوں کو بیٹ بھر کر روٹی بھی نصیب  
نہیں ہوتی تھی۔ چہ جائیکہ ان کے پاس سونے و چاندی کے ڈھیر ہوتے!  
اور خود شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے خاٹہ اقدس میں تین تین دن

تک آگ نہیں جلتی تھی اور بھوک کی شدت کو مٹانے کے لئے پیٹ پر پتھر باندھ لیا کرتے تھے۔

اور کیا مدینہ منورہ کے رہنے والوں نے ہاجرین کی اس لئے عزت و مدد اور خاطر و مدارات کی تھی کہ ان کو پتہ چل گیا تھا کہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے آنے والے مسلمان اپنے ساتھ بہت سا مال و دولت لے کر آئے ہیں اگر یہ ٹھیک ہے تو شیعہ حضرات ثابت کریں !

اور اگر غلط ہے تو پھر ان پر طمع و لالچ کی خاطر گھر بار چھوڑنے کا الزام لگانا قرآن و حدیث کا انکار ہے اور قرآن و حدیث کا انکار کفر ہے ! قرآن پاک میں خداوند تعالیٰ نے بے ادب شیعوں کے دلوں میں صحابہ کرامؓ کے متعلق پیدا ہونے والے ان شبہات کا بھی خود ہی جوہر دے دیا ہے۔

پارہ ۷۱۔ سورۃ الحج۔ آیت ۷۱۔ اَلَّذِينَ اُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ

يَغْيِرُ حَقِّ اِلَّا اَنْ يَقُولُوْا رَبَّنَا اللّٰهُ !

کہ وہ لوگ جو اپنے گھروں سے بغیر کسی جرم و قصور کے نکالے گئے۔ صرف اس لئے کہ وہ کہتے تھے کہ ہمارا رب اللہ ہے۔

یہ آیت مبارکہ صاف بتلا رہی ہے کہ ہجرت کرنے والوں اور اپنے گھر بار اور خویش و اقارب چھوڑنے والوں نے کسی دنیاوی طمع و لالچ اور نفسانی خواہشات کے پیش نظر ایسا نہیں کیا تھا۔ بلکہ انہوں نے صرف اللہ کے لئے ہجرت کی تھی اور ان کا قصور صرف یہ تھا کہ وہ اللہ کو رب کہتے تھے !

جب خداوند تعالیٰ خود ہی اس بات کی تصدیق کر دے کہ صحاب

رسول علیہ السلام کی ہجرت کسی مال و دولت کے لالچ اور خواہشات  
 نفسانی کی بنا پر نہیں تھی بلکہ محض اللہ کی حقانیت و ربوبیت کی خاطر  
 وراپنے دین و ایمان کی حفاظت کے لئے تھی۔ تو پھر کسی کو کیا حق پہنچتا  
 ہے کہ وہ خدا کے مقابلہ میں اپنے تعصب و عناد کی بنا پر کھلی والے آقائے  
 دنیا و عالم علیہ السلام کے جانثار غلاموں کی پاک نیتوں پر حملہ کرے!  
 پارہ ۱۰۔ سورہ انفال۔ آیت ۷۲ :- وَالَّذِينَ آمَنُوا وَ  
 هَاجَرُوا وَجَاهِدُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَنَصَرُوا  
 وَلِيكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا لَهُمْ مَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ!  
 ترجمہ :- اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور گھر بار چھوڑے اور  
 اللہ کی راہ میں لڑے اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہی لوگ  
 پکے سچے مومن و مسلمان ہیں اور ان کے لئے بخشش اور عزت کی روزی ہے!  
 اس آیت پاک پر اگر تھوڑا سا بھی غور کیا جائے تو یہ حقیقت پوری  
 طرح روشن ہو جاتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے کس پیارے انداز میں اور  
 کس احسن طریقے سے اصحاب رسول علیہ السلام کی شان و فصیلت  
 اور توقیر و عظمت کو بیان کر کے گستاخانِ اصحاب پیغمبر علیہ السلام کے  
 تمام شکوک و شبہات کا ازالہ کرتے ہوئے غلامانِ مصطفیٰ یارانِ نبیؐ  
 اور محتبانِ اصحابہ کرامؓ کے دلوں کے لئے مسرت و راحت کا سامان پیدا  
 کر دیا ہے اور مسلکِ حقہ اہل سنت و جماعت کے پیروکاروں  
 کے سینوں کی ٹھنڈک اور آنکھوں کی ضیا کی دولت عطا  
 کر دی ہے۔ اور دشمنیوں کے دین و ایمان کے چہستان  
 میں بہارِ جانفزا کے دلفریب جھونکوں سے کیف و مستی کے

یہ سچول کھلا دئے ہیں!

اب شیعہ حضرات یہ بتائیں کہ اگر وہ واقعی صحیح معنوں میں موجودہ قرآن پاک پر ایمان رکھتے ہیں تو پھر ان آیات قرآنی کا انکار کیوں کرتے ہیں۔ جن میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے جانثار یاروں کے دین و ایمان! ان کی حق و صداقت اور رشد و ہدایت کی تصدیق کرنے کے ساتھ ساتھ خدا تعالیٰ ان کے جتنی ہونے پر بھی مہربانیت کر دی ہے۔

خداوند تعالیٰ تو اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے پکے و سچے مومن و مسلمان ہونے کا بار بار اعلان کرتا ہے مگر یہ لوگ خدا کے اعلان کو بھی جھٹکا کر ان کے دین و ایمان میں شک کر کے اور نعوذ باللہ ان پر نفاق و گمراہی کے فتوے لگا کر اپنی کشت لایمان کو برباد کر رہے ہیں!

اور پھر یہ بھی بتائیں کہ اس آیت پاک میں جن لوگوں کے کامل ایمان کی تصدیق کی گئی ہے اور جن کو رحمت و بخشش کا یقین دلایا گیا ہے اور جن کو جنت کی خوشخبری دی گئی ہے۔ اصحاب مصطفیٰ علیہ السلام کے علاوہ اور کون تھے؟

اگر ان کے علاوہ وہ کوئی دوسرا گروہ تھا تو ان کے نام بتاؤ؟ اور اگر یہی تھے جن کو تم گالیاں دینے ہو تو پھر قرآن پاک پر ایمان رکھتے ہوئے ان کی غلامی کا طوق اپنے گلے میں ڈال کر خدا اور رسول کو راضی کر لو! یہ سورہ ال عمران - آیت ۱۰۳: كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ!

ترجمہ: تم سب امتوں میں سے بہتر امت ہو تمہیں پیدا کیا



گیا ہے یا تمہیں چین لیا گیا ہے کہ تم انسانوں کو نیکی کا حکم کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو! اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو! یہ آیت مبارکہ بھی منکرینِ اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے لئے ایک تازیانہ عبرت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا ہے کہ تم بہتر امت ہو اور میں نے تم کو نسلِ انسانی کی ہدایت و رہنمائی کے لئے منتخب کر لیا ہے!

یہ کتنے افسوس کی بات ہے کہ خدا جن کو بہتر امت کہہ کر مخاطب کرتا ہے یہ گستاخانِ اصحابہ ان کو بدترین امت کہتے ہیں اور ان کی فضیلت و عظمت کا انکار کر کے اپنی ضلالت و گمراہی کا مظاہرہ کرتے رہتے ہیں!

نام نہاد شیعانِ علیؓ بتائیں کہ اگر اصحابہ کرامؓ بہترین امت نہیں تھے تو خدا کا یہ خطاب کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ كُنْ مِنْهُمْ؟ اور اگر ان کے اعمال اچھے نہ تھے تو اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ كُنْ مِنْهُمْ؟ اور اگر وہ بچے و سچے مومن نہیں تھے تو خدا تعالیٰ تَوْ مَنُونَ بِاللَّهِ كُنْ مِنْهُمْ؟ متعلق فرما رہا ہے؟

تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۸۷-۱ اس آیت پاک کا شان نزول بیان کرتے ہوئے علامہ علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی نے لکھا ہے۔ کہ مالک بن الصیف اور وہب بن یہود نے حضرت عبداللہ بن مسعود اور دیگر اصحابہ کرامؓ سے کہا نَحْنُ مِنْكُمْ وَدِينُنَا خَيْرٌ مِنْكُمْ کہ ہم لوگ تم سے افضل ہیں اور ہمارا دین بھی تمہارے دین سے اچھا و

بہتر ہے!

تو مشرکین عرب کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی کہ اے محبوب پاک علیہ السلام کے وفادار غلاموں یہ مشرکین اپنے زعم باطل کی بنا پر تمہیں جو چاہیں سو کہیں مگر جب میں اعلان کرتا ہوں کہ تم سب سے بہتر اور اچھے ہو اور تمہارا دین بھی تمام ادیان سے بہتر اور افضل ہے اور تمہارا دین ہی حق ہے!

آیت کریمہ کے شان نزول کو سمجھنے سے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ یہ آیت تو مشرکین عرب اور کفار مکہ کے جواب میں ان کے زعم باطل کے رد کے لئے نازل ہو رہی ہے مگر یہ لوگ نعوذ باللہ انہیں پر نفاق و کفر کے فتوے لگاتے ہیں!

تفسیر خازن جلد اول صفحہ ۲۸۴ - تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۲۵ :-

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ وَالْمَعْنَى أَنْكُمْ كُنْتُمْ فِي اللُّوحِ الْمَحْفُوظِ  
مَوْصُوفِينَ بِأَنَّكُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ - خَيْرَ الْأُمَّةِ وَأَفْضَلِهِمْ!  
کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام کے جا نثار یار وہی نہیں  
کہ تم آج ہی بہتر امت ہوئے ہو بلکہ یہ تمہارا انعام تو لوح محفوظ پر  
بھی لکھا ہوا تھا!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت ضحاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
فرماتے ہیں - وَلَكِنَّ فِي خَاصَّةٍ مِّنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ  
السَّلَامُ وَهُمْ أَصْحَابُ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ!  
کہ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ کا خطاب نبی کریم علیہ السلام کے اصحاب کے  
لئے مخصوص ہے!

وَ فَخْصَوْصُ بِقَوِّهِ مَعِينِينَ مِنْ أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ وَهُمْ

السَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ !

اور یہ خطاب نبی کریم علیہ السلام کی مدد کرنے والوں کے لئے مخصوص ہے جنہوں نے سب سے پہلے ہجرت کی !

پس سورۃ آل عمران - آیت ۱۲۳ :- وَقَدْ نَصَّرَكُمَا اللَّهُ بِبَدْرِ

وَ أَنْتُمْ آذِلَّةٌ فَاتَّقُوا اللَّهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ إِذْ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ

أَلَنْ يَكْفِيَكُمْ أَنْ يُمِدَّاكُمْ بِثَلَاثَةِ آلَافٍ مِّنَ الْمَلَائِكَةِ مُنْزَلِينَ !  
ترجمہ :- یقیناً اللہ تعالیٰ نے جنگِ بدر میں تمہاری مدد کی اس کے  
باوجود کہ تم لوگ دشمن کے مقابلہ میں کمزور اور بے حقیقت تھے پس خدا تعالیٰ  
سے ڈرتے رہو تا کہ اس کے لشکر گزار بنو!

اے میرے محبوبِ پاک علیہ السلام اس وقت تم ایمان والوں سے  
کہہ رہے تھے کہ کیا تمہارے لئے کافی نہیں ہے کہ خدا تین ہزار فرشتے  
بھیج کر تمہاری مدد کرے !

قرآن مجید کی یہ آیت کریمہ بھی شانِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ  
عنہم کو روشن کرنے کے لئے ایک زندہ حقیقت کی حیثیت رکھتی ہے -

اور یارانِ نبی علیہ السلام کے دین و ایمان پر ایک ٹھہر ہے اور ان کا  
اسلام کی عظمت ! دین کی سر بلندی اور قرآن و ایمان کی آبرو کی خاطر  
میدانِ جہاد میں لشکرِ کفار کے ساتھ بڑی بہادری سے لڑنے کی ایک  
روشن دلیل ہے !

جنگِ بدر - توحید و شرک کی پہلی جنگ تھی اور اسلام و کفر  
کی پہلی لڑائی - نیکی و بدی کا پہلا تصادم تھا اور حق و باطل کا پہلا معرکہ !

اور یہ وہی جنگ ہے جس میں کفر اپنی پوری طاقت کے ساتھ میدانِ بدر میں اسلام کو مٹانے کی خاطر پرے جمائے بیٹھا تھا اور ادھر شہنشاہِ دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم صرف تین سو تیرہ اسلام کے مجاہدوں! دین کے غازیوں اور توحید کے پرستاروں کی ایک مٹھی بھر روحانی جماعت لے کر کفر و الحاد اور ضلالت و گمراہی کو مٹانے کے لئے کفارِ مکہ کی پوری قوت و طاقت کا مقابلہ کرنے کے لئے خود امیر لشکر بن کر میدانِ بدر میں رونق افروز ہوئے!

رمضان المبارک کا مقدس مہینہ اور شدید گرمی کا موسم تھا اور یہ غازیانِ اسلام جن کی پیشانیوں پر سجدوں کے نشان تھے اور جن کے ہاتھوں میں ٹوٹی ہوئی تلواریں تھیں آج ساری دنیا کی تقدیر بنانے جا رہے تھے! اگرچہ ان کے پاس کوئی سامانِ جنگ نہیں تھا مگر پھر بھی یہ لشکر ساری دنیا سے انوکھا تھا نرالا تھا

کہ اس لشکر کا افسر ایک کالی کبلی والا تھا

یہ دلچ پوشوں کا روحانی ٹولہ یہ صبر کوششوں کی مقدس جماعت اور یہ فاقہ مستوں کا نورانی گروہ گیلی لکڑیوں کو جھکا کر بنائی ہوئی کمانیں! ٹوٹے ہوئے نیزے اور شکستہ دستوں والی تلواریں لے کر سر بکف اور کفن بدوش ہو کر جب تاجدارِ عرب و عجم کی قیادت میں میدانِ بدر میں آیا تو ان کا مقصد جاہ و حشمت! دولت و ثروت اور ملک گیری کی ہوس نہ تھا بلکہ حق پرستوں کی یہ جماعت اسلام کی عظمت! دین کی حفاظت! مذہب کی رکھوالی اور قرآنِ پاک کی نشر و اشاعت کی خاطر کفارِ مکہ کی زہر آلود تلواروں کا مقابلہ کرنے کے لئے بدر کے ریگستان میں آئی تھی!

اور یہی وہ جنگ ہے جس میں بیٹے کو باپ سے اور باپ کو بیٹے سے اور بھائی کو بھائی سے لڑنا ہوا دیکھا گیا اور جس میں ایک ہی برادری کی دو جماعتیں! ایک ہی قبیلہ کے دو گروہ اور ایک ہی خاندان کے دو ٹوٹے آپس میں دست و گریباں ہوئے ایک کفر و شرک! ضلالت و گمراہی اور وحشت و بربریت کے دریا میں غرق تھا اور دوسرا توحید و رسالت! رشد و ہدایت اور حق و صداقت کے گلشن کا محافظ! ایک اسلام کو مٹانے کے لئے آیا تھا اور دوسرا بچانے کے لئے ایک ناموس رسالت پر حملہ آور تھا اور دوسرا اس کی حفاظت کی خاطر مر مٹنے کے لئے۔

ایک طرف عتبہ و اُمیہ تھے اور دوسری طرف صدیق و عمرؓ تھے! ایک طرف ابو جہل و ولید تھے اور دوسری طرف عبیدہؓ و علیؓ تھے، برادری بھی ایک تھی اور قبیلہ بھی ایک تھا! رشتہ دار بھی تھے اور خاندان بھی ایک لیکن بھائی کی تلوار بھائی سے ٹکرائی اور باپ کی تیغ بیٹے سے! اور پھر امام الانبیا علیہ السلام نے میدان جنگ کا نقشہ دیکھا اور ہاتھ اٹھا کر فتح و نصرت کے لئے دعا فرمائی!

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۹۳:- حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ جنگ بدر کے دن نبی کریم علیہ السلام نے مشرکین کی طرف دیکھا اور ان کی تعداد ایک ہزار تھی تو پھر کہلی والے آقا علیہ السلام نے یہ دعا کی:-

اللهم ان تھلك هذه العصاة من اهل الاسلام  
لا تعبد في الارض!

کہ آئے میرے اللہ یہ تین سو تیرہ جان نثار مسلمانوں کی جماعت لے  
 کر میدان میں آگیا ہوں آج اگر تو نے ان کی مدد نہ کی اور اگر یہ ہلاک  
 ہو گئے۔ تو پھر زمین پر تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا!  
 اگر کفار نے ان کو جہاں سے محو کر ڈالا

تو قیامت تک نہیں پھر کوئی تجھ کو پوجنے والا

اور پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ السلام بذاتِ خود میدانِ جنگ  
 میں تشریف لائے!

مگر جب کسلی والا آگیا اٹھ کر مصیبت سے

خدا ہی ہو گئی محفوظ شیطانوں کے ہاتھ سے

صدائے نعرہ تکبیر سے تھر۔ ا۔ اٹھی وادی

کہ امت کے ضعیفوں کی مدد کو آگیا ہادی

اور پھر تلوار میں چمکیں اور ٹکرائیں! نیر سے اٹھے اور چلے!

تیسرے کمانوں سے نکلے اور برسے!

میدانِ کارزار گرم ہوا!

کافروں کو اپنے ہاڑو سامان پر ناز تھا اور مسلمانوں کو اپنے دین و

ایمان پر!

ان کو زہرا گود تیروں اور فولادی تلواروں پر بھروسہ تھا اور

ان کو

نہ تیسرے تیغ پر تکیہ نہ نیزے پر بھالے پر

سہارا تو ایک سادہ سی کالی کسلی والے پر

اور یہ وہی جنگ ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک

علیہ السلام کی دعائے نصرت و فتح کو قبول کرتے ہوئے پہلے ایک ہزار اور پھر تین ہزار اور پھر پانچ ہزار فرشتوں کی فوج بھیج کر مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔ جس کا ذکر قرآن پاک کی آیت میں کیا گیا ہے کہ وَ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ بِبَدْرٍ!

تفسیر کبیر جلد ۲ - صفحہ ۳۵۵ :- فَقَالَ قَوْمٌ نَزَلَ جِبْرِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي خَمْسِمِائَةٍ مَلَكَ عَلِيٍّ الْمِيمَنَةَ وَفِيهَا أَبُو بَكْرٍ وَمِيكَائِيلُ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي خَمْسِمِائَةٍ عَلِيٍّ الْمِيدَةَ وَفِيهَا عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ! کہ حضرت جبریل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کا لشکر لے کر میمنہ کی جانب آئے اور حضرت ابو بکرؓ بھی ساتھ تھے اور حضرت میکائیل علیہ السلام پانچ سو فرشتوں کی فوج لے کر بیسرہ کی طرف آئے اور حضرت علیؓ بھی ساتھ تھے!

تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۲۹ :- اَنَّ عَبْدَ الرَّحْمَنِ ابْنَ أَبِي بَكْرٍ كَانَ يَوْمَ بَدْرٍ مَعَ الْمُنْشَرِّ كَيْنٍ فَلَمَّا اسْلَمَ قَالَ لِأَبِيهِ لَقَدْ أَهَدَفْتُ لِي يَوْمَ بَدْرٍ فَأَنْصَرَفْتُ عَنْكَ وَلَمَّا أَقْتَلَكَ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ لَكِنَّكَ لَوْ أَهَدَفْتُ لِي لَمَّا أَنْصَرَفْتُ عَنْكَ! کہ عبدالرحمن حضرت ابو بکر کے بیٹے جنگ بدر میں کفار مکہ کے ساتھ تھے اور پھر جب وہ مسلمان ہوئے تو اپنے باپ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کہنے لگے کہ آپ میری زد میں تین دفعہ آئے مگر میں نے باپ سمجھ کر آپ کو قتل نہ کیا تو حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا بیٹا اگر تو ایک دفعہ بھی میری زد میں آجاتا تو میں تجھے ضرور قتل کر دیتا اس لئے کہ دین ایمان اور ناموس رسالت کے مقابلے میں بیٹا کوئی چیز نہیں ہے!

اب نہیں شیعہ مجتہدین سے پوچھتا ہوں کہ وہ ذرا انصاف پسند نظر سے دیکھ کر اور منصف مزاج دلوں سے سوچ کر بتائیں کہ کیا یہ آیت قرآن پاک کی ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو ثابت کریں!

اور اگر ہے تو پھر اس آیت پاک میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور عمر فاروقؓ اور دوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم داخل ہیں کہ نہیں؟ اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کریں؟ آیت میں نبی کریم علیہ السلام کا یہ خطاب کہ اذ تَقُولُ لِلْمُؤْمِنِينَ كُنْ مِنْهُمْ ہے؟

اور اگر اس جنگ میں اصحابہ کرامؓ بھی پورے دین و ایمان کے جذبے کے تحت شریک تھے تو پھر ان کی شان اور ان کے ایمان میں کسی قسم کا شک کر کے اور قرآن پاک کو جھٹلا کر جہنم کی آگ کا ایندھن کیوں بن رہے ہو؟ اور پھر یہ بھی پوچھتا ہوں کہ میدان جنگ میں نبی کریم علیہ السلام کی دعائیں جو مِنْ أَهْلِ الْإِسْلَامِ آئی ہیں۔ اس سے کون لوگ مراد ہیں؟ اگر اس دعائیہ جملہ میں اصحابہ کرامؓ داخل نہیں تو استثنائی وجہ دلائل سے ثابت کریں! اور اگر ہیں تو پھر یہ کتنے غضب کی بات ہے کہ قرآن پاک میں خداوند تعالیٰ اور حدیث مبارکہ میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم جن کے دین و ایمان کی گواہی دیں اور ان کے حق میں دعائے فتح و نصرت فرمائیں اور اسلام کی عظمت اور دین کی سر بلندی کا دار و مدار اپنے انہیں جاننا صحابہ کرامؓ پر رکھیں ان کے بارے میں طعن و تشنیع کا بازار گرم کر کے اپنے دین و ایمان کو برباد کرنا کہاں کی عقلمندی ہے!

ممکن ہے کہ یہ حضرات مذکورہ بالا حقایق کا اپنی ہٹ و صہری کی بنا پر انکار کر کے یا ران نبی پر یہ الزام لگائیں کہ وہ کسی جنگ میں بھی شریک



نہیں ہوئے اس روشن حقیقت پر بھی غور کریں!

تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۲۹ :- حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہت بڑے بہادر تھے اس لئے کہ جنگِ بدر میں ہم نے نبی کریم علیہ السلام کے لئے ایک اونچی جگہ بنا دی تھی۔ فَقُلْنَا مَنْ يَكُونُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَيْثًا يَهْوَى إِلَيْهِ أَحَدٌ مِنَ الْمُشْرِكِينَ فَوَاللَّهِ مَا دَنَا مِنَّا أَحَدٌ إِلَّا آبَا بَكْرٍ! — اور پھر ہم نے مشورہ کیا کہ نبی کریم علیہ السلام کی حفاظت کے لئے ان کے ساتھ کون رہے تاکہ مشرکین تکہ نبی کریم علیہ السلام پر حملہ نہ کر سکیں تو فیصلہ ہوا کہ حضرت ابو بکرؓ کو حضور علیہ السلام کے ساتھ رکھا جائے اور پھر ابو بکرؓ سے زیادہ ہم میں سے کوئی بھی تہی کرنا علیہ السلام کے قریب نہ تھا!

حملہ حیدری ملا باذل ایرانی - یہ شیعہ مجتہد لکھتا ہے ۵  
ابو بکرؓ نزد نبی داشت جائے یہ بگفت امی بحق خلق را ہنمائے  
کہ جنگِ بدر میں ابو بکرؓ نبی کریم علیہ السلام کے بہت قریب تھے۔  
شیعہ حضرات اگر قرآن و حدیث اور ہماری کسی کتاب کو نہیں مانتے  
تو نہ سہی اپنے ہی اس مجتہد ملا باذل ایرانی کے اس حقیقت افروز بیان  
کو تسلیم کر کے اصحابہ کرام کے متعلق تمام شکوک و شبہات کو دور کر کے ان  
کی غلامی کا بیڑا اپنی گردنوں میں ڈال کر خدا و رسول کی خوشنودی حاصل  
کر لیں!

آخر ملا باذل ایڈنی کوئی سستی تو نہیں تھا کہ اس نے اپنا مسلک صحیح  
ثابت کرنے کے لئے حضرت ابو بکرؓ کے متعلق یہ شعر لکھ دیا ہے بلکہ وہ شیعہ

تھا اور بہت بڑا عالم تھا مگر چونکہ فضائل اصحابہ کرامؓ کا انکار کرنا چکتے ہوئے سورج کا انکار کرنا ہے اور ان کے فضائل و محاسن اتنے روشن اور وسیع ہیں کہ ان کو چھپانا ایک انصاف پسند انسان کے لئے بچا ہے وہ یکتا شیعہ ہی کیوں نہ ہو بے انصافی ہے اس لئے ملا باذل ایرانی نے بھی اس حقیقت کو فراموش نہ کرتے ہوئے کٹر شیعہ ہونے کے باوجود بھی اپنی کتاب حملہ حیدری میں لکھ کر اپنے منصف مزاج ہونے کا ثبوت دیا ہے!

شیعہ حضرات کا اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر یہ الزام لگانا کہ وہ جنگِ اُحار میں بھاگ گئے تھے بالکل بے بنیاد اور غیر حقیقت پسندانہ الزام ہے اس لئے کہ اول تو کتب تفسیر میں لکھا ہے کہ انہوں نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ جیسا کہ تفسیر خازن جلد ۱ صفحہ ۳۱۲ :- وکان اصحاب محمد علیہ السلام لو لو اعندہ یوما حد الاثلاثہ عشر رجلا منهم ابوبکر وعمر وعلی وطلحہ بن عبید اللہ وعبد الرحمن ابن عوف والزبیر وسعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ کہ جنگِ اُحار سے کچھ لوگ بھاگ گئے تھے مگر تیرہ جانثار ساتھی میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے جن میں ابوبکرؓ، عمرؓ، فاروقؓ، حضرت علیؓ، حضرت طلحہؓ، حضرت عبدالرحمنؓ، ابن عوفؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت سعد بن ابی وقاصؓ شامل تھے!

مجاہدین اُحد کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی :-

۴۱۔ سُوْرَةُ اَلِ عِمْرَانَ۔ آیت ۱۲۱ :- وَ اِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَهْلِكَ تَبَوُّیْ الْمُوْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ وَاللّٰهُ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ اِذْ

كَهَمَّتْ طَائِفَتَانِ مِنْكُمْ أَنْ تَفْشَلَا وَاللَّهُ وَلِيَهُمَا ط وَعَلَى اللَّهِ  
فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُونَ!

اے میرے محبوب پاک علیہ السلام ایک وقت وہ بھی تھا کہ جب  
تم اپنے بال بچوں سمیت صبح ہی نکل کھڑے ہوئے اور ایمان والوں  
کو لڑائی کے مورچے پر بٹھا رہے تھے اور خدا سب کچھ سنتا جانتا ہے  
یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب تم میں سے دو گروہوں نے پسپا ہونے کا  
ارادہ کیا لیکن وہ پھر سنبھل گئے کیونکہ خدا ان کا سرپرست تھا اور  
مومنین کو خدا پر ہی بھروسہ رکھنا چاہیے!

اس آیت سے مندرجہ ذیل حقائق روشن ہوتے ہیں۔

۱۔ مجاہدین اُحد کے مسلمان و مومن تھے۔

۲۔ شکر اسلام کے جانباز سپاہی تھے۔

۳۔ ان کا مددگار و سرپرست خود خدا تعالیٰ تھا۔

**سوال**۔ شیعہ حضرات سوال کرتے ہیں کہ اس آیت میں ان

اصحاب کرامؓ کا میدان جنگ سے بھاگنا ثابت ہوتا ہے اور

میدان جہاد سے بھاگنا بہت بڑا گناہ و جرم ہے؟

**جواب**۔۔ بیشک میدان جہاد سے بھاگنا بہت بڑا جرم ہے لیکن،

اگر کوئی حجِ کسی ملزم کو بری کر دے تو پھر بھی اس کے جرم کا تذکرہ گلی

گلی کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے!

اول تو اصحاب کرامؓ کا بھاگنا کسی ثقہ اور قوی روایت سے ثابت ہی

نہیں ہے اور جب ایسا نہیں ہے تو پھر کسی ضعیف سی روایت پر کسی

کے ایمان و کفر کو جانچنا اصولِ دین کے خلاف ہے؟

جیسا کہ پہلے ثابت کیا جا چکا ہے کہ یہ حضرات بھاگنے والوں میں سے نہیں تھے وہ اور لوگ تھے جو میدانِ اُحد سے بھاگے تھے! اور اگر ان کی یہ لغزش صحیح تسلیم بھی کر لی جائے تو پھر بھی اصحابِ ثلاثہ رضی اللہ عنہم کے دین و ایمان اور ان کی شان و عظمت کے واسطے پر کوئی داغ نہیں آتا اس لئے کہ جب خدا تعالیٰ نے ان کی اس لغزش کو کھلے الفاظ میں معاف فرما دیا ہے تو پھر کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس معاملہ میں قیامت تک ٹانگ آڑتا پھرے۔

پارہ ۴ - سُوْرَةُ اِلِ عِمْرَانَ - آيَت ۵۵ :- اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ اَلْتَّقِي الْاَجْمَعِيْنَ اِنَّمَا اسْتَرَا لَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بَعْضُ مَا كَسَبُوْا وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ  
 کہ جو لوگ تم میں بٹ گئے جس دن ٹھہریں دو فوجیں سوان کو ڈگر لایا شیطان نے کچھ ان کے اعمال کی شامت سے اور ان کو اللہ نے معاف کر دیا ہے اور بخش دیا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے!

پارہ ۴ - سُوْرَةُ اِلِ عِمْرَانَ - آيَت ۵۲ :- وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدًا اِذْ تَحْسَبُوْنَ لَهُمْ يٰۤاَذِيْنٰٓ حَتّٰى اِذَا فِشَلْتُمْ وَتَنَادَعْتُمْ فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰدَكُم مَّا تَحِبُّوْنَ مِنْكُمْ مِّنْۢ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ وَلَقَدْ عَفَا عَنْكُمْ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلٰى الْمُؤْمِنِيْنَ  
 اور بیشک سچا کیا تم سے اللہ نے اپنا وعدہ جبکہ تم کاٹ رہے تھے ان کو اس کے حکم سے یہاں تک کہ جب تم نے بدولی کی اور تم جھگڑنے لگے اس معاملہ

میں اور تم نے نافرمانی کی بعد اس کے کہ دکھا دی تم کو وہ چیز جس کو تم دل سے چاہتے تھے تم میں سے بعض وہ ہے جو چاہتا ہے دنیا اور بعض وہ ہے جو چاہتا ہے آخرت پھر بٹا دیا تم کو ان سے تاکہ آزمائے تم کو اور بیشک اس نے معاف کر دیا تم کو اور اللہ بڑے فضل والا ہے مسلمانوں پر۔  
قرآن پاک کی ان دونوں آیتوں پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نے میدانِ اُحد سے بھاگنے والے مسلمانوں کی لغزش کو کھلے الفاظ میں معاف کر دینے اور فضل کرنے اور بخشنے کا اعلان فرما دیا ہے۔

اس کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات یا رانِ نبی پر بھاگنے کے الزام لگا ران پر کفر و نفاق کے فتوے لگاتے ہیں تو اس کا پھر مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ واقعی نہ قرآن کو مانتے ہیں اور نہ ہی حدیث کو اور یہ حضرات فرمانِ خداوندی کو جھٹلا کر اور کلامِ خدا میں شک کر کے اپنی دین و ایمان کی کھینٹی کو خود ہی پامال کر رہے ہیں!

اب اس سے زیادہ اصحابِ رسول علیہ السلام کی شان و عظمت اور عزت و فضیلت اور کیا ہوگی کہ پیغمبرِ خدا ان کے حق میں عائد فتح و نصرت کرتے ہیں اور بارگاہِ رب العزت میں عرض کرتے ہیں کہ یہی وہ لوگ ہیں جن پر آئندہ اسلام کی عظمت کا دار و مدار ہے اور انہیں بگے ذریعے سے دنیا میں تیرا نام بلند ہوگا اور اگر یہ مٹ گئے تو دین کا خاتمہ ہو جائے گا اور قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہ ہوگا!  
ان دونوں آیتوں میں یہ الفاظ اور بھی قابلِ غور ہیں۔ تبوی المؤمنین۔  
واللہ ولیہا۔ فلینوکل المؤمنون۔ واللہ ذو فضل علی المؤمنین!

اگر یارانِ نبی علیہ السلام میدان سے بھاگ کر نعوذ باللہ کافر یا منافق ہو گئے ہوتے تو خدا تعالیٰ ان کو بار بار مومنین اور مومنوں نہ کہتا اور اللہ ولیہما کہہ کر ان کی مدد و نگہبانی اور سرپرستی کا اعلان نہ کرتا۔  
حکمہ حیدری ملا باذن ایرانی ص ۲۷ :-

پس ازین خبر سید المرسلین

یکے انجمن ساخت باہل دیں

بفرمود آنگہ با اصحاب خویش

کہ اے حق پرستان پاکیزہ کیش

کہ جب نبی کریم علیہ السلام کو یہ خبر ملی کہ کفار مکہ ایک بہت بڑا لشکر لے کر میدان میں آگئے ہیں تو نبی کریم علیہ السلام نے مشورہ کے لئے اپنے دین پرست دوستوں اور ساتھیوں کو جمع کیا اور فرمایا کہ اے حق پرست اور پاکیزہ مذہب رکھنے والو بتاؤ کفار کا مقابلہ کس طرح کیا جائے! تو حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا :-

بگفتند یا سید المرسلین

قدم پیش بگذار و مارا ببین

کہ با دشمن دین چہا میکنیم

چہ سال در بیت جانِ خدا میکنیم

کہ اے تمام رسولوں کے سردار! آپ لڑنے کے لئے قدم آگے بڑھائیں اور ہم کو دیکھیں کہ ہم کس جانفشانی اور بہادری سے لڑ کر دین کے دشمنوں کے ساتھ کیا کرتے ہیں اور ہم اپنی جانیں قربان کر دیں گے مگر اسلام کی عظمت کے جھنڈے کو سرتنگوں نہیں ہونے دیں گے۔

شیعہ حضرات اپنے ملا باذل ایرانی کے ان اشعار پر غور کریں کہ وہ کس  
 سیدت کے ساتھ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کے دین و ایمان اور  
 کے جذبہ جہاد کو بیان کر رہا ہے اور اسلام کی عظمت کی خاطر اپنی  
 نہیں قربان کر دینے کے عزم کو ظاہر کر رہا ہے!

تو بھلا وہ نبی کریم علیہ السلام کے ایسے وفادار غلام جانتا تھا  
 برسرِ فروش مجاہد جو سب سے پہلے دین کی سر بلندی اور اسلام کی عظمت  
 رسالت کی حفاظت کی خاطر اپنی جانیں قربان کر دینے کا عہد  
 ان کے متعلق یہ گمان بھی کرنا کہ وہ کسی میدانِ جہاد سے بھاگ گئے  
 ان کے گمراہی نہیں تو اور کیا ہے؟

اصل میں بات یہ ہے کہ جنگِ اُحد میں کفارِ مکہ نے یہ مشہور کر دیا تھا  
 جو ذبا اللہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قتل کر دئے گئے ہیں!

اس بدترین خبر کے بعد بھلا مسلمانوں کا جم کر لڑنا کیسے ممکن تھا جبکہ  
 ان کو یہ خبر مل چکی تھی کہ ان کا امیر سید المرسلین علیہ السلام مارے گئے ہیں۔  
 اس افراتفری اور خوف و ہراس کے عالم میں مجاہدین ادھر ادھر  
 بھاگنے لگے تاکہ یہ معلوم کر سکیں کہ کیا ہمارے آقا و مولا واقعی مارے گئے  
 ہیں؟ ان کی اس بھاگ دوڑ کو میدانِ جنگ سے فرار سے تعبیر کیا گیا ہے۔  
 یا پھر جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہو گئی تو کچھ لوگوں نے مال  
 قیمت حاصل کرنے کے لئے اپنے مقام کو چھوڑ دیا جس کو بھاگنے سے  
 تعبیر کیا گیا ہے۔

اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میدانِ بدر میں اسلام کی فتح و  
 نصرت کے لئے جو دعا فرمائی تھی اگر شیعہ حضرات اپنی آنکھوں سے

تعصب و عناد کی پٹی اتار کر دیکھیں اور یارانِ نبی کے متعلق بدگمانی و  
ہٹ دھرمی کے گرد و غبار کو اپنے دل و دماغ سے جھاڑ کر سوچیں  
تو پھر کوئی وجہ نہیں کہ سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے ان مسافروں کو  
صحیح راستہ نہ مل سکے اور ان کے تاریک دلوں میں نورِ ہدایت کی روشنی  
نہ پہنچ سکے۔

دُعا یہ ہے کہ اے اللہ! اپنے جانثار مسلمانوں کی مُٹھی بھر جماعت  
لے کر میدان میں آگیا ہوں اگر آج یہ ہلاک ہو گئے تو پھر زمین پر تیری  
عبادت کرنے والا کوئی نہیں رہے گا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مجاہدین بدر کو مسلمان فرمانا کتنی  
بڑی سعادت ہے۔ کتنا بڑا انعام اور کتنا بڑا احسان ہے۔  
اور وہ انسان کتنا بڑا احمق ہے جو ان مقدس انسانوں کے ایمان  
اسلام میں شک کرتا ہے جن کو کہلی والا اپنی زبان پاک سے مسلمان  
فرماتا ہے۔

اور اس دُعا میں یہ حقیقت بھی روزِ روشن کی طرح عیاں ہو  
ہو جاتی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگِ بدر میں نہ صرف یہ  
کہ اسلام کی عظمت! دین کی سر بلندی اور حق و ہدایت کی عزت و آبرو  
کو مجاہدین بدر کی زندگی و سلامتی پر موقوف کر دیا تھا بلکہ زمین پر  
عبادتِ خداوندی۔ توحیدِ باری تعالیٰ کی حفاظت اور رسالت و  
قرآن کی رکھوالی۔ نیکی و شرافت کی نگہبانی اور حق و صداقت کی پاسبانی  
کا دار و مدار بھی انہیں مجاہدین بدر پر چھوڑ دیا تھا۔ جو ناموسِ اسلام  
کی خاطر اپنے پورے جوشِ ایمان سے کفارِ مکہ کے ساتھ میدانِ بدر میں لڑنے



آئے تھے۔ اس لشکرِ اسلام میں حضرت سیدنا ابو بکر صدیقؓ، حضرت سیدنا  
عمر فاروقؓ اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰؓ بھی شامل تھے۔  
پھر جنگِ بدر میں اسلام کی فتح ہوئی۔ دین سر بلند ہوا۔ حق کا  
پرچم لہرایا۔ نیکی جیت گئی اور شیطانی قوت کے مقابلہ میں رحمانی طاقت  
غالب آئی۔

اور پھر میدانِ بدر میں جوشِ ایمان اور غیرتِ دین کے ساتھ مشرکین  
مکہ سے لڑنے والے اسلام کے بہادر سپاہیوں۔ دین کے سچے پرستاروں  
اور کھلی والے آقائے دو عالم کے جانثار غلاموں کو خداوند تعالیٰ کی  
طرف سے جو انعام ملا وہ یہ ہے:-

مدارج النبوت جلد ۲۔ جنگِ بدر:-

فَاعْمَلُوا مَا نَشِئْتُمْ فَقَدْ غَفَرْتُ لَكُمْ!

کہ اے میرے دین کو سر بلند کرنے والو اور اے میرے نام  
کو زندہ رکھنے والو اور اے میری توحید کے پرچم کو لہرانے والو  
اور اے میرے محبوبِ پاک علیہ السلام کے جانثار غلاموں آج  
کے بعد تم جو چاہو سو کرو۔ میں نے تمہیں اس جنگ میں بڑی بہادری  
شجاعت سے لڑنے اور تمہارے دین و ایمان کو دیکھ کر بخش دیا ہے۔  
مسلم شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۳:- مجاہدین بدر کی بخشش کی تصدیق  
فتح مکہ کے وقت اس مشہور واقعہ سے بھی ہوتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام  
نے مکہ مکرمہ کی فتح کے لئے مدینہ منورہ کے اطراف و اکناف سے اسلام  
کا ایک بھاری لشکر تیار کرنے کے لئے مختلف قبائل کی طرف پیغامات

لے ترجمہ مدارج النبوت مطبوعہ ایچ۔ ایم سعید اینڈ کمپنی کراچی صفحہ ۱۲۶۔

جیسے تو حضرت حاطب بن ابی نے نبی کریم علیہ السلام کے فتح مکہ کے ارادے اور شکر اسلام کی تیاری کے متعلق مشرکین مکہ کی اطلاع کے لئے ایک خط لکھ کر قبیلہ خزیمہ کی ایک عورت جس کا نام طعینۃ تھا دے کر اسے کہا کہ میرا یہ خط فوراً مشرکین مکہ کو پہنچا دے۔

حضرت حاطب کا یہ خط جو ظاہری طور پر مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی وہ عورت لے کر مدینہ منورہ سے روانہ ہو گئی تو امام الانبیا علیہ السلام نے اپنے غلاموں سے فرمایا کہ فوراً جاؤ اور ایک عورت خط لے کر مکہ کی طرف جا رہی ہے اسے پکڑ کر لاؤ۔

مسلمانوں کا ایک دستہ اس عورت کی تلاش میں روانہ ہو گیا اور مدینہ سے تھوڑی ہی دور اس عورت کو پکڑ لیا اور اس پوشیدہ خط کے متعلق دریافت کیا۔

پہلے تو وہ انکار کرتی رہی مگر جب مسلمانوں نے یہ کہا کہ ساری دنیا جھوٹی ہو سکتی ہے لیکن ہمارا آقا جھوٹا نہیں ہو سکتا اس لئے کہ اس کا ہر فرمان وحی الہی ہوتا ہے تو اس عورت نے اپنے سر کے بالوں سے وہ خط نکال کر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

نبی کریم علیہ السلام نے حضرت حاطب کو بلا کر فرمایا اے حاطب یہ تو نے کیا کیا اور کیوں کیا؟

حضرت حاطب نے دست بستہ عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ میرے بچے ابھی تک مکہ میں کفار مکہ کے رحم و کرم پر ہیں اس لئے میں نے سوچا کہ ایسا کرنے سے کفار مکہ خوش ہو جائیں گے اور میرے بچے ان کے ظلم و ستم سے محفوظ رہیں گے! اور میں سچے دل سے خدا اور رسول پر

ایمان رکھتا ہوں اور دین و اسلام کا اتنا ہی شیدائی ہوں جتنے کہ دوسرے

مسلمان!

حضرت حاطبؓ کے اس معقول غار کو سن کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، سچ ہے، اس لئے کہ مجاہدین بدر کے متعلق خدایہ وعدہ کر چکا ہے

اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔

کہ اے جنگ بدر میں شریک ہونے والو میرے محبوب کے وفادارو جانثار ساتھیو! آج کے بعد تم جو چاہو سو کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

شیعہ حضرات اگر تاریخ اسلام کے اس مشہور و معروف اور ایمان افروز واقعہ کو ذرا بھی انصاف پسند نظروں سے دیکھیں اور اپنے دل و دماغ سے بغض و عناد لے کر دوغبار کو جھاڑ کر سوچیں تو یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے دین ایمان اور ان کی عظمت و توقیر میں کسی قسم کا شک کرنا کفر ہے!

اور مجاہدین بدر کے متعلق جن میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی پورے ایمان و خلوص اور عزم و استقلال کے ساتھ دین و اسلام کی عظمت حق و صداقت کی سر بلندی اور توحید و رسالت کی پاسبانی کی خاطر شریک تھے ان کی شان اقدس میں گستاخی اور ان کی عظمت و توقیر اور بخشش و رحمت اور ان کے جنتی ہونے میں کسی قسم کی بدگمانی کرنا ضلالت و گمراہی ہے اس لئے کہ ایک روایت میں ان کے متعلق خدایاوند کریم کی طرف سے یہ انعام بھی ملا تھا۔ وَجَبْتُ لَكُمْ الْجَنَّةَ۔ کہ میں نے تم پر جنت بھی واجب کر دی ہے۔

مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۲-۳ میں یہ واقعہ اس طرح ہے حضرت  
 ابو عبیدہؓ بن ابی رافع جو کہ حضرت علیؓ کے کاتب تھے۔ فرماتے ہیں کہ  
 نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے۔ زبیرؓ اور مقدادؓ کو فرمایا کہ روضہ  
 خاخ کی طرف جاؤ وہاں ایک عورت ہے جس کا نام طعیئہ ہے مَعَهَا  
 كِتَابٌ فَخُذُوْهُ مِنْهَا اور اس کے پاس ایک خط ہے وہ خط اس  
 سے لے لو۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ ہم روانہ ہو گئے اور اس عورت کو پکڑ  
 لیا فَقُلْنَا اَنْزِلْنَا بِهَا اَبِي رَافِعٍ اَبِي كِتَابٍ فَقَالَتْ مَا مَعِيَ كِتَابٌ۔ پس ہم نے کہا  
 کہ تیرے پاس جو خط ہے وہ نکال دے۔ اس عورت نے کہا کہ میرے  
 پاس کوئی خط نہیں ہے۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم نے کہا کہ اگر تو نے  
 وہ خط ہمیں نہ دیا تو ہم تیری تلاش لینے کے لئے تمہارے کپڑے اتاریں گے۔  
 فَاَخْرَجَتْهُ مِنْ عِقَاصِرِهَا۔ پس اس نے وہ خط اپنے سر کے بالوں  
 سے نکال دیا۔

ہم وہ خط لے کر نبی کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر  
 ہوئے۔ فَاِذَا رَفِيْهِ مِنْ حَاطِبِ بْنِ اَبِي بَلْتَعْتَةَ اِلَى نَاسٍ مِنْ  
 الْمَشْرِكِيْنَ۔ پس وہ خط حضرت حاطب بن ابی بلتعثہ کی طرف سے  
 تھا جو انہوں نے مکہ کے کسی مشرک کی طرف لکھا تھا اور اس میں لشکر  
 اسلام کی تیاری اور نبی کریم علیہ السلام کے بعض ارادوں سے مشرکین  
 مکہ کو اطلاع دی گئی تھی۔

نبی کریم علیہ السلام نے وہ خط پڑھ کر حضرت حاطب کو بلایا اور

فرمایا یا حاطب ما هذا۔ کہ اے حاطب! یہ کیا ہے؟  
 حضرت حاطب نے عرض کی اے رسول اللہ علیہ السلام  
 و تسلم کہ اے اللہ کے رسول میرے متعلق کوئی نیا نیا کرنے میں جلدی  
 نہ کرنا۔

اصل میں بات یہ ہے کہ میرے بال بچے مکہ میں مشرکین مکہ کے رحم و  
 کرم پر ہیں۔ میں نے سوچا کہ ایسا کرنے سے وہ لوگ خوش ہو کر میرے  
 بال بچوں کو کچھ نہ کہیں گے۔

یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ تو میں دین سے پھر گیا ہوں اور  
 نہ ہی میں مسلمانوں کا دشمن ہو گیا ہوں۔

فقال النبي عليه السلام صدق۔ پس نبی اکرم علیہ السلام

نے فرمایا سچ ہے۔

فقال عمر بن الخطاب يا رسول الله اضرب عنق هذا المنافق۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السلام

مجھے اجازت دو تا کہ میں اس منافق کی گردن اڑا دوں۔

فقال ان الله قد شهد بدو ما ايد ريك لعل الله

أطلع على أهل بدر فقال اعملوا ما شئتم فقد غصرت لكم

تب امام الانبياء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ چونکہ یہ حاطب جنگ بدر

میں شریک تھا اس لئے اسے کچھ نہ کہا جائے اور اے عمر کیا تو نہیں

جانتا کہ خداوند تعالیٰ نے مجاہدین بدر کے حق میں یہ اعلان کر دیا ہوا

ہے کہ آج کے بعد تم جو بھی چاہو وہ کر دو۔ مگر میں نے تمہیں بخش دیا

ہے اور تم پر جنت واجب کر دی ہے۔

ترغیبی شریف، جلد ۱ - صفحہ ۲۲۶ - حضرت جبار رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت حاطب کا غلام نبی کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام لَیْدٌ خُلِّیْتُ حَاطِبُ النَّاْرَ کہ حاطب ضرور دوزخ میں جائے گا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کَذِبْتَ لَا یَدْ خُلِّیٰ نَا نَہْ شَہِدَ بَدَا وَ لِحَدِّ یَبَدَ۔ کہ تو جھوٹ کہتا ہے وہ دوزخ میں نہیں جائے گا۔ اس لئے کہ وہ جنگ بدر اور حدیبیہ میں شریک تھا۔

شمع رسالت کے پروانوں کے حق میں ان کے دین و ایمان، عزم و استقلال اور خلوص و ایثار کو دیکھ کر مغفرت و بخشش اور جنت و خلد بریں کا اعلان فرما دینے کے بعد نہ صرف یہ کہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے کامل مومن ہونے کی ایک بیخبر فانی حقیقت اور نبی کریم علیہ السلام کے جانثار غلام ہونے کی ایک روشن دلیل ہے بلکہ اس سے شیعہ حضرات کے وہ تمام اعتراضات بھی جو وہ اپنے دلوں میں اصحاب کرام کے متعلق بٹھائے ہوئے بغض و عناد کی بنا پر کرتے ہیں۔ بے حقیقت ہو کر رہ جاتے ہیں جو جنگ بدر کے بعد وقوع پذیر ہوئے۔

حضرت حاطب کا یہ فعل ظاہری طور پر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف ایک سازش تھی جو ایک ناقابل معافی جرم تھا مگر اس رحمت و عالم کو اللہ علیہ وسلم نے حضرت حاطب کو محض اس لئے معاف کر دیا کہ وہ جنگ بدر میں ان مجاہدین اسلام کے مقدس لشکر میں شامل تھا جن کے حق میں خداوند کریم کی طرف بخشش و جنت کا اعلان ہو چکا تھا! پھر ان کے اس گمراہ ٹولے کا اس روشن حقیقت کے بعد

بھی حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کی شانِ اقدس میں طعن و تشنیع اور گستاخی و بے ادبی کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے جبکہ کملی والے آقائے دو عالم علیہ السلام کے یہ دونوں جانتا رساتھی اور وفادار غلام بھی پورے خلوص و ایمان سے اس جنگ میں شریک تھے جن کو اللہ کریم کی طرف سے جنت و بخشش کا پروانہ مل چکا ہے۔

یہ کہتے تو ضلالت ہے کہ یہ لوگ اپنے بغض و عناد کی بنا پر ان نفوسِ قدسیہ کو نعوذ باللہ منافق و غیر مومن سمجھ کر دوزخی و جہنمی جانتے ہیں جن کے ایمان کی تصدیق کرتے ہوئے خدا و تبارک کریم اپنی رحمت و بخشش اور جنت و خلدِ بریں کا وعدہ کر چکا ہے۔

پارہ ۴ - سورۃ ال عمران - آیت ۱۹۵ :-

فَالَّذِينَ هَاجَرُوا وَأُخْرِجُوا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوذُوا فِي سَبِيلِي وَقَاتَلُوا وَقُتِلُوا أَلَا كَفَرْتَّ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَلَا دَخَلَتْهُمْ جَنَّتِ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ ثَوَابًا مِمَّنْ عِنْدَ اللَّهِ وَاللَّهُ عِنْدَ ۙ أَحْسَنُ التَّوَابِ ۝

ترجمہ :- وہ لوگ جنہوں نے ہجرت کی اور اپنے گھروں اور وطن سے نکالے گئے! اور جن کو میری راہ میں اذیتیں دی گئیں! اور جو لڑے اور شہید ہوئے تو اللہ ہی ان کے گناہوں کو معاف فرما دے گا اور ان کو جنت میں داخل کروں گا! اور یہ ثواب ان کو اپنی طرف سے دوں گا!

ایک منصف مزاج اور حق پرست انسان اپنے دین و ایمان کی روشنی میں اس آیت پاک میں اگر غصہ ٹراہما بھی غور کرے تو اس کے

لئے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو رہا تھا ہے کہ خداوندِ کریم کے نزدیک جو شان و فتیلت، مہاجرین کی تھی اور وہ عظمت و عزت جو اللہ کی راہ میں لڑنے اور شہید ہونے والوں کی تھی وہ کسی دوسرے انسان کی نہیں ہے! یہی وجہ ہے کہ وہ بار بار قرآنِ پاک میں ان کے مدارج و مراتب اور محاسن و کمالات کے چراغ جلا کر نسلِ انسانی کے تاریک دلوں میں دین و ایمان کی روشنی پیدا کر کے اصحابِ رسول علیہ السلام کے مقدس قدموں کے نشانات کی راہ بتاتا ہے! اور ان کی شان و عظمت کی قدیلیں روشن کر کے ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں ٹھوکریں کھانے والے بندگانِ خدا کو یا رانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی چھوڑی ہوئی رشد و ہدایت کی منزل تک پہنچنے کا پتہ دیتا ہے! اور ان کے قطعی جنتی ہونے کا اعلان فرما کر اپنے گنہگار بندوں کو اپنے محبوبِ پاک علیہ السلام کے جانثار غلاموں کے دامنِ اقدس سے لپٹ کر بخشش و نجات پا جانے کی تلقین کرتا ہے! اور ان کی لغزشوں کو معاف کر دینے اور گناہوں کو نیکیوں میں بدل کر اپنی طرف سے اچھے ثواب دینے کا وعدہ کر کے گستاخانِ اصحابہ کرامؓ کے دلوں میں چھائے ہوئے بغض و عناد کے گرد و غبار کو مٹا کر ان کی غلامی کا پٹہ اپنی گردنوں میں ڈالنے کا سبق دیتے ہوئے جہنم کی آگ کا ایندھن بنتے سے روکتا ہے۔

اب غور طلب امور یہ ہیں کہ جن مہاجرین کے متعلق خداوندِ کریم نے ان کے قطعی جنتی ہونے کا اعلان فرمایا ہے اور ان کی لغزشوں کو معاف فرما کر نیکیوں میں تبدیل کر کے اپنی طرف سے اچھے ثواب کا وعدہ کیا ہے وہ کون لوگ تھے؟



لایا وہ لوگ ہاجر نہ تھے جن کا نام نامی اسم گرامی حضرت ابو بکر صدیقؓ۔  
 حضرت عمر فاروق اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہے؟  
 کیا اپنے گھروں اپنے وطن مالوف اور اپنے خویش و اقارب  
 کو چھوڑنے والے نہ تھے جن کو یہ شیعہ حضرات گالیاں دیتے ہیں؟  
 کیا یہ لوگ اس آیت سے مستثنیٰ کر دئے گئے تھے؟

نہیں۔ نہیں! یہ وہی نفوسِ قاریہ ہیں جن کو اصحاب رسول  
 علیہ السلام اور یارانِ مصطفیٰ کہا جاتا ہے!

اور یہ وہی شان و عظمت والے شمع رسالت کے پروانے اور  
 حسنِ مصطفیٰ علیہ السلام کے شیدائی تھے جو اپنے دوستوں سے  
 جدا ہو کر خدا کے دوست کے ساتھ گئے اور اپنے خویش و اقارب کو  
 چھوڑ کر اللہ کے محبوبِ پاک کے ہمراہی ہوئے۔

اب شیعہ حضرات یا تو اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے ہاجرین  
 ہونے کا دلائل سے انکار کریں! اور اگر انکار نہیں کرتے تو پھر ان کے  
 جنتی ہونے کا اقرار کریں!

وَسَلَامٌ عَلَىٰ عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَىٰ - اور اللہ تعالیٰ کی  
 سلامتی اور رحمت و بخشش ہو ان بندوں پر جن کو خداوند کریم  
 نے ان کے دین و ایمان کے پیش نظر چن لیا ہے!

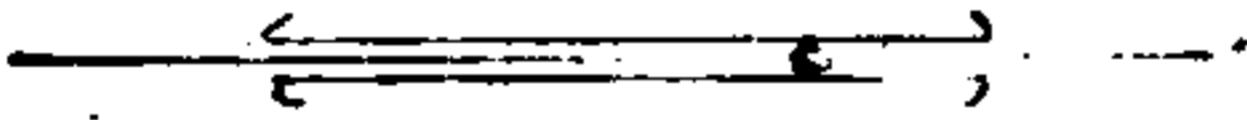
نزہت المجلد ۲ - صفحہ ۱۸۱ - قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ هَسْبُ  
 اصْحَابِ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ اپنے جن  
 مقبول بندوں کو خدا تعالیٰ نے چن لیا ہوا ہے وہ اصحاب کرام رضی اللہ

تعالے عنہم ہیں اور یہ آیت پاک انہیں کی شان میں نازل ہوئی ہے  
 حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر میں اس وجہ  
 سے شریک نہ ہو سکے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی  
 حضرت رقیہؓ جو کہ حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھیں ان دنوں سخت  
 بیمار تھیں۔

چنانچہ حضور علیہ السلام نے انہیں شرکتِ جنگ سے منع کرتے ہوئے  
 فرمایا:۔

”اے عثمان تم مدینہ ہی میں رہو اور میری بیٹی رقیہ کی تیمارداری  
 کی بدولت تمہیں اتنا ہی ثواب و اجر ملے گا۔ جتنا کہ جنگ میں شریک  
 ہونے والوں کو“



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# فضائل صحابہ کرام رض

## احادیث نبوی میں

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ - ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۲۶ -

عَنْ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذَا رَأَيْتُمُ الَّذِينَ يَسُبُّونَ أَصْحَابِي فَقُولُوا لَعْنَةُ اللَّهِ عَلَى شَرِّكُمْ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کرام کو گالیاں دے رہے ہوں تو تم کہہ دو کہ تمہاری اس شرارت اور بگو اس پر اللہ کی لعنت ہو۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک سے یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنے صحابہ کرام اور جانثار ساتھیوں سے ان کے عشق و محبت! دین و ایمان - خلوص و ایثار اور ان کی وفاداری و جانثاری کے پیش نظر اتنی محبت تھی کہ کملی والے آقا کو یہ منظور نہیں ہے کہ کوئی انسان میرے غلاموں کو گالیاں دے کر ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرے۔

پھر دوسرے مسلمانوں کو یہ حکم فرما دیا گیا ہے کہ اگر کسی ایسے شخص کو دیکھو کہ وہ میرے صحابہ کو گالیاں دے رہا ہے تو اس کو بلا خوف و خطر

کہہ دو کہ تجھ پر اللہ کی لعنت ہو۔

اس حدیث پاک سے نہ صرف یہ کہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت روز روشن کی طرح عیاں ہوتی ہے بلکہ رافضیوں کے لئے ایک نازیبا نہ عبرت بھی ہے۔

یہ گستاخان اصحاب رسول تو آج اپنے بغض و عناد اور اپنی ضلالت و گمراہی کی بنا پر ان کو گالیاں دیتے ہیں جن پر خدا و رسول راضی ہیں مگر آج سے چودہ سو سال قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں لعنت اللہ فرمادیا ہوا ہے۔

بے ادب شیعوں کو چاہیے کہ فرمان مصطفیٰ علیہ السلام کے پیش نظر اپنے عقائد باطلہ سے تو یہ کر کے اور اپنے آپ کو دامن اصحاب کرام سے وابستہ کر کے اللہ کی لعنت کی بجائے خدا کی رحمت و بخشش کے خقدا رہن جائیں!

نہیں تو جھوٹوں پر خدا کی لعنت — شیطان پر خدا کی لعنت اور اصحاب رسول علیہ السلام کو گالیاں دینے والوں پر خدا کی لعنت ہے۔

بخاری شریف جلد ۲ - صفحہ ۵۱۵ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۳ -

عن عمر ان بن حصین و عن عبد اللہ بن مسعود قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خیر الناس قرنی!

حضرت عمران بن حصین اور حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ انسانوں کے لئے بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔

اور ہو بھی کیوں نہ اس لئے کہ نبی کریم علیہ السلام کے زمانہ پاک میں حضرت ابو بکر صدیق - حضرت عمر فاروق - حضرت عثمان غنی اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جیسے دین و ایمان کے آفتاب - حق و صداقت کے ماہتاب اور رشد و ہدایت کے ستارے بھی موجود تھے جن کی بدولت کفر و الحاد کے اندھیروں میں دین و ایمان کا نور چمکا اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں حق و صداقت کی روشنی بھیلی اور فسق و فجور کی ظلمتوں میں رشد و ہدایت کے چراغ جلے !

ظلم و ستم کے سیاہ بادل چھٹ گئے اور نسل انسانی کے پاؤں میں ہدایت سے بڑھی ہوئی غلامی کی زنجیریں ٹوٹ گئیں ! کفر و شرک کے شراب خانوں کے دروازے بند ہو گئے اور مہمانانہ توحید رسالت کے دروازے کھل گئے !

دنیا کے بت خانوں میں اللہ اکبر کی صدا میں گونجنے لگیں اور جن کی بدولت کفر و شرک کی کالی گھٹاؤں اور ضلالت و گمراہی کے سیاہ بادلوں کے بعد نسل انسانی کے اُفق پر حق و اسلام کی قوس قزح نیکی و شرافت - طہارت و نفاست اور رشد و ہدایت کے ہزاروں رنگوں میں نمودار ہوئی -

حدیث پاک کے ان الفاظ یعنی قَرْنِیٰ ہیں اگر تھوڑا سا غور کیا جائے تو اس رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے ہی پیارے انداز اور لطیف اشارے میں اپنے بعد ہونے والی خلافت کی ترتیب بھی سمجھا دی ہے - وہ یوں — کہ

قَرْنِیٰ کا پہلا حرف ق ہے اور حضرت ابو بکر صدیق کا آخری

حرف ق ہے !

قرنی کا دوسرا حرف رہے اور حضرت عمرؓ کا آخری حرف ہے۔

قرنی کا تیسرا حرف ن ہے اور حضرت عثمانؓ کا آخری حرف ن ہے۔

قرنی کا آخری حرف ی ہے اور حضرت علیؓ کا آخری حرف ی ہے۔

یہاں بتانا یہ مقصود تھا کہ قرنی کے حروف کی ترتیب میں

ہی خلافت راشدہ پوشیدہ ہے یعنی میرے بعد پہلے خلیفہ حضرت صدیقؓ ہوں گے! دوسرے عمرؓ تیسرے عثمانؓ اور چوتھے علیؓ

مسلم شریف جلد دوم صفحہ ۹-۱۳ اس حدیث پاک کے الفاظ اس طرح ہیں۔ حضرت عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام سے سوال کیا گیا کہ آتی الناس خیراً کہ انسا میں سے بہتر و افضل لوگ کون ہیں تو حضور علیہ السلام نے فرمایا قرنی کہ میرے زمانے والے ہیں۔

خَيْرًا أَتَمَّتِي الْقُرْنُ الَّذِينَ يَلُوتِي -

خَيْرُ النَّاسِ قُرْنِي -

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۲۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام نے سنا کہ حضور فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے بعد اپنے اصحابہ کرامؓ کے اختلافات کے بارے میں سوال کیا تو خداوند کریم کی طرف سے مجھے جواب ملا:-

اِنَّ اَصْحَابَكَ عِنْدِي بِمَنْزِلَةِ النُّجُومِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا  
 لَوَاقِعٌ مِّنْ بَعْضٍ۔ کہ اے میرے محبوب پاک علیہ السلام تحقیق  
 میرے اصحابی میرے نزدیک آسمان پر چمکنے والے ستاروں کی  
 مانند ہیں جو ایک دوسرے سے زیادہ روشن ہیں۔

اور ان کے اختلاف کے باوجود جو بھی کوئی کسی کی راہ اختیار  
 کرے گا وہ ہدایت پر ہی ہوگا۔ اور پھر نبی کریم علیہ نے فرمایا:۔  
 اَصْحَابِي كَالنُّجُومِ قَبَائِلِهِمْ اَقْتَدَيْتُمْ اِهْدَيْتُمْ۔  
 میرے اصحابی آسمان ہدایت کے چمکتے ہوئے ستاروں کی مانند  
 ہوں۔ ان میں سے جس کے پیچھے بھی چلو گے ہدایت پاؤ گے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک میں اگر کوئی  
 ناصداقت کا متلاشی اپنے دل و دماغ سے بغض و عناد کے گردو  
 مبار کو جھاڑ کر غور کرے تو اس کے لئے مقامات صحابہ کرامؓ کو سمجھنے  
 میں کوئی وقت پیش نہیں آسکتی۔

نبی کریم علیہ السلام نے اپنے وفادار غلاموں اور جانثار ساتھیوں  
 کو آسمان پر چمکنے والے ستاروں سے تشبیہ و بیکران کی شان و عظمت  
 و جس انداز سے بیان فرما دیا ہے وہ ایک مسلمان کے لئے سرمایہ حق و  
 ہدایت ہے۔

یہ کون نہیں جانتا کہ جب اس خطہ ارضی پر شب تاریک کے گھٹا  
 لوپ اندھیرے مسلط ہو کر دن کی روشنی کو نابود کر دیتے ہیں اور  
 جب رات کی زلف سیاہ آفتاب کے چہرے کو ڈھانپ کر کائنات  
 میں ایسی تاریکی پیدا کر دیتی ہے جیسے کسی محبوب کے گیسوئے تابدار

اپنے ہی حسین مکھڑے کو چھپا لیتے ہیں تو رات کے راہی آسمان پر چلنے والے ستاروں کی جھلملاتی ہوئی لو کے سہارے اپنی منزل کی طرف قدم بڑھائے چلے جاتے ہیں اور کون نہیں جانتا کہ سمندر کی طوفانی موجوں میں رات کے اندھیروں میں کشتیاں چلانے والے جب سمندری راستہ بھول جاتے ہیں تو سما، دُنیا پر دیکتے ہوئے عطار و مشتری اور شب تار یک میں صبح کا پیغام دینے والے نجمِ سحر کی روشنی ہی کو کنارے پر لے آتی ہے۔

اسی طرح جبکہ اس خطہٴ ارضی پر کفر و شرک کے اندھیروں میں انسان اپنی منزل بھول چکے تھے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں بندگانِ خدا صراطِ مستقیم سے بیگانہ ہو چکے تھے اور فسق و فجور اور الحاد و باطل کی ظلمتوں میں نسلِ انسانی صدیوں سے سیدھی راہ سے ہٹ چکی تھی اور جبکہ حق و صداقت کے حسین چہرہ کو کفر و الحاد کے سیاہ پردوں نے چھپا رکھا تھا اور نیکی و شرافت کی مقدس پیشانی پر عیاشی و فحاشی کے بدنما داغ لگ چکے تھے اور جبکہ عدل و انصاف کی پاک چادرِ ظلم و ستم کے خونیں پتھر سے پھٹ چکی تھی اور نوعِ انسانی کے پاؤں غلامی و محکومی کی زنجیروں میں جکڑے جا چکے تھے!

تو دفعتاً آفتابِ نبوت طلوع ہوا اور ماہِتابِ رسالت چمک اٹھا اور پھر اس ماہِتابِ رسالت کو چمکتے ہوئے ستاروں نے اپنے جھرمٹ میں لے لیا۔

آسمان کے چاند کے ارد گرد زہرہ و مشتری اور زحل و عطارد و روشنی کی بھیک مانگتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں لیکن اس ماہِ مدینہ کے چاروں طرف صدیق و عمرؓ اور عثمانؓ و علیؓ اپنے دامن بھیلانے



ہوئے دین و ایمان اور حق و ہدایت کی خیرات طلب کرتے نظر آتے ہیں! اور پھر اس نتیجے جو دو سخا نے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جھولی صدق و صفا کے موتیوں اور حق و صداقت کے گوہروں سے بھری اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دامن رشد و ہدایت کے لعل و جواہرات اور عدل و انصاف و عدالت کے درہائے نایاب سے بھر ٹوپر کر دیا۔

اور اس شہنشاہِ دو عالم نے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کاسیہ گدائی کو شرم و حیا کے ہنکتے ہوئے پھولوں اور ریاضت و طہارت کے حسین گلدرستوں سے معمور کر دیا اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دستِ سوال میں سخاوت و شجاعت کی ذوالفقارِ جیدی اور حوضِ کوثر کی تقسیم کے پیالے عطا کر کے فرما دیا کہ اَصْحَابِیْ كَا الْعَجْوَد۔ اور پھر یہ ستارے اُفقِ انسانیت پر چلے اور آسمانِ ہدایت پر جھلملائے۔

پھر ان کی بدولت ظلم و ستم کے اندھیروں میں رحم و کرم کا اُجالا ہو گیا! بدی و گناہ کی تاریکیوں میں نیکی و ثواب کی روشنی پھیل گئی۔ کفر و شرک کی ظلمتوں میں اسلام و توحید کی چمک پیدا ہو گئی۔ الحاد و باطل کے سیاہ بادلوں میں حق و صداقت کی کرنیں پھوٹ نکلیں۔

دنیا کے تنگدوں میں صدائے توحید و رسالت بلند ہوئی رات کے مسافروں کو اُن کی کھوئی ہوئی منزل مل گئی۔ نسلِ انسانی کے تاریک دلوں میں نورِ ایمان چمک اُٹھا کفر و شرک

کی شراب پی کر خوابِ غفلت میں سونے والے آسمانِ حق و اسلام  
کے تابندہ ستاروں کو دیکھ کر جاگ اُٹھے!  
اور گناہِ معصیت کے سمندر میں انسانوں کی ڈوبتی ہوئی کشتی حیات  
کو نیکی و ثواب کا کنارہ مل گیا!

فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ہدایت کے ان سیاروں  
میں سے جس کی بھی اقتدا کی جائے گی! جس کو بھی اپنا امام تسلیم کر لیا جائیگا  
اور جس کے دامن کو بھی نجات لیا جائے گا۔ سینوں میں نورِ ایمان چمک  
اُٹھے گا۔ دلوں میں چراغِ معرفت جل جائیں گے اور آنکھوں میں  
حسینِ حقیقی کے جلوے نظر آنے لگیں گے۔

وہ چاہے صدیقِ اکبرؓ کی چونکھٹ ہو یا عمر فاروقؓ کا دروازہ۔  
چاہے عثمان غنیؓ کا دامنِ اقدس ہو یا علی المرتضیٰؓ کے قدموں کا  
نشان۔

حدیثِ پاک کے یہ الفاظ اپنے اندر ہزاروں معافی یے بیٹھے ہیں۔  
بَعْضُهَا أَقْوَى مِنْ بَعْضٍ کہ جس طرح آسمان کے ستارے اپنی چمک  
و مک اور خواص و علائم کے لحاظ سے ایک دوسرے پر فضیلت و مرتبہ  
رکھتے ہیں اسی طرح صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم بھی اپنی اپنی ذاتی و  
انفرادی حیثیت سے ایک دوسرے سے افضل ہیں۔

اگرچہ زحل و مشتری اور عطارد و زہرہ اور دوسرے ستارے  
اپنی اپنی چمک و مک اور خواص و علائم میں بے نظیر و بے مثال ہیں لیکن  
میری ذاتی رائے میں وہ مرتبہ و درجہ اور وہ شان و عظمت اور وہ دلکشی و  
دل فریبی جو نسلِ انسانی کو خوابِ غفلت سے جگانے اور رات کی تاریکی

میں صبح کا پیغام مسرت دینے والے نجمِ سحر کا ہیچم وہ کسی اور کا نہیں اور اسی طرح اگرچہ تمام اصحابِ کرام فضائل و مناقب محاسن و کمالات اور درجات و کرامات میں لاجواب و لامثال ہیں لیکن حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی گونا گوں خصوصیات کے اعتبار سے ان تمام سے افضل ہیں۔

افضل البشر بعد الانبياء۔ افضل الخلق بعد الانبياء۔  
افضل الناس بعد الانبياء سيدنا ابوبكر الصديق رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

آجیے ذرا قرآنِ پالہ کی روشنی میں ستاروں کی خصوصیات پر غور و فکر کریں اور پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحابِ کرام کی شان و عظمت کو دیکھیں جنہیں حضور علیہ السلام نے ستاروں کی مثل فرمایا ہے۔

۱۲۔ س النحل۔ آیت ۱۶۔ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُونَ کہ رات کی تاریکی میں آسمان پر چلنے والے ستارے رات کے مسافروں کو راستہ دکھاتے ہیں۔

۱۳۔ س الانعام۔ آیت ۹۷۔ وَ هُوَ الَّذِي جَعَلَ لَكُمُ النُّجُومَ لِتَهْتَدُوا بِهَا فِي ظُلُمَاتِ اللَّيْلِ وَالنَّهَارِ قَدْ قَضَلْنَا الْآيَاتِ لِقَوْمٍ يَعْلَمُونَ اور وہی خدا کی ذات ہے جس نے تمہارے لئے ستارے روشن کئے تاکہ تم ان سے خشکی و تیزی کے اندھیروں میں سیدھا راستہ پاسکو۔ اور یہ سب کچھ ہم نے اس لئے بنایا ہے کہ تاکہ کوئی علم و دانش سے ان سے استفادہ حاصل کر سکیں۔

قرآن پاک کی ان آیات کو دیکھو اور پھر نبی کریم علیہ السلام کی اس حدیث مبارکہ پر غور کرو اور پھر صحابہ عظام کی عزت و آبرو اور توقیر و توجیہت ملاحظہ کرو۔

یا انبی رشد و ہدایت کے ستارے ہیں۔۔۔ اور ستاروں کی خصوصیات۔۔۔ بھٹکے ہوئے مسافروں کو راستہ دکھانا ہے۔۔۔ اس تطابق سے یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ صحابہ کرام نے کفر و شرک کے اندھیروں۔۔۔ الحاد و باطل کی ظلمتوں اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں، ڈوبے ہوئے انسانوں کو اسلام و توحید کی راہ بتائی، حق و صداقت کا راستہ دکھایا اور رشد و ہدایت کی منزل کی نشاندہی کی۔۔۔ اور اگر کوئی شخص اس زندہ حقیقت کو تسلیم نہیں کرتا تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ قرآن پاک میں ستاروں کی بیان کی ہوئی خصوصیات کا بھی منکر ہے اور یہ کفر ہے۔

پھر خداوند تعالیٰ نے فرمایا: *سُخَّرَ لَكُمْ لَيْلٌ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُومُ* مسخرات یاہرہ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے دن اور رات اور شمس، قمر کو تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے اور ستارے اسی کے حکم کے ماتحت ہے۔

صحابہ کرام مسخرے ہیں۔ اور ستارے اللہ کے حکم کے تحت ہیں۔۔۔ جو اللہ کے حکم کے تحت ہوگا۔ اس سے گناہ۔ بدی۔ برائی اور معصیت کا سرزد ہونا محال ہے۔ لہذا صحابہ عظام سے بھی کسی قسم کی کوئی لغزش۔ کوئی برائی۔ کوئی بدی۔ کوئی نافرمانی کوئی بے انصافی اور منافقت محال ہے۔۔۔

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۲۹ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ -  
 نزہت المجالس جلد ۲ - صفحہ ۱۸۱ - حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے تین بار فرمایا اللہ  
 اللہ فی صحابی کہ میرے اصحابہ کرام کے حق میں اللہ تعالیٰ سے  
 ڈرتے رہو۔

لَا تَتَّخِذُوا وَهْمَ غَيْرِ ضَامِنٍ بَعْدِي اَوْ مِيرَةَ بَعْدِي اَوْ شَانِ  
 میں گستاخی نہ کرنا اور ان پر طعن و تشنیع کے تیر نہ برسانا بلکہ ان سے  
 محبت و عقیدت رکھنا اور ان کی تعظیم و توقیر کرنا۔ پس جس نے میرے  
 صحابہ کرام سے محبت کی اُس نے میری دوستی کا دم بھرا اور جس نے  
 ان سے دشمنی کی اُس نے مجھ سے دشمنی کی وَمَنْ اِذَا لَلَّهٗ فَيُوشِكُ  
 ان یاخذہ اور جس نے میرے اصحابہ کرام کو دکھ پہنچایا اُس نے  
 مجھے دکھ پہنچایا اور جس نے مجھے دکھ پہنچایا اُس نے اللہ تعالیٰ کو  
 دکھ پہنچایا اور جس نے اللہ کو دکھ پہنچایا وہ دردناک عذاب میں  
 پکڑا جائے گا۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک پر غور کرنے  
 سے ایک معمولی سا انسان بھی یہ بات بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یارانِ  
 مصطفیٰ علیہ السلام کے حق میں اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنا  
 چاہیے۔ اس لئے کہ کہیں ایسا نہ ہو جائے کہ ہماری زبان سے اُن کی  
 شان میں کوئی گستاخی کا لفظ نکل جائے تو ہماری تمام نیکیاں برباد  
 ہو جائیں اور ان کے متعلق یہودہ قسم کے اعتراضات اور بازاری  
 قسم کے الزامات کے باعث اپنے دین و ایمان کی کھینٹی برباد نہ

ہو جائے !

اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے کیسے واضح الفاظ میں اس حقیقت کو بیان کر دیا ہے کہ میرے غلاموں کو دکھ پہنچانا مجھے دکھ پہنچانا ہے اور مجھے دکھ دینا اللہ کو دکھ دینا ہے اور اللہ کو دکھ دینے والا دردناک عذاب میں مبتلا ہوگا۔

گویا کہ اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو دکھ دینا بالواسطہ اللہ کو دکھ دینا ہے۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ کیا صدیق اکبرؓ - عمر فاروقؓ اور عثمان غنیؓ کو گالیاں دینے اور ان پر طعن و تشنیع کے تیروں کی بارش کرنے اور ان کی شانِ اقدس میں تبرّ بازاری کے پتھر برسائے اور یہودہ قسم کے اعتراضات کرنے اور ان پر نعوذ باللہ کفر و نفاق کے فتوے لگانے نبی کریم علیہ السلام کے ان وفادار غلاموں اور جانثار ساتھیوں کو دکھ پہنچتا ہے کہ نہیں؟ اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کرو۔ اور اگر ایسی مذموم حرکات سے ان کو دکھ پہنچتا ہے۔ تو پھر تم ان نفوسِ قدسیہ کی شان میں بازاری زبان استعمال کر کے اور رسول و خدا کو دکھ پہنچا کر دردناک عذاب کو دعوت کیوں دیتے رہتے ہو۔

ریاض النضرۃ جلد ۲ - صفحہ ۴۱ - مصنف شیخ الفقہ والحدیث ابی

جعفر احمد الشیر بالحب الطبری وعن أنس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ

عنه قال صعد رسول الله صلى الله عليه وسلم إلى منبر فحمد

الله تعالى وأثنى عليه ثم قال مالي أراكم تخلفون في

صَحَابِيَّيْ اَمَّا عَلِمْتُمْ اَنَّ سَحْبِيَّيْ وَحَبِيَّيْ اَلْبَيْتِيَّ وَحَبِيَّيْ اَصْحَابِيَّيْ فَرَضَهُ  
 اَللّٰهُ تَعَالٰى عَلٰى اُمَّتِيَّ اِلٰى يَوْمِ اَلْقِيَامَةِ - حضرت انس بن مالک  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام منبر  
 پر جلوہ افروز ہوئے پس آپ نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کے بعد فرمایا  
 میں یہ کیا دیکھتا ہوں کہ تم لوگ میرے اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
 کے بارے میں اختلاف کرتے ہو۔ کیا تم نہیں جانتے کہ خداوند کریم نے  
 میری اور میری اہل بیت اور میرے اصحاب کرام کی محبت میری امت  
 پر قیامت تک کے لئے فرض کر دی ہے۔

ریاض النضرہ جلد ۲ - صفحہ ۲۶۶ - نزہت المجالس جلد ۲ مختلف  
 الفاظ میں - عن ابن عباس - نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت  
 کے دن ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ اے اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم  
 کہ مصطفیٰ علیہ السلام کے یار کہاں ہیں - پھر حضرت صدیق اکبرؓ دربار  
 خداوندی میں حاضر ہوں گے - فَيَقُولُ اللّٰهُ تَعَالٰى لِاَبْنِيَّ بَلِّرِ قِفْ  
 عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاَدْخُلْ مِنْ شِبَعَتِ بَرَحْمَةِ اللّٰهِ وَامْنَعْ  
 مَنْ شِبَعَتِ - يَا اِذْهَبْ اِلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاَدْخُلْ مَنْ  
 شِبَعَتِ وَامْنَعْ مَنْ شِبَعَتِ -

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم  
 علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن ندا کرنے والا ندا کرے گا کہ  
 مصطفیٰ علیہ السلام کے یار کہاں ہیں - پھر صدیق اکبرؓ دربار خداوند  
 میں حاضر ہوں گے - تو خدا تعالیٰ فرمائے گا اے ابوبکر جنت کے  
 دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو اللہ کی رحمت سے جنت

میں داخل کر دو اور جس کو چاہو اللہ کے علم سے روک دو۔ دوسری روایت میں برحمتہ اللہ اور بعلم اللہ کے الفاظ نہیں ہیں۔

اور حضرت عمر فاروقؓ کو حکم ہو گا کہ تم میزان پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کے عمل چاہو کم کر دو اور جس کے چاہو بڑھا دو یا بھاری کر دو۔

اور حضرت عثمان غنیؓ کو حکم ہو گا کہ تم پل صراط پر کھڑے ہو جاؤ۔ اور جس کو چاہو بازو سے پکڑ کر پار لگا دو اور جس کو چاہو جہنم میں پھینک دو۔ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہو گا کہ تم حوض کوثر پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو چاہو پیالے بھر بھر کر بلا دو اور جس کو چاہو پیاسا رکھو۔

اصحاب کرامؓ کی شان پہ قربان ان کی عظمت پہ صدقے اور ان کی تعظیم پہ نثار!

جنت کے دروازے پر صدیق اکبرؓ میزان پر عمر فاروقؓ پل صراط پر عثمان غنیؓ اور حوض کوثر پر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم صدیق اکبرؓ بھی سنتیوں کا۔ عمر فاروقؓ بھی سنتیوں کا۔ عثمان غنیؓ بھی سنتیوں کا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی سنتیوں کا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ چاروں راستے تو سنتیوں نے روک لئے اور یہ شیعہ حضرات کہاں جائیں گے؟

تو اس کا آسان جواب یہ ہے کہ اگر یہ لوگ بھی جنت میں جانا چاہتے اور اعمال بڑھاتا چاہتے ہیں اور پل صراط سے گزرتا چاہتے ہیں۔ اور حوض کوثر کا پانی پینا چاہتے ہیں۔ تو صدیق اکبرؓ کے امن



کو تنہا مہیں۔ عمر فاروق کے غلام بن جائیں۔ عثمان غنی کی محبت پیدا کریں۔ اور علی المرتضیٰ کے قدم چوم لیں۔

اس لئے کہ اپنے دشمن کو نہ تو کوئی اپنے گھر آنے دیتا ہے اور نہ ہی کوئی عزت کرتا ہے اور نہ کوئی روٹی کھلاتا اور پانی پلاتا ہے۔

نزہت المجالس جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ حضرت علامہ صفوری رحمۃ

اللہ علیہ شرح بخاری کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام

نے فرمایا اَنَا مَدِينَةُ الشَّجَاعَةِ وَابُؤُ بَكْرٍ بِأَبْهَاءِ وَأَنَا مَدِينَةُ

الشَّجَاعَةِ وَعُمَرُ بِأَبْهَاءِ وَأَنَا مَدِينَةُ الْحَيَاءِ وَعُثْمَانُ بِأَبْهَاءِ

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بِأَبْهَاءِ! کہیں سخاوت کا شہر ہوں۔

اور ابو بکرؓ اس شہر کا دروازہ ہے اور میں شجاعت کا شہر ہوں اور

عمرؓ اس شہر کا دروازہ ہے اور میں حیا کا شہر ہوں اور عثمانؓ اس شہر

کا دروازہ ہے اور میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس شہر کا دروازہ ہے!

ایک مسلمان کے لئے سخاوت و شجاعت کا خزانہ اور حیا و علم کی دولت

اس کی شان و عظمت کی روشن دلیل اور تعظیم و توقیر کا بین ثبوت

نہیں تو اور کیا ہے۔

قرآن مصطفیٰ علیہ السلام کے مطابق الشَّيْخُ حَبِيبُ اللَّهِ كَسَحَى

مسلمان اللہ کا محبوب ہوتا ہے اور اَنَّ الْجَنَّةَ تَحْتَ ظِلِّ

السُّيُوفِ کہ جنت تلواروں کے سائے میں ہے ایک غازی اور شجاع

مسلمان کے لئے ذریعہ نجات ہے اور الْحَيَاءُ مِنَ الْإِيمَانِ کہ حیا

ایمان کی نشانی ہے اور خَيْرُ النَّاسِ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْآنَ وَعَلَّمَهُ

کہ بہتر انسان وہ ہے جو قرآن پڑھے اور دوسروں کو بھی پڑھائے!

یہ چاروں صفاتِ حسنہ ایک ایک کر کے نبی کریم علیہ السلام کے چاروں باروں میں موجود تھیں۔ اور اس شان سے تھیں کہ ان چاروں صفات کی اصل کئی والے آقائے دو عالم علیہ السلام تھے اور فرع چاروں یار۔

وہ آفتاب تھا یہ کہیں تھیں۔

وہ ماہتاب تھا یہ شعاعیں تھیں۔

وہ گلستاں تھا یہ بچوں تھے۔

وہ دریا تھا یہ نہریں تھیں۔

اور وہ شہر تھا یہ دروازے تھے۔

ترجمت المجالس جلد دوم - صفحہ ۲۱۷ - کتاب الفردوس کے

حوالے سے علامہ لکھتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا :-

أَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ أَبُو بَكْرٍ أَسَاسُهَا وَعُمَرُ حَيْطَانُهَا  
وَعُثْمَانُ سَقْفُهَا وَعَلِيٌّ بَابُهَا - کہ میں علم کا شہر ہوں اور ابو بکرؓ

اس شہر کی بنیاد ہے اور عمرؓ اس کی دیواریں ہیں اور عثمانؓ اس کی

چھت ہے اور علیؓ اس کا دروازہ ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم!

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے اس حدیث پاک میں جس پیارے

انداز سے اور واضح الفاظ میں صحابہ کرامؓ کی شان و عظمت کو بیان

فرمایا ہے وہ جہاں ایک خوش عقیدہ مسیحی مسلمان کے لئے سرمایہ دین و

ایمان اور راحتِ دل و جان ہے وہاں ایک بد عقیدہ شیعہ دوست

کے لئے تازیانہ عبرت ہے۔

اور نبی کریم علیہ السلام نے اس حدیث مبارکہ میں نہ صرف اپنے

چاروں وفادار غلاموں اور جانثار دوستوں کی تعریف و توصیف اور مدح و شان بیان فرمائی ہے بلکہ لطیف اشاروں اور اڑکھے انداز میں اپنے بعد کی خلافتِ اسلامیہ کی ترتیب بھی سمجھا دی ہے۔

ایک معمولی سا انسان بھی یہ جانتا ہے کہ جب کوئی انسان اپنا مکان تعمیر کرتا ہے تو سب سے پہلے اس مکان کی بنیادیں تیار ہوتی ہیں پھر دیواریں بنتی ہیں پھر اس کی چھت بچھائی جاتی ہے اور پھر سب سے آخر میں اس مکان کے دروازے لگائے جاتے ہیں!

یہ کبھی نہیں ہوا کہ مکان تعمیر کرنے والا سب سے پہلے ہی دروازے کھڑے کر دے!

اور حقیقت تو یہ ہے کہ جب تک کسی مکان کی بنیادیں! دیواریں

اور چھت تیار نہیں ہوگا دروازہ لگ ہی نہیں سکتا! امامِ الانبیاء

صلی اللہ علیہ وسلم کے وصالِ پاک کے بعد، خلافتِ اسلامیہ کا جو محل

تیار ہوتا تھا اس کی تعمیر و ترتیب نبی کریم علیہ السلام نے ان الفاظ

میں یوں بیان فرمادی کہ میرے بعد خلافتِ اسلامیہ کے محل کی بنیاد

ابوبکرؓ ہے یعنی خلیفہٴ اول — اور اس کی دیواریں عمرؓ ہے یعنی

خلیفہٴ دوم — اور اس کی چھت عثمانؓ ہے یعنی خلیفہٴ سوم اور

اس کا دروازہ علیؓ ہے یعنی خلیفہٴ چہارم رضی اللہ تعالیٰ عنہم!

خلافت کی مفصل بحث تو انشاء اللہ العزیز آگے آئے گی۔ یہاں

صرف اتنا کہہ دینا ہی کافی ہے کہ اگر کوئی بیوقوف اور بے عقل انسان

اپنے مکان کی نہ تو بنیاد رکھے اور نہ ہی اس کی دیواریں بنائے اور نہ

ہی اس کی چھت پھائے اور اپنی ضد و بہت دھرمی کی بنا پر عماروں

کو یہ کہے کہ پہلے دروازہ لگوا دو تو ایسی صورت میں بھلا کونسا ایسا انسان  
ہے۔ جو اس کی حماقت پر آنسو بہاتے ہوئے اسے پاگل۔ دیوانہ اور زہرہ  
نہ کہے گا۔

اب شیعہ حضرات سے پوچھو کہ خلافت کے مکان کی نہ تو بنیاد  
ہی تسلیم کرتے ہو اور نہ ہی اس کی دیواریں مانتے ہو۔ نہ ہی اسی مکان  
کی چھت پر ایمان رکھتے ہو تو ایسی صورت میں سب سے پہلے علیؑ کا  
دروازہ کیسے لگا سکتے ہو!

بس شیعہ حضرات کی یہی ضد اور ہٹ دھرمی اور حماقت و جہالت  
ہے اور پھر یہ بھی یاد رہے کہ مکان کے اندر کی ہر چیز سنبھالنے کے  
بعد دروازہ آخر میں ہی بند کیا جاتا ہے اور دروازے پر ایک  
مضبوط سائلا لگا دیا جاتا ہے تاکہ یہ مکان چوروں اور ڈاکوؤں سے  
محفوظ رہے اور کوئی لٹیڑا گھر کا سامان لوٹ کر نہ لے جائے۔

اسی طرح خلافت اسلامیہ کے خوبصورت محل میں جب صدیق اکبرؑ  
کی صداقت کے موتی! عمر فاروقؑ کی عدالت کے گوہر اور عثمان غنیؑ کی حیا  
کے لعل و جواہرات سنبھال لئے گئے تو آخر میں اس محل کا دروازہ علم  
المرتضیٰ کا لگا دیا گیا تاکہ کوئی چور! کوئی ڈاکو اور کوئی لٹیڑا نہ تو  
صدیق کی صداقت کے موتی چرا سکے اور نہ عثمانؑ کی عدالت کے گوہر  
لوٹ سکے اور نہ ہی عثمانؑ کی حیا کے لعل چھین سکے۔



و ان اٹھیں گے۔

اس روایت پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی  
حیاتی طیبہ میں ہی اس حقیقت کو واضح کر دیا تھا کہ ابو بکر و عمر  
میرے روضہ انور میں میرے ساتھ دفن ہوں گے۔ ورنہ اگر ایسا ہوتا  
اور یہ دونوں حضرات مختلف مقامات پر دفن ہوئے ہوتے تو امام اتابا  
صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ فرمان کیسے پورا ہو سکتا تھا۔

حضرت مرثدہ بن ابی انیس اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما  
کا روضہ انور میں دفن ہونا اس لئے بھی ضروری تھا کہ انسان  
جس جگہ سے پیدا کیا جاتا ہے اُس جگہ میں دفن ہوتا ہے۔  
جیسا کہ بیہقی و حاکم حضرت ابو سعید سے روایت کرتے ہیں۔  
کہ ایک حبشی مذہبہ منورہ میں آیا اور وہیں اس کا انتقال ہو گیا۔  
نبی کریم علیہ السلام نے دیکھا کہ چند آدمی اس کی قبر پر رہے ہیں۔  
تو رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ سِئِقٌ مِّنْ اَرْضِہِ اِلٰی  
تُرْبِیۃِہِ الَّتِیْ خَلِقَ مِنْہَا۔ کہ یہ جس مٹی سے پیدا ہوا تھا۔ آخر اسی  
مٹی میں دفن ہو گیا۔

شرح الصدور مطبوعہ مصر صفحہ ۱۴۰۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک حبشی مذہبہ منورہ میں دفن ہوا تو سید  
المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ یا اَطِیْنَةُ الَّتِیْ خَلِقَ مِنْہَا۔ کہ  
یہ وہی مٹی ہے جس مٹی سے یہ پیدا کیا گیا تھا۔

علل الشرائع صفحہ ۱۱۔ ابن بابویہ نے لکھا ہے کہ عبد قزوینی نے کہا۔  
کہ میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ آدمی پیدا

کہیں ہوتا ہے اور دقن کسی اور جگہ ہوتا ہے۔ تو آپ نے فرمایا ان اللہ تعالیٰ لما خلقہ من ادیم الارض فمجمع اللسان الی تریبۃ۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے ہر لسان، مجمع وہی زمین بنائی ہے۔ جس میں کی مٹی سے اس کو پیدا کیا گیا ہے۔

ان روشن دلائل کے بعد یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا وجود پاک بھی روضہ مصطفیٰ علیہ السلام کی خاک مقدس سے بنایا گیا تھا۔ اور جس روضہ مقدس میں وہ دونوں غلغلاہ اسلام آرام فرما ہیں وہ لوح و قلم الہی و جنت اور عرش الہی سے بھی افضل ہے اور اس کی خاک مقدس بوسہ گاہ ملائکہ اور راحت جان و دل جن و بشر ہے اور بیماروں کے لئے شفا۔ لاعلاجوں کے لئے علاج۔ دکھیوں کے لئے پیام سکھ۔ بیقراروں کے لئے مزودہ راحت و مسرت ہے۔ اور جس کی عظمت کو بیان کرتے ہوئے سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ ما بین منبری و بیتی روضۃ من ریاض الجنۃ کہ میرا روضہ النور جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے!

شیعہ حضرات، کتاب فروع کافی جلد اول صفحہ ۵۱۵ میں بھی یہ حدیث پاک اتبر الفاظ کے ساتھ موجود ہے ما بین منبری و بیتی روضۃ من ریاض الجنۃ۔ مطلب یہ کہ یہ دونوں پیشدایان امت جنت کے باغ ہیں، آرام فرما ہیں۔ لیکن قرآن پاک کا فیصلہ یہ ہے۔ ماواہم جہنم و بئس المصیر۔ کہ کفار و منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے اور ان کے لوٹنے اور ٹھہرنے کا جگہ برترین ہے۔

اب نہیں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ اگر نعوذ باللہ صدیق  
عمرؓ تمہارے گستاخانہ عقیدے کے مطابق کافر و منافق تھے تو ان  
کو جہنم میں ہوتا چاہیے تھا نہ کہ جنت میں!

اور جنت کے بھی اس ٹکڑے میں ہیں جس پر ہزاروں جنتیں  
قربان ہیں۔ لاکھوں عرش بریں صدرتے اور کروڑوں سدرہ نشار۔  
اور جہاں ہر روز اور ہر وقت ستر ہزار فرشتوں کی نورانی جماعت  
حاضر ہو کر دُردو سلام کے پھول نچھاور کرتی رہتی ہے اور اپنے  
مقدس پروں سے خالص تڑپتے ہوئے عطف علیہ السلام کو جھاڑ کر اپنی غلامی  
و یا ترمیم کے ثابت دیتے ہوئے اپنی سعادت و خوش قسمتی پر زور  
کرتی ہے۔

اور جہاں شب و روز انوار و تجلیات کی بارش ہوتی رہتی ہے  
اور جہاں جنید و بایزید اپنا کاسہ گداہی ہاتھوں میں لئے فسرد  
درویشی کی بھیک مانگتے نظر آتے ہیں اور جہاں رحمتِ دو عالم  
علیہ السلام کے بیٹے دامن میں سمیٹنے کے لئے عرشِ اعظم بھی ٹھونکا  
رہتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۰ - ترمذی شریف جلد دوم - صفحہ ۱۰۸

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم  
علیہ السلام نے فرمایا ما من نبی الا وکله و ذیرات من اهل السماء  
و ذیرات من اهل الارض فاما و ذیرات من اهل السماء  
فجبریل و میکائیل و اما و ذیرات من اهل الارض فایوب یکر  
و عیسیٰ۔ کہ ہر نبی کے لئے چار وزیر ہوتے ہیں دو آسمانوں پر اور دو



زمین پر! پس آسمانوں پر میرے دو وزیر حضرت جبرائیل و حضرت میکائیل ہیں اور زمین پر میرے دو وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمرؓ ہیں۔

اس حدیث پاک سے یہ بات ابھی طرح واضح ہوتی ہے کہ اس خطہ ارضی پر جہاں امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت ہے وہاں ابوبکرؓ و عمرؓ کی وزارت بھی ساری زمین پر ہے! اور یہ حقیقت بھی سب لوگ جانتے ہیں کہ کسی ملک کا حاکم اپنے ملک کے تمام کاروبار اور مختلف قسم کے محکمے اپنے وزیروں کے سپرد کر دیتا ہے تاکہ ملک کے تمام معاملات، حالات اور امور سلطنت خوش اسلوبی سے چلتے رہیں! سیدان نبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی حکومت چونکہ زمین و آسمانوں پر ہے اور آسمانوں کے تمام کاروبار تو حضرت جبرائیلؓ و میکائیلؓ چلا رہے اور زمین کی سلطنت کے تمام امور حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم چلا رہے ہیں! اور یہ بھی سب جانتے ہیں کہ کسی وزیر کی مخالفت اس کے حاکم کی مخالفت و دشمنی بغاوت ہوتی ہے اور بغاوت ایک سنگین اور ناقابل معافی جرم ہوتا ہے۔

حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمرؓ فاروق شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زمین کی بادشاہت کے وزیر ہیں! ان کی مخالفت اور ان کی عزت و آبرو پر حملہ آوران کی شان و عظمت میں گستاخی اصل میں شہنشاہِ دو جہاں کی مخالفت ہے! ان کی شان میں گستاخی ہے! ان کی غصمت کی توہین ہے! اور توہینِ نبوت کفر ہے۔ گستاخی رسالت بے دینی ہے اور دشمنی

مصطفیٰ علیہ السلام ضلالت ہے۔

ترندی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۔  
عن عبد اللہ بن حنطیب ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم  
رای ابابکر وعمہ فقال هذا ان السمع والبصر۔

حضرت عبداللہ بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ  
نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
عنہما کو دیکھا اور فرمایا کہ یہ دونوں کان اور آنکھیں ہیں۔

رسول اکرم علیہ السلام نے اس حدیث مبارکہ میں اپنے وفادار  
غلاموں کی جس پیارے انداز میں تعریف و توصیف بیان فرمائی ہے  
وہ ایک مرد مومن کے لئے باعث تسکین دل اور وجہ قرارِ جاں ہے  
انسانی جسم سینکڑوں اجزاء و اعضاء سے ملنا ہوتا ہے لیکن اس  
پیکر انسانی میں، وہ مقام اور درجہ جو کانوں اور آنکھوں کا ہے۔  
سچی اور کا نہیں ہے! انہیں دو اعضاء سے انسان سینکڑوں میلوں  
کی آواز سن کر لطف اٹھاتا ہے اور ہزاروں کوسوں کی اشیاء  
کو اور قدرت الہیہ کے حسین مناظر اور حسن یار کے جلوے دیکھ کر  
دل، افسردہ کو چین و قرار بخشتا ہے۔

صدائے حق کو سننے اور آئینہ حق کو دیکھنے کے یہی دو اعضاء ہیں  
ایک باطل پرست انسان، جب حق کی آواز اپنے کانوں سے سن  
کر اپنے تاریک دل میں روشنی پیدا کر لیتا ہے تو پھر اس کا دل آئینہ  
حق نما بن کر نہ صرف اس کی اپنی ذات کے لئے فقر و درویشی کی منزل  
عطا کرتا ہے بلکہ دوسرے کو در بدر باطل پرست انسانوں کو بھی

حق و ہدایت کی سیدھی راہ دکھاتا ہے! اور اپنے گرد و پیش کی ہر چیز  
 میں محبوب حقیقی کے جلوے دیکھ کر کیفیت و مستحی کے عالم میں جب  
 ابر ہو گا، صراطِ راستہ کی راہ سے تو کائنات کا سینہ بھٹ جائے! ابر  
 پہاڑ ہل جاتے ہیں! اور ابر کی روانی ختم جاتی ہے! ابر سے  
 ہونے چمنستان میں بہا رہا جاتی ہے اور انسانِ ناسافی پر وسوسہ  
 طاری ہو جاتا ہے۔

کفر و شرک کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں  
 میں سیدھی راہ سے بھٹکا ہوا انسان جب حق و ہدایت کے آفتاب  
 کی روشنی دیکھ کر اپنی آنکھوں سے الجھ و باطل کے سیاہ پردے  
 اٹھا لیتا ہے تو پھر اس کے سینے میں رشد و ہدایت کی ایک شمع  
 روشن ہو جاتی ہے اور دل میں نیکی و شرافت کے سینا پڑیں، چراغ  
 جل اٹھتے ہیں جن کی بدولت اس کا وجود صرف اپنے لئے ہی نہیں  
 بلکہ دوسرے انسانوں کے لئے بھی حق و ہدایت کا مرکز اور  
 ملہارت و نفاست کا مرکز بن کر لاکھوں بندگاہوں کی  
 زندگی کی اجڑی ہوئی کھینچیرا، کو سیراب کرتا رہتا ہے۔ اور  
 کروڑوں انسانوں کے تاریک دلوں کو نورِ معرفت سے منور  
 دیتا ہے!

قرآنِ پاک نے حق و باطل میں تمیز - اسلام و کفر میں امتیاز اور توحید  
 شرک کی پہچان اور نیکی و بدی کو جاننے کے لئے دل - کان اور آنکھوں  
 پر محمول کیا ہے ختم اللہ علی قلبہم و علی سمعہم و علی  
 ابصارہم غشاوۃ و لہم عذاب عظیم۔

کہ وہ لوگ جو حق و اسلام کو نہیں پہنچاتے اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے دلوں پر مہریں لگا دیں ہیں اور ان کے کانوں اور اور ان کی آنکھوں پر پڑے ڈال رکھے ہیں کہ جن کی وجہ سے نہ تو وہ حق کی آواز سن سکتے ہیں اور نہ ہی نورِ حق کو دیکھ سکتے ہیں۔ اور جب وہ نہ ہی دیکھتے ہیں اور نہ ہی سنتے ہیں تو پھر ان کے دلوں میں حق و ہدایت کی روشنی کیسے پیدا ہو سکتی ہے!

اب سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث پاک پر غور کرنے سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ جس طرح جسم انسانی کے تمام اعضا میں سے کان اور آنکھیں افضل ہیں اسی طرح اس کائناتِ ارضی کے جسم کے لاکھوں اجزا و اعضا میں حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما افضل ہیں! اور اس حدیث پاک سے یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ حق کی آواز سننے اور حق کو دیکھنے اور پہنچانے میں ان دونوں حضرات سے بڑھ کر اور کوئی نہیں ہے۔

ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۰۱۔ ترمذی شریف جلد دوم۔ صفحہ ۲۰۶۔  
 عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ قَالَ كُنْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِذْ طَلَعَ أَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا ابْنُ سَيِّدِ كَهْوَلٍ أَهْلُ الْجَنَّةِ مِنَ الْأَوَّلِينَ وَالْآخِرِينَ إِلَّا النَّبِيِّنَ وَالْمُرْسَلِينَ يَا عَلِيُّ لَا تُخْبِرْهُمَا!

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں بیٹھا تھا کہ اچانک حضرت ابوبکر

اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما ظاہر ہوئے! تو رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا یہ دونوں انبیاء و مرسلین کے سوا جنت کے تمام بوڑھوں کے سردار ہیں! اور اے علیؑ ان کو اس بات کی خبر نہ دینا یعنی کہ مجھ سے پہلے! مطلب یہ کہ ان کے اس مرتبے و شان اور فضیلت و عظمت کی خوشخبری میں اپنی زبان پاک ہی سناؤں گا۔ اس لئے اے علیؑ تو ان کو اس بات کی اطلاع نہ دینا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۱۔ حضرت امام حسن بن علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابو بکر اور حضرت عمرؓ کو دیکھا اور فرمایا اِنِّیْ اُحِبُّکُمَا کہ میں تم سے محبت رکھتا ہوں اور جو تم سے محبت رکھے گا۔ اللہ تعالیٰ بھی ان سے محبت رکھے گا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۱۔ حضرت علی المرتضیٰ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے ان آنکھوں سے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھا اور پھر رسول اکرم علیہ السلام کو اپنے کانوں سے یہ فرماتے ہوئے سنا مَا وَ لَدَیْ فِی الْاِسْلَامِ مَرْمُوکُوْدٌ اَذْکٰی وَاَطْمَهٌ مِّنْ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمْرٍ! کہ اسلام میں ابو بکر اور عمرؓ سے بڑھ کر کوئی پاک و صاف پیدا نہیں ہوا۔

نزہت المجالس جلد دوم صفحہ ۱۹۳۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَبُوْبَکْرٍ وَّعُمْرٌ فِیْ اُمَّتِیْ کَمِثْلِ الشَّمْسِ وَاَلْقَدِیْ فِی الْکَوَاکِبِ۔ کہ ابو بکر و عمرؓ میری امت میں ایسے ہیں جیسے ستاروں میں سورج و چاند ہیں!

اب یہ کون نہیں جانتا کہ شمس و قمر اپنی روشنی کے اعتباراً اور آج  
 کتاب کے لحاظ سے بہر صورت ستاروں سے افضل و بہتر ہیں اور ان  
 کی روشنی ستاروں کی چمک پر غالب اگر ان کی ضیا کو نابود کر دیتا ہے!  
 یہی نہیں بلکہ آسمان پر چمکنے والے ستارے اپنی چمک و دمک میں شمس  
 قمر کے محتاج ہیں اور انہیں کی روشن کرتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ  
 کر اور آسمان و دنیا پر موتیوں کی لڑیاں بن کر زمین پر بستے والے انسانوں  
 کی نگاہوں کا مرکز بن جاتے ہیں۔

امام الانبیاء سلی اللہ علیہ وسلم کی اس مثال و تشبیہ سے یہ حقیقت  
 اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ کبلی والے آقاؐ و عارف علیہ السلام کی  
 امت ستارے ہے اور اس میں ابو بکر و عمرؓ آفتاب و ماہتاب ہیں اور  
 شمس و قمر اپنے مدارج و مراتب اور اوصاف و کمالات اور چمک و  
 دمک کے اعتباراً اور کائنات ارضی کو قوائد و فیوضات پہنچانے میں بہر نوری  
 افضل و بزرگتر ہیں۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

## شانِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

خواجہ اول کہ اول مار بُوَد      تا اثنین اذہما فی الغار بُوَد  
 صدیقِ حق اعظم قطبِ حق      در ہمہ چیز از ہمہ برودہ سبق  
 ہرچہ حق از بارگاہ کبریا      ریخت در صدر شریعت مصطفیٰ  
 آن ہمہ در سینہ صدیق ریخت

لا جرم نابود آزو تحقیق ریخت (شرح عطار)

واقف اسرار نبوت! رازدارِ راز رسالت! مدارِ دین و ملت!  
 قطبِ حق و شریعت! یارِ غارِ ساکتی مزار! افضل بشیرِ عالمِ انبیا!  
 بالیقین حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ!  
 جنہوں نے اسلام کے ابتدائی دور میں مشکل سے مشکل وقت اور  
 کٹھن سے کٹھن گھڑیوں میں بھی پیغمبرِ اسلام علیہ السلام کی رفاقت نہ  
 چھوڑی!

جو سب سے پہلے اسلام لانے کے بعد زندگی کے آخری ایام  
 تک حق و اسلام کی عظمت اور توحید و رسالت کی شان و شوکت کے  
 ڈنکے بجانے میں مصروف رہے!  
 جو دینِ حق کی سر بلندی کی خاطر جان و مال و دولت کی  
 قربانی دینے میں سب سے آگے رہے!  
 جو قبولِ اسلام سے لے کر وصالِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک

دین و اسلام کی اشاعت اور کفار مکہ کے مظالم سے مسلمانوں کو محفوظ رکھنے میں ہمہ تن مشغول رہے!

جو سخی و صداقت کے علم کو سر بلند رکھنے کے لئے مشرکین عرب کے مقابلہ و مقابلہ میں قدم بقدم اپنے آقا کے ساتھ رہے!

بن کو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کی رات اپنا رفیق سفر بنانے کے لئے منتخب کیا!

بن کو مرض رسول اکرم علیہ السلام کے ایام میں تین دن تک نبی کریم علیہ السلام کے مصلے پر کھڑے ہو کر امامت کا شرف حاصل ہوا! جنہوں نے اسلام قبول کرنے کے بعد دامن محبوب کو اس مضبوطی سے پکڑا کہ پھر سفر و حضر! جنگ و امن! خوشی و غم! جلوت و تلوت اور غار و مزار تک نہیں چھوڑا!

جن کی دعوت اسلام پر حضرت عثمان غنی! حضرت زبیر بن العوام! حضرت عبدالرحمن بن عوف! حضرت سعید بن ابی وقاص اور حضرت طلحہ بن عب اللہ حضرت عثمان بن مظنون! حضرت ابو عبیدہ! حضرت ابو سلمہ! اور حضرت خالد بن سعید بن العاص مشرف باسلام ہوئے جو بعد میں جلیل القدر صحابی رسول کہلائے اور ان میں سے کچھ شجرہ بشارت میں کی مقدس جماعت میں شامل ہو گئے! اگرچہ یہ تمام کابری صحابہ ہیں جو آسمان اسلام کے تابندہ ستارے ہیں۔ لیکن ان ستاروں کا مرکز شمسی حضرت ابو صدیق ہی کی ذات ہے! انہوں نے حضرت ابوالاعلیٰ حضرت عامر بن ابی فہیرہ! حضرت نذیرہ! حضرت نہدیہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہم کو اپنے مال و دولت اور لطف و کرم



کی بدولت کفارِ مکہ کی غلامی کی زنجیروں سے آزاد کر کے مشرکینِ عرب کے پیچھے استبداد سے نجات دلائی۔

حقیقت تو یہ ہے کہ صدیق کا دوسرا نام اسلام ہے اور اسلام کا دوسرا نام صدیق! صدیق کو اگر اسلام سے جدا کر دیا جائے تو اسلام تو ہوگا لیکن روح اسلام نہیں ہوگی!

اور اگر اسلام کو صدیق سے علیحدہ کر دیا جائے تو اسلام کی صدا نہیں رہ جاتی!

اسلام کے ابتدائی دور اور وصالِ مصطفیٰ علیہ السلام کے بعد اسلام کی عظمت کو مٹانے کے لئے کیسے کیسے خطرناک فتنوں نے ابھر کر دیں حتیٰ کے خلاف باقاعدہ شورش و بغاوت کی صورت اختیار کر لی تھی لیکن اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حکمت و فراست اور دیانت و صداقت اور ان کے حسن اخلاق اور دینی بصیرت کے ساتھ ناموسِ اسلام اور عظمتِ دین کی حفاظت کا مجاہدانہ جہاد سے ان خلافِ اسلام سازشوں کا قلع قمع نہ کیا جاتا تو بہت ممکن تھا کہ ابتدا ہی میں آفتابِ اسلام کے حسین چہرے پر کفر و ارتداد منکرینِ زکوٰۃ اور جھوٹے مدعیانِ نبوت کے مکرو ظاہب کے سیاہ بادل چھا کر اس کی آب و تاب کو چھپا دیتے! اور نسلِ انسانی پھر کفر و شرک کے انہیر تاریک گڑھوں میں جا گرتی جہاں سے ہادی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے کفارِ مکہ کے ظلم و ستم برداشت کر کے! کانٹوں کے بستر پر سو کر! گلیوں میں پتھر کھا کر! بازاروں میں کالیاں سن کر اور میدانِ اُحد میں اپنے دانت تڑوا کر اس کو نکالا تھا!

بعض مدعیانِ نبوت تو نبی کریم علیہ السلام کی حیاتِ طیبہ میں ہی پیدا ہو چکے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں نے سلسلہ میں ہی نبوت کا دعویٰ کر کے خاتم النبیین علیہ السلام کو لکھ دیا تھا کہ چونکہ میں آپ کی نبوت میں شریک ہوں اس لئے نصف دنیا میری ہے اور نصف آپ کی ہے!

لیکن وصالِ مصطفیٰ علیہ السلام کے بعد اور بھی بہت سے مدعیانِ نبوت پیدا ہو گئے تھے۔ چنانچہ طلحہ بن خویلد، اسود عنسی اور سلیمہ کذاب کے علاوہ سماع نامی ایک عورت نے بھی بڑے زور و شور سے اپنی نبوت کا اعلان کر دیا تھا اور پھر ان کذابوں نے عرب کے مشہور قبیلوں کی امداد و اعانت کے بل بوتے پر اسلام کے خلاف ایک باقاعدہ بغاوت پھیلا دی تھی۔

مکہ میں کفر و ارتداد کا فتنہ۔ مدینہ کے گرد و نواح میں منکرینِ زکوٰۃ کی شورش! یمن میں اسود عنسی کی جھوٹی نبوت کا طوفان۔ یہاں تک کہ مسلمانوں کی بیہودہ رسالت کا خطرہ اور قطعاً ان میں سماع کے اعلانِ نبوت کی سازش یہ تمام خطرناک سازشیں اور خوفناک بغاوتیں اسلام کی عظمت کو مٹانے اور دین کے جاہ و جلال کو نیت نامیوں کے لئے ایک ایک کر کے پوری قوت کے ساتھ میدان میں اتار چکی تھیں جن سے خلافتِ اسلامیہ کا تاج اپنے سہرا قدس پر رکھنے کے فوراً بعد ہی حضرت صدیق اکبر کو ہٹنا پڑا!

اور پھر اس وقت تک آرام نہیں کیا۔ جب تک کہ حق و اسلام کے خلاف کفر و باطل کی تمام بغاوتوں کو کچل نہیں دیا!

ان تمام حقائق کے ہوتے ہوئے مجھے یہ کہنے میں کوئی تاثر نہیں کہ  
 صدیق شریفی اسلام ہے اور اسلام عین صدیق شریفی ہے!  
 صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نہافت اول کا انکار! مخالفین  
 جنت، رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو بارغ فیک نہ دینے کا بیہودہ الزام اور  
 اسامہ میں زید کی لشکر کشی سے انحراف کے من گھڑت افسانے پر اعتراض  
 کرنا نہ صرف یہ کہ اس ذات اقدس اور عالم علوم نبوت اور واقعہ سراسر  
 رسالت اور بارغ غار! شان میں کتنا اچھی کرنا ہے بلکہ آج بھی اسلام  
 کے خلاف ایک سازش اور دین حق کے خلاف بناوت کے مترادف  
 ہے۔۔۔ اس مقدس انسان کی شان و عظمت کو گھٹانے اور  
 اس کی عزت و آبرو کی سفید چادر پر سیاہ دارغ رکھنے کی ناکام  
 کوشش میں بازاری زبان استعمال کرنے! جلوس نکالنے! اور لفظ  
 حماقت و بہالت پر ماتم کرنے سے نہ تو اس کی نہافت اول کو چھپاتا  
 ہوا کرتا ہے اور نہ ہی اس کے مدارج و مراتب کے سوزج کو بے نور  
 کیا جاسکتا ہے۔

صدیوں فلاسفہ کی چناں اور چینی رہی  
 لیکن خالی کی بات جہاں تھی وہیں رہی  
 آپ کا نام نامی اسم گرامی عبد اللہ ہے اور کنیت ابراہیم ہے!  
 صدیق اور شریف انقب ہیں اور والد کا نام عثمان ہے اور کنیت ابو قحافہ  
 والہ کا نام سلمیٰ ہے اور کنیت ام الخیر ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسلام سے پہلے ایک متمول  
 تاجر کی حیثیت رکھتے تھے اور دیانت و امانت! سچائی اور راستبازی

اور حسن اخلاق و نیک سیرت اور شرافت و بھلائی میں سارے گمہ میں مشہور تھے!

آپ کا مکان بھی اسی محلہ میں تھا جس محلہ میں حضرت خدیجہ الکبریٰ رہتی تھیں۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت خدیجہ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنے کے بعد پھر انہیں کے گھر کو اپنی رہائش گاہ بنا لیا تھا۔

محلہ بھی ایک تھا اور برادری بھی ایک — ذہن بھی ایک تھا، اور مزاج بھی ایک!

عمر میں کوئی دو ڈھائی سال کا فرق تھا! روز روز کی ملاقات اور گھڑی گھڑی کے میل ملاپ سے دوستی بڑھتی گئی — اور محبت فزوں تر ہوتی گئی۔

دونوں کی الفت کے موتی چمکتے گئے اور محبت کے پھول کھلتے گئے! وہ شمع تھا اور یہ پروانہ — وہ پھول تھا اور یہ عندلیب! وہ محمدؐ تھا — اور یہ عبداللہؑ —

پھر وہ نبیؐ تھا — اور یہ صدیقؑ کملی والے آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ وسلم کو جب تاج نبوت عطا ہوا تو آپ نے سب پہلے اپنے بچپن کے یار حضرت ابو بکرؓ کے سامنے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا تو اس ثنا سائے مزاج مصطفیٰ نے بغیر کسی تاثر کے آمنہ کے لال کی نبوت کو تسلیم کر کے اول المسلمین کا اعزاز حاصل کر لیا!

اگرچہ آپ کے ایمان لانے کے بہت سے واقعات لکھے گئے ہیں

لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت ابو بکر کا ائینہ دل پہلے ہی سے پاک صاف تھا جو محض خورشید رسالت کا عکس آنے سے چمک اٹھا۔ پیغمبر اسلام علیہ السلام کی دعوت پر جس شخص نے سب سے پہلے حق کی آواز کو قبول کیا اور پھر ہجرت کے نازک ترین اور خطرناک سفر میں کفار مکہ کے چنگل سے نکل کر غارِ ثور تک اور پھر غارِ ثور سے لے کر مدینہ منورہ تک پوری جانثاری سے رسولِ خدا علیہ السلام کی رفاقت کی وہ حضرت ابو بکر صدیق ہی کی ذات تھی!

سب سے پہلے خلافتِ اسلامیہ کا تاج اپنے سر پر رکھنے کے طور پر ہی بعد حضرت ابو بکر کو جن مصائب و مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ ان کے باعث تو اسلام کا وجود ہی خطرے میں پڑ گیا تھا۔ نبی کریم علیہ السلام کے وصالِ پاک کے ساتھ ہی اسلام اٹھارہ اور وحدتِ عربیہ میں انتشار پیدا ہو گیا تھا۔ قبائل بگڑ چکے تھے! منکرینِ زکوٰۃ نے شورش برپا کر دی تھی اور جھوٹے مدعیانِ نبوت نے اسلام کی جڑوں پر ہلہاڑے چلانے شروع کر دیے تھے اور مکہ میں عوام الناس ذینِ حق سے انحراف کر کے پھر کفر و شرک میں مبتلا ہونے کے لئے تیار نظر آئے تھے!

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان مشکلات پر کیسے قابو پایا جبکہ آغاز اسلام میں مسلمان بالکل بے دست و پا اور بے سرو سامان تھے تو اس کا جواب آسانی سے یہ ہی دیا جاسکتا ہے کہ حضرت ابو بکر کی ہر موقع پر کامیابی کا راز نبی کریم علیہ السلام کی پاک صحبت اور رفاقت تھا۔

جو تواتر بیس سال تک ان کو حاصل رہی۔

بعض لوگ اپنی کم علمی اور تنگ نظری کی بنا پر منکرینِ زکوٰۃ اور دوسرے ارتداد کے فتنوں کو ختم کرنے کے لئے حضرت ابو بکر صدیق کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے ہیں۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ تاریخِ اسلام میں انہیں جنگھائے ارتداد کو فیصلہ کن اہمیت حاصل ہے۔

۳۔ لئے کہ اگر وہ رازِ دوا سے رازِ نبوتِ مدینہ منورہ کے چننے والے مسلمانوں کی رائے قبول کر کے اسلام کے ان باغیوں سے جنگ نہ کرتے اور ہزاروں حفاظِ قرآن شہید کر کے اپنے محبوبِ حقیقی کی ختمِ نبوت کی عظمت کو زچہ پاتے تو فتنہ و فساد کم ہونے کی بجائے ان میں اور بھی شدت پیدا ہو جاتی اور پھر ایسی صورت میں نہ تو دینِ حق کی کوئی قدر و منزلت رہ جاتی اور نہ ہی بھی اسلامی سلطنت کا قیام عمل میں لایا جا سکتا۔

اگر خزانچہ استہان لڑائیوں میں حضرت صدیقِ اکبر کی مدد نہ ہوتی تو فوج کو کامیابی حاصل نہ ہوتی تو بہت ممکن تھا۔ کہ آج ہماری گردنوں میں بھی محمد مصطفیٰ علیہ السلام کی بجائے مسیلمہ کذاب کی غلامی کا پتہ ہوتا اور اصلی حقیقی نبوت کے خدو نہال ہٹ کر نقلی و جھوٹی نبوت کے سیاہ پردے ہماری آنکھوں پر پڑ جاتے جہاں سے پھر کسی کو بھی دینِ ایمان کی روشنی نظر نہ آسکتی۔۔۔۔۔ جیسے کہ قادیانی نبوت۔۔۔ اور پھر اس کا نتیجہ مسلمانوں اور اسلام دونوں کے لئے تباہی کی صورت میں ظاہر ہوتا۔

ان حالات کو دیکھتے ہوئے یہ فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے کہ خلیفہ

بوں نے مرتدین سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر کے اور پھر ان پر پوری  
رح تسلط پا کر نہ صرف اسلام کی عظمت اور دین حق کی شان و شوکت  
بچا لیا بلکہ تاریخ عالم کا رخ موڑ کر نئے سرے سے انسانی تہذیب و  
مدن کی بنیاد رکھ دی۔

اگرچہ مدینہ منورہ کے چند احباب کرام نے حضرت ابو بکر صدیق  
سی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ مشورہ دیا تھا کہ اس بے سرو سامانی اور ننگ  
مانی میں مانعین زکوٰۃ اور مرتدین اسلام کے خلاف جنگ کرنی نقصا  
ہے لیکن چونکہ آپ عزم و استقلال کے کوہِ گراں تھے اور اپنے  
دوب حقیقی کی صحبت و رفاقت سے انہوں نے جو سبق سیکھا تھا وہ یہ  
ہے کہ جنگ میں فتح و شکست فوجوں کی کثرت اور سامان جنگ کی فراوانی  
نہیں بلکہ لڑنے والوں کی جوانمردی۔ جوصلے۔ شجاعت اور جذبہ  
مہادت پر موقوف ہوتی ہے اور وہ اپنی زندگی میں ایسے لٹی معرے  
بیکھ چکے تھے اس لئے انہوں نے اہل مدینہ کی رائے کو قبول نہ کرنے  
وئے اور کسی مصلحت وقت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے علم اسلام کو سر بلند  
کھنے کے لئے اسلام کے خلاف تمام سازشوں کو مٹانے کا فیصلہ کر لیا۔  
عہدِ نبوت میں تو مسلمانوں کو اپنی فتح و نصرت پر ہر وقت یقین ہوتا  
تھا اس لئے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام سے فتح و  
کامیابی کا وعدہ کر رکھا تھا اور ہر جنگ میں مسلمان اپنی آنکھوں سے  
مشرقتوں کو میدانِ جنگ میں لڑتا دیکھتے تھے۔ لیکر حضرت ابو بکر کے عہد  
میں ایسی کوئی بات نہ تھی!

رسولِ اکرم علیہ السلام کے بعد وحی کا نزول منقطع ہو چکا تھا اب

صرف جذبہ ایمانی اور شوقِ شہادت اور نبی کریم علیہ السلام کا اسوۂ حسنہ ہی باقی تھا جن کی بدولت مسلمان کامیابی اور فتح و نصرت سے ہمکنار ہو سکتے تھے اور پھر انہیں ہتھیاروں اور خدائی تلواروں کو حضرت ابو بکر صدیقؓ نے ہر میدان میں بروئے کار لاکر تمام مخالفین اسلام کو کچل دیا۔

اور اگر خلیفہ اول ایسا نہ کرتے تو پھر ایرانی و رومی سلطنتوں کے مقابلے میں مسلمانوں کو کامیابی و فتح ہوتی تو درکنار عراق و شام کی طرف منہ کرنا بھی دشوار ہو جاتا!

کتنے دکھ کی بات ہے کہ آج بد عقیدہ لوگ ان کے ایمان و اسلام میں بحث کرتے ہیں اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کر کے جہنم کی آگ کا ایندھن بننے کی تیاری کرتے ہیں جنہوں نے قبولِ اسلام سے لے کر آخری ایام تک اسلام اور پیغمبر اسلام کی حمایت و اعانت میں کسی وقت بھی اپنی عزت و آبرو اور اپنے مال و جان کی پروا نہیں کی تھی۔ اور جنہوں نے اسلام کی سر بلندی - دین کی عظمت اور حق و صداقت کے علم کو اونچا رکھنے کی خاطر اسلام کے خلاف تمام قوتوں کو پامال کر کے دینِ حق کا بول بالا کر دیا۔

اور جنہوں نے توحید و رسالت کے گرانقدر خزانے کی حفاظت کے لئے رات کی تاریکیوں میں اپنے محبوبِ حقیقی کے ساتھ وطنِ مالوت گھر بار اور بیوی بچوں کو چھوڑ کر مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ تک پیدل سفر کیا اور راستے میں کئی بار اس مرکزِ نبوت کو اپنے کندھوں پر اٹھایا جس کو کعبہ سے بت توڑنے کے وقت شیرِ خدا بھی نہ اٹھاسکے تھے!



اور پھر جنہوں نے غارِ ثور کی اندھیری کو ٹھٹھری میں عشقِ رسول میں اڑدھا کے کئی ڈنگ اپنے پاؤں میں کھائے لیکن اس لئے بنہش نہ کی کہ کہیں محبوبِ خدا کے آرام میں خلل نہ آجائے!

اور جن کو خدا کی طرف سے ثانی اثین اور صاحبِ رسول کا خطاب عطا ہوا اور نبی کی طرف سے صلیق و عتیق کے القاب ملے۔ اور جو آج بھی روضہ مصطفیٰ علیہ السلام میں اپنے محبوبِ حقیقی کے پہلو میں آرام فرما ہے۔

اس کے دین و ایمان میں شک کرنا کفر نہیں تو اور کیا ہے!

ترمذی شریف جلد دوم صفحہ ۲۰۸۔  
**سدیق و عتیق کی وجہ تسمیہ** | حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ

تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ ایک دن حضرت ابو بکر نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے تو رسولِ معظم علیہ السلام نے ان کو دیکھ کر فرمایا اَنْتَ عَتِيقُ اللّٰهِ مِنَ النَّارِ۔ کہ تم کو اللہ تعالیٰ نے دوزخ کی آگ سے آزاد کر دیا ہے۔ پھر اسی دن سے وہ عتیق کے نام سے پکاسے جانے لگے!

ریاض النظرہ جلد ۱۔ صفحہ ۶۶ تاریخ الخلفاء۔ صفحہ ۲۴۔ ابو یعلیٰ فی مستدرک  
 وابن سعد والحاکم کے حوالے سے نقل ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے  
 حضرت ابو بکر کو دیکھا اور فرمایا مَنْ سَدَّهٖ اَنْ يَنْظُرَ اِلَى عَتِيقٍ مِّنَ  
 النَّارِ فَلْيَنْظُرْ اِلَى اَبِي بَكْرٍ۔ نہ جو کسی ایسے شخص کو دیکھ کر خوش ہونا  
 چاہتا ہو کہ جو جہنم کی آگ سے آزاد ہو تو اسے پراہیے کہ وہ حضرت  
 ابو بکر کو دیکھ لے۔

ریاض النظرۃ جلد ۱ - صفحہ ۶۶ - حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے جب معراج سے واپس آ کر بیابان فرمایا تو جاء المشركون الی ابی بکر فقالوا اهل لك الی صاحبك مشرکین مکہ ابو بکر کے پاس آئے اور کہتے لگے کہ کیا تم جانتے ہو کہ تمہارا ریا ریا کیا کہتا ہے۔

کہتا ہے کہ میں آج رات کے تھوڑے سے حصے میں بیت المقدس اور عرش و لامکاں تک کی سیر کر کے آیا ہوں۔ تو حضرت ابو بکر نے فرمایا وَقَالَ ذَٰلِكَ - کہ کیا میرے یار نے واقعی یہ کہا ہے۔ ہاں ہوں نے کہا۔

قَالَ لَقَدْ صَدَّقَ وَرِثِي لَا صِدْقَهُ - حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ میرے محبوب نے سچ فرمایا ہے۔ اور اگر وہ اس سے بھی کوئی بعید بات کہتا تو میں اس کی بھی تصدیق کرتا۔ فلذالك سُمِّيَ الصديق - پس اس وجہ سے وہ صدیق کے لقب سے پکارے جانے لگے۔

ریاض النظرہ جلد ۱ صفحہ ۶۷ - تاریخ الخلفاء صفحہ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے فرمایا - اِنَّ قَوْمِي لَا يُصَدِّقُوْنِي - کہ میری قوم اس معراج کے معجزہ کو نہیں مانے گی۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے عرض کی يُصَدِّقُكَ أَبُو بَكْرٍ وَهُوَ صَدِّيقٌ - کہ ابو بکر تصدیق کرے گا۔ اور وہ صدیق ہے۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۵ - لوگوں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ ہمیں ابو بکر کے متعلق کچھ فرمائیے۔ تو آپ نے فرمایا:-

ذَٰكَ أَمْرٌ سَمَّاهُ اللَّهُ الصِّدِّيقَ عَلِيَّ لِسَانِ جِبْرِيلَ وَعَلَى لِسَانِ  
 مُحَمَّدٍ عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ کہ یہ حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا نام  
 جبرائیل و مصطفیٰ علیہ السلام کی زبان پر صدیق رکھا ہے۔ حضرت  
 حکیم بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علیؑ سے  
 سے سنا کہ وہ اس بات کی قسم کھاتے تھے۔ کہ لَإِن نُّزِلَ اللَّهُ اسْمًا  
 أَبَا بَكْرٍ مِنَ السَّمَاءِ الصِّدِّيقَ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے ابو بکرؓ کا نام  
 آسمان سے صدیق تازل کیا ہے۔

## کتاب شیعہ سے آپ کے صدیق ہونے کا ثبوت

کشف الغمہ صفحہ ۲۲۔ مطبوعہ ایران سئل الامام جعفر علیہ السلام  
 عَنْ حَلِيَّةِ السَّيْفِ هَلْ يَجُوزُ قَالَ نَعَمْ قَدْ حَلَّى أَبُو بَكْرٍ الصِّدِّيقَ  
 سَيْفَهُ فَقَالَ فَقَالَ الرَّاوى اَتَقُولُ هَكَذَا فَوَثَبَ اِلَّا مَا عَنْ مَقَامِهِ  
 فَقَالَ نَعَمْ الصِّدِّيقُ۔ نَعَمْ الصِّدِّيقُ۔ نَعَمْ الصِّدِّيقُ فَمَنْ لَسَهُ  
 يَقُلُ لَهُ صِدِّيقٌ فَلَا صَدَقَ اللَّهُ قَوْلِهِ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ۔

ترجمہ :- حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کسی  
 نے سوال کیا کہ کیا تلوار کو چاندی سے مرتع کرنا جائز ہے ؟  
 آپ نے فرمایا۔ ہاں۔

اس لئے کہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تلوار  
 کو چاندی سے مرتع کیا ہوا تھا۔

سوال کرنے والے نے جبران ہو کر پوچھا کہ کیا آپ بھی ابو بکرؓ کو  
 کو صدیق کہتے ہیں ؟

حضرت امام نے فرمایا۔۔۔ ہاں۔۔۔ اور تین بار اپنی جگہ سے اٹھ کر فرمایا:-

نَعْمَ الصِّدِّيقُ - نَعْمَ الصِّدِّيقُ - نَعْمَ الصِّدِّيقُ

اور جو اسے صدیق نہ کہے۔ خدا تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں جھوٹا کرے۔ یعنی اس کے دین و ایمان کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔  
رجال کشتی۔ مصنفہ شیخ جلیل ابو عمرو محمد بن عمر عبدالعزیز صفحہ ۲۰۔ حضرت بریدہ اسلمی فرماتے ہیں:-

سَمِعْتُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ إِنَّ  
الْجَنَّةَ تَشْتَقَانِ إِلَى ثَلَاثَةِ فِجَاءٍ أَبُو بَكْرٍ فَقَالَ أَنْتَ الصِّدِّيقُ  
أَنْتَ ثَانِي الثَّنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ قَلَوْ سَأَلْتُ رَسُولَ اللَّهِ عَنْ  
هُوَ لَاءِ الثَّلَاثَةِ -

ترجمہ:- کہ میں نے رسول اکرم علیہ السلام سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ تحقیق جنت تین آدمیوں کی ہر وقت مشتاق رہتی ہے۔ اتنے میں حضرت ابو بکرؓ آگئے۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا۔ تو صدیق ہے۔ اور تو غار میں بھی دوسرا تھا۔ راوی کہتا ہے کہ کاش میں نبی کریم علیہ السلام سے تیسرے کے متعلق بھی پوچھ لیتا۔

تفسیر قمی۔ ابی الحسن علی بن ابراہیم القمی صفحہ ۲۶۶۔ ابی عبداللہ  
لَمَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ قَالَ لِأَبِي  
بَكْرٍ - کہ جب نبی کریم علیہ السلام غار ثور میں تھے تو آپ نے حضرت ابو بکرؓ  
سے فرمایا۔ کہ میں اس وقت جعفر اور اس کے ساتھیوں کا سفینہ دیکھ  
رہا ہوں۔

حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی دکھا دو۔ حضورؐ علیہ السلام نے فرمایا ہاں دکھاتا ہوں۔  
 فَمَسَّحَ عَلَيَّ عَيْنَهُ فَرَأَاهُمْ فَقَالَ لَهُ رَسُولُ اللَّهِ أَنْتَ  
 الصِّدِّيقُ۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے ابو بکر کی آنکھوں پر دستِ  
 رحمت پھیرا۔ تب اُس نے بھی دیکھ لیا۔ پھر رسول پاک علیہ السلام  
 نے فرمایا کہ تو صدیق ہے۔

شیعہ حضرات کی مستند اور معتبر کتابوں سے جناب سیدنا ابو بکر  
 صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت کے ساتھ ساتھ آپ کا  
 صدیق ہونا بھی ثابت کر دیا گیا۔ مگر افسوس کہ موجودہ دور کے غالی۔  
 متعصب اور تبراٹی رافضی شیعہ اپنے آئمہ مجتہدین کی راہ سے بھی  
 ہٹ چکے ہیں۔ ورنہ اگر یہ لوگ اپنے دلوں سے عداوتِ صحابہ کرام  
 کی سیاہی کو دھو کر اور اپنی آنکھوں سے عناد کی بٹی اُتار کر ان روشن  
 ستاروں کی چمک دکھ کو دیکھیں تو پھر نہ انہیں ابو بکر کی صدیقیت  
 میں کوئی شک نظر آئے اور نہ ہی عمر فاروق کی عداوت میں کوئی شبہ  
 دکھائی دے نہ ہی عثمان غنی کے صاحبِ ذوالنورین ہونے میں کوئی  
 تاویل حائل ہو اور نہ ہی اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ کی حیاتِ  
 آبرو اور عفت و عصمت کی پاک چادر داغدار نظر آئے۔

## صدیق اور صادق

دنیا کا ہر انسان جب بھی کبھی حضرت امام جعفر علیہ السلام کا  
 اسم گرامی لیتا ہے تو صادق ضرور کہتا ہے۔ حالانکہ گیارہ امام اور بھی

ہیں۔ مگر کسی کے نام کے ساتھ لفظ صادق نہیں بولا جاتا۔ نہ امام باقر کو کوئی صادق کہتا ہے اور نہ ہی امام نقی و تقی کو نہ ہی امام موسیٰ کاظم کے ساتھ صادق کہا جاتا ہے اور نہ ہی موسیٰ رضا کے ساتھ۔ پھر امام جعفرؑ کے نام کے ساتھ لفظ صادق کیوں ہے؟  
 اؤ۔۔۔ ذرا حضرت امام جعفر علیہ السلام ہی سے پوچھ لیں۔  
 کہ آپ صادق کیوں ہیں۔

جواب ملتا ہے۔ وَلَدَاتِي الصَّادِقَاتُ تَيْنِي۔ کہ مجھے ابو بکر صدیقؓ نے دو دفعہ بنا ہے یعنی میں دو نسبتوں سے صادق ہوں۔  
 پہلی وجہ ابو بکر کا بیٹا محمد۔ محمد کا بیٹا قاسم۔ قاسم کی بیٹی ام فردہ۔ ام فردہ کا نکاح ہوا۔ حضرت امام باقر سے اور اس کے بطن سے حضرت امام جعفرؑ پیدا ہوئے اور حضرت صدیق کی نسبت سے صادق ہوئے۔

گویا کہ حضرت امام جعفرؑ کی والدہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کی پڑپوتی تھی۔

اور آپ کی نانی حضرت اسماءؓ تھیں جو حضرت ابو بکرؓ کی پوتی تھی۔ ابو بکر کا بیٹا عبدالرحمن۔ عبدالرحمن کی بیٹی حضرت اسماء۔ کشف الغمہ۔ علی بن سعید ریلی شیعہ کی کتاب۔ صفحہ ۲۲۰۔  
 محمد بن علی بن حسین بن علی بن ابی طالب امہ ام عبداللہ بنت الحسن بن علی بن ابی طالب واسم ولدہ جعفر و عبداللہ و امہ ام فردہ بنت القاسم بن محمد بن ابی بکر الصدیق۔ یعنی محمد بن علی کی والدہ کا نام ام عبداللہ بنت حسن ہے اور ان کے بیٹوں کا نام جعفر اور عبداللہ

بنت حسن ہے اور ان کے بیٹوں کا نام جعفر اور عبداللہ ہے جن کی والدہ کا نام ام فرورہ بنت قاسم بن محمد ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہے۔

جلاء العیون صفحہ ۲۵۱ و پیر آنحضرت امام باقر و ماورا آنحضرت ام فرورہ دختر قاسم پسر محمد بن ابو بکر۔ کہ حضرت امام جعفر کے باپ کا نام امام باقر ہے اور ان کی والدہ کا نام ام فرورہ ہے جو لڑکی ہے قاسم کی اور قاسم بیٹا ہے محمد کا اور وہ بیٹا ہے ابو بکر کا۔

اس حسب و نسب اور خاندانی محبت و الفت کے بعد بھی اگر شیعہ حضرات حضرت ابو بکر صدیق کی شان و عظمت سے انکار کرتے ہیں اور انہیں صدیق ماننے۔ یا رِغَارِ جاننے اور امام اول ہجرت کی بجائے اُن کی عزت و آبرو پر رکیک حملے کرنے سے باز نہیں آتے تو پھر میں ایسے بے ادب و گستاخ شیعوں سے پوچھتا ہوں کہ سب سے پہلے امام الازہار صلی اللہ علیہ وسلم کے معراجِ پاک کی تصدیق کس نے کی۔ اور حضرت امام جعفر صادق صادق کیوں ہیں؟

جواب یہی ہے کہ حضرت صدیق اکبرؓ۔

پھر اگر تم نبی کریم علیہ السلام کے معراج کو اور امام جعفر کو صادق مانتے ہو۔ تو ابو بکر کو بھی صدیق مانو۔ اور اگر اسے صدیق نہیں مانتے تو پھر نبی کے معراج کا بھی انکار کرو اور امام جعفرؓ کو صادق کہنا بھی چھوڑ دو۔

# قرآن پاک اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

معظم تعالیٰ عنہ

قرآن پاک نے جہاں جا بجا تمام اصحاب کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و عظمت کو بیان کر کے گستاخان اصحاب رسول کے لئے درس عبرت کا سامان بہیا کر دیا ہے وہاں اس نے کچھ ایسی آیات کو بھی روشن کر دیا ہے جو صرف حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تعریف و توصیف پر مبنی ہیں۔ اگرچہ صدیق اکبر ان تمام اصحاب کرام میں بھی شامل ہیں۔ جن کے متعلق قرآن پاک نے رضی اللہ عنہم و رضوا عنہ۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اور التائبون العابدون کے اعزازات کے علاوہ اور بھی مراتب مدارج بیان فرمائے ہیں لیکن صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں خاص طور پر بیان کرنا اس بات کی واضح دلیل ہے کہ حضرت ابو بکر صدیق دوسرے اصحاب کرام میں سے کچھ ایسی خصوصیات بھی رکھتے تھے جو دوسروں میں نہیں تھیں۔

پارہ ۲۲۷ - سورہ زمر - آیت نمبر ۳۳ - وَالَّذِي جَاءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهِ أُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ! اور وہ جو آیا حق و سچ کے ساتھ اور جس نے تصدیق کی اس کی وہی لوگ ہیں متقی و پرہیزگار۔  
تفسیر کبیر جلد ۷ - صفحہ ۲۵۲ - ان المراد شخص واحد فالذی جاء بالصّدق لمحمد علیہ السلام والذی صدق به هو ابو بکر و هذا القول مروی عن علی بن ابی طالب رضی اللہ



تعالیٰ عنہ وجماعت من المفسرین رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔  
 کہ اس سے مراد ایک ہی واحد شخص حضرت ابو بکر صدیق ہے! جو حق  
 سچ لے کر آیا وہ محمد صلی علیہ وسلم ہیں اور جس نے اس کی تصدیق کی  
 وہ ابو بکر ہے۔

اور یہ قول حضرت علیؓ اور دوسرے مفسرین کا ہے! اور  
 اور اگر کوئی سوال کرے کہ چونکہ آیت میں اُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ  
 جمع ہے اس لئے کسی شخص واحد کو اس کا مصداق ٹھہرانا ٹھیک  
 نہیں تو امام رازیؒ جواب دیتے ہیں!

۱ ان الرسالة لا تنتم الا لبارکات اربعة المرسل  
 والمرسل والمرسالة والمرسل اليه۔ کہ رسالت چار ارکان  
 سے مکمل ہوتی ہے۔ المرسل۔ المرسل۔ رسالت اور المرسل  
 الیہ اور رسالت کا آخری مقصود یہ ہوتا ہے کہ کوئی اس کو قبول  
 کرے اور اس کی تصدیق کرے۔ پس وہ شخص جو سب سے پہلے تصدیق  
 کرے ہذا الذی یتتبعہ الارسال۔ تو وہی ہے جس نے ارسال  
 نبوت کو تمام کر دیا۔

وعن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال دعوا ابابکر فانہ  
 من نتمة النبوة۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ ابو بکر کو  
 بلاؤ۔ اس نے میری نبوت کی سب سے پہلے تصدیق کر کے مقصد نبوت  
 کو تمام کر دیا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ پھر آخری فیصلہ دیتے ہیں اگر یہ  
 آیت کسی شخص واحد کے لئے ہو یا تمام انبیاء علیہم السلام اور

اور ان کے تمام ماننے والوں کے حق میں فان ابوبکر داخل فیہ  
پس حضرت ابوبکر دونوں صورتوں میں اس آیت میں شامل ہیں۔  
اور آگے قرآن پاک نے ان کا انعام و اعزاز بیان کیا ہے۔  
لھم ما لیشاؤن۔۔۔۔۔ عند ربہم۔۔۔۔۔

کہ اللہ کی طرف سے ان کو ہر وہ چیز ملے گی جو وہ چاہیں گے۔  
شعبہ حضرات کی معتبر تفسیر مجمع البیان جلد ۸۔ صفحہ ۲۹۸ میں  
علامہ طبرسی نے بھی اس آیت پاک کو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کی شان پاک میں نازل ہونا لکھا ہے۔ اَلَّذِي جَاءَ  
بِالصَّدَقِ وَصَدَّقَ بِهِ فَاُولَئِكَ هُمُ الْمُتَّقُونَ۔

ترجمہ :- کہ جو شخص آیات حق اور سچ کے ساتھ وہ رسول خدا  
علیہ السلام ہیں اور جس نے تصدیق کی وہ حضرت ابوبکر ہے۔  
پارہ ۳۰۔ سورۃ وائیل۔ وَ سَيُجَنَّبُهَا اِلَّا تَقِي ۙ اَلَّذِي يُؤْتِي  
مَالَهُ يَتَزَكَّى ۙ وَ مَا لِاحِدٍ عِنْدَهُ مِنْ لِعْمَةٍ يُجْزَى ۙ اِلَّا  
اِبْتِغَاءَ وَجْهِ رَبِّهِ اِلَّا عَلَ ۙ وَ لَسَوْتَ يَرْضَى ۙ

ترجمہ :- اور لاگ رہے گا اس سے بڑا پرہیزگار جو دیتا ہے اپنا  
مال تاکہ وہ پاک ہو جائے اور نہیں کسی کا اس کے ہاں کوئی احسان کہ اس  
کا بدلہ دیا جائے۔ مگر رضا جوئی اپنے رب کی جو سبک برتر ہے اور بس اور  
وہ راضی بھی ہو جائے گا۔

تفسیر کبیر جلد ۸۔ صفحہ ۲۱۷۔ اَجْمَعَ الْمَقْسُورُونَ مِمَّا عَلَيَّ اَنْتَ  
الْمَسَادَا اَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُ۔ کہ ہمارے تمام مفسرین  
کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیت قرآنی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ

کہ ہمارے تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہ آیات قرآنی حضرت  
ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان میں نازل ہوئیں۔

اس لئے کہ انہوں نے اپنا ان کسی جزا کے لئے نہیں بلکہ محض اللہ  
کی رضا اور خوشنودی کے لئے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ اور کئی غلاموں  
کو کفار مکہ کے ظلم و ستم سے رہائی دلائی مثلاً حضرت بلال اور عامر بن

نہیرہ۔

صفحہ ۲۱۹۔ ۱ ما قولہ ولسوف یرضی۔ فالمعنی انہ وعد

۱ بابلس ان یرضیہ فی الاخرۃ۔ پھر خارا ونا کریم کا یہ فرمانا۔ کہ  
عنقریب یعنی قیامت کے دن اسے راضی کرے گا۔ اس کا معنی  
یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابوبکرؓ کو راضی کرنے کا وعدہ کیا ہے  
جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو راضی  
کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے۔ ولسوف یوطیک ربک فتراضی لان  
رضا اللہ عن عبدہ ۲۴ کمل للعبد من رضا عن ربہ۔ اور  
اللہ کا کسی بنائے سے راضی ہونا افضل و اکمل ہے۔ اس سے کہ  
کوئی بندہ اپنے رب سے راضی ہو۔

تفسیر روح البیان جلد ۲۔ صفحہ ۶۶۱۔ نزلت فی حق ابی  
بکر الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیث اشتری بلال و  
عامر بن نہیرہ وعبید۔ کہ یہ آیات حضرت ابوبکر صدیق رضی  
اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں نازل ہوئیں جبکہ انہوں نے حضرت بلال  
بن عامر بن نہیرہ اور حضرت عبید و کفار مکہ سے خرید کر آزاد کروایا۔  
تفسیر مجمع البیان جلد ۱۰۔ صفحہ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ علامہ طبرسی۔ شیعہ

حضرات کی مغتیر تفسیر۔ عن ابن زبیر قال اِنَّ الْاٰیةَ نَزَلَتْ  
فِي اَبِي بَكْرٍ لِاِنَّهُ اشْتَرَى الْمَمَالِيكَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا  
مِثْلَ بِلَالٍ وَعَامِرِ بْنِ فُهَيْرَةَ وَغَيْرَهُمَا وَاعْتَقَهُمْ۔

ترجمہ :- ابن زبیر سے روایت ہے کہ یہ آیت پاک حضرت  
ابو بکر کی شان میں نازل ہوئی ہے اس لئے کہ انہوں نے اسلام لانے  
والے غلاموں کو خرید کر آزاد کر دیا۔ جیسا کہ بلالؓ۔ عامر بن فہیرہ اور  
دیگران کے علاوہ۔

پارہ ۱۰۔ سُورَةُ التَّوْبَةِ۔ آيَةُ عَمَّا۔ ثَانِي اِثْنَيْنِ اِذْ هُمَا  
فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَاَنْزَلَ  
اللّٰهُ سَكِيْنَةً عَلَيْهِ۔

دو جان۔ جب وہ دونوں تھے غار میں۔ جب نبی نے کہا اپنے  
ساتھی سے تو غم نہ کر۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے! پھر اللہ نے اتاری  
اپنی تسکین اس پر۔

اس آیت کی تفسیر اور واقعہ ہجرت تو انشاء اللہ مفصل طور پر  
آگے آئے گا۔ یہاں صرف اتنا ہی بتا دینا مقصود ہے کہ قرآن پاک  
نے جس انداز سے نبی کے اس یارِ غار کی مدح و شان اور تعریف  
توصیف بیان فرمائی ہے وہ قرآن پاک پر ایمان اور اپنے دلوں میں  
شمع اسلام کی معمولی سی روشنی رکھنے والے مسلمانوں کے لئے باعث  
نازگی ایمان ہے اور اس رفیقِ مصطفیٰ علیہ السلام سے بغض و عناد  
رکھنے والے شیعہ حضرات کے لئے درس عبرت ہے! ہجرت کی اندھیر  
رات میں اس تاریک غار کے اندر وہ دو کون تھے؟

نبیؐ کا ساتھ کون تھا؟

نبیؐ نے صاحبہ کس سے کہا؟

اللہ کن کے ساتھ تھا؟

اور اللہ نے کس پر اپنی تسکین نازل کی؟

ان تمام سوالوں کے جوابات کے لئے تفسیر کبیر دیکھو۔

بخاری شریف، جلد ۱۵ صفحہ ۵۱۵۔ تفسیر کبیر جلد چہارم صفحہ ۲۳۷،

۲۳۸۔ مَكَثَ فِيهِ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ ثَلَاثًا وَأَبُو بَكْرٍ مَعَهُ۔ کہ

رسول اکرم علیہ السلام اس غارِ ثور میں تین دن تک رہے۔ اور ابو بکرؓ ان کے ساتھ تھا۔

یخرج ہوا ابو بکر اول اللیل۔ نبیؐ اور ابو بکر رات

کے پہلے حصے میں مکہ سے نکل گئے اَفَلَمَّا وَصَلَا إِلَى الْغَارِ دَخَلَ

أَبُو بَكْرٍ الْغَارًا وَلَا يَلْتَمِسُ مَا فِي الْغَارِ۔ پس جب دونوں

غار پر پہنچے تو ابو بکرؓ پہلے غار میں داخل ہوئے اور جو کچھ بھی

غار میں تھا، برداشت کرتے رہے۔

فَلَمَّا طَلَبَ الْمُشْرِكُونَ الْأَشْرَاقَ بَوَّابِيَّ أَبِو بَكْرٍ خَوْفًا

عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عَلَيْهِ السَّلَامُ لَا

تَخْرُنَّ إِنَّ اللَّهَ مَعَنَا۔ جب مشرکین مکہ تلاش کرتے کرتے قریب

آگئے تو حضرت ابو بکرؓ رسول اکرم علیہ السلام کے لئے رونے لگے۔

پس نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ غم نہ کرا اللہ ہمارے ساتھ

ہے۔ السكْنِيَّةُ نَازِلَةٌ عَلَى قَلْبِ ابِو بَكْرٍ۔

اور پھر اللہ تعالیٰ نے اپنی تسکین حضرت ابو بکرؓ کے دل پر نازل

فرمائی!

تبعیہ حضرت پونکہ اس موجودہ قرآن کو نہیں مانتے اس لئے  
ہو سکتا ہے کہ وہ سوال کریں کہ ہماری کسی کتاب سے یہ ثابت  
کریں تو ملاحظہ ہو۔

تفسیر حضرت امام حسن عسکری صفحہ ۲۱۲۔ یا رسول اللہ صلی  
اللہ علیہ وسلم! آپ کو سلام کہتا ہے۔ ۱۔ فرماتا ہے کہ ابو جہل اور  
دیگر مشرکین مکہ نے آپ کے قتل کا پروگرام بنایا ہے اس لئے وَاخْرَجُ  
اَنْ تَسْتَضِحَّ اَبَا بَكْرٍ اَبَا بَكْرٍ اَبَا بَكْرٍ اَبَا بَكْرٍ اَبَا بَكْرٍ اَبَا بَكْرٍ  
کہ مکہ سے نکل جاؤ۔

اور اس لئے کہ اگر ابو بکر نے آج کی رات تمہارا ساتھ دیا اور  
مدد کی اور ثابت قدم رہا۔ کَانَ فِي الْجَنَّةِ مِنْ رَفَقَائِكَ۔ تو پھر  
وہ جنت میں تمہارا رفیق ہوگا! قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ  
وَسَلَّمَ لِأَبِي بَكْرٍ أَرْضَيْتَ أَنْ تَكُونَ مَعِيَ يَا أَبَا بَكْرٍ تَطْلُبُ كَمَا  
أَطْلُبُ۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ کیا تو  
میرے ساتھ جانے کو راضی ہے اور کیا تو پسند کرتا ہے کہ کفار مکہ  
جس طرح میرے قتل کے ذریعے ہیں اسی طرح تیرے بھی قتل کے  
ذریعے ہوں۔

قال ابو بکر يا رسول الله صلى الله عليه وسلم ما  
انا لو عشت عمر الدنيا في جميعها اشد العذاب و  
كان في صحبتك لكان ذلك احب اتي انا و مالي و و لداي  
فداك۔ حضرت ابو بکر نے جواب دیا۔ اے میرے آقا اگر میں تمام عمر

زندہ رہوں اور ساری زندگی آپ کی محبت میں سنت عذاب  
 میں مبتلا رہوں۔ تو پھر بھی مجھے آپ کی محبت میں منظور ہے! میری  
 جان! میرا مال اور میری اولاد آپ پر قربان! پس نبی کریم علیہ  
 السلام نے فرمایا کہ تو میرے کان اور آنکھوں کے بمنزلہ ہے اور  
 تجھ کو میرے ساتھ وہی نسبت ہوگی جو سر کو جسم سے اور روح  
 کو بدن سے ہوتی ہے جیسے کہ علیؑ ہے!

حلمہ حیدری ملا باذل ایرانی - جلد اول صفحہ ۲۸ و ۲۹ - کہ  
 جب نبی کریم علیہ السلام ہجرت کی رات مکہ مکرمہ سے نکلے۔

ز نزدیک اں قوم پر مکر رفت

بسوئے سرائے ابو بکرؓ رفت

تو کفار مکہ سے دور ہونے سے پہلے نبی کریم علیہ السلام ابو بکرؓ

کے ٹھہر گئے۔

ان کو سہا تھل لیا۔

کہ در کس چہاں قوت آمد پدید

کہ بار نبوت تو اند کشیار

پھر اس ابو بکرؓ میں اتنی قوت پیدا ہو گئی۔ کہ اس نے نبوت

کے بوجھ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

بہر جا کہ سوراخ یا رخنہ دید

قبارا بدر دید و اں رخنہ چید

غار کے تمام سوراخ ابو بکرؓ نے اپنا لباس پھاڑ کر بند کر دیئے۔

بدیں گو نہ تا شد تمام اں قبا، یکے رخنہ نگر فتہ ما تدا ز قضا۔

اس طرح کی چادر ختم ہو گئی۔ مگر ایک سوراخ تقدیر الہی سے بند نہ ہو سکا۔

برآں رختہ ماندہ آں یا بر غار  
کف پائے خود را نمود استوار  
اس سوراخ پر اس یارِ غار نے اپنا پاؤں رکھ دیا۔

در آمد رسولِ خدا ہم بغار  
نشستند یک جا ہم ہر دو یار  
پھر رسولِ اکرم علیہ السلام اس غار میں تشریف لے آئے  
اور پھر دونوں یارِ غار میں اکٹھے بیٹھ گئے۔

اور پھر ابو بکرؓ کے پاؤں میں اثر حصے نے ڈنگ مارا تو نبی  
کریم علیہ السلام نے فرمایا: تم نہ کر۔ سانپ تجھے کوئی دکھ نہیں دے  
سکتا!

شدرے پسیر بو بکر ہنگامِ شام

بہ برے درآں غار آب و طعام

اور حضرت ابو بکرؓ کا لڑکا ہر رات کو کھانا اس غار میں پہنچاتا تھا۔

تفسیر قمی - صفحہ ۲۶۵ - عن عبد اللہ لما کان رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم فی الغار قال لابی بکر کأتی انظر الی

سفینة جعفر فی اصحابہ یقوم فی البصر الی قومہ فقال

ابو بکر و تراہم یا رسول اللہ قال نعم فمسح علی عینیہ

فراہم فقال لہ رسول اللہ انت المصدیق! حضرت

عبداللہ فرماتے ہیں، کہ جب نبی کریم علیہ السلام غار میں تھے۔ تو



آپ نے حضرت ابو بکرؓ سے کہا کہ میں جعفرؓ کو اس کے ساتھیوں کے ساتھ دریا میں ایک کشتی پر دیکھ رہا ہوں۔  
 ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے بھی دکھاؤ۔ نبی کریم علیہ السلام نے ابو بکرؓ کی آنکھوں پر دستِ رحمت پھیرا۔ تو اس نے بھی دیکھ لیا۔  
 سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تو صدیق ہے۔

حیات القلوب جلد دوم - صفحہ ۳۲۱ - مذکور است کہ حق تعالیٰ بسوئے حضرت رسولِ خدا و وحی فرستاد کہ خدایا وندِ علی ترا سلام می رساند و می فرماید کہ ابو جہل و اکابرین قریش تدبیر کرده اند کہ ترا بقتل رسانند و خدایا ترا امر میکند کہ علی را در جائے خود بخوابانی الی قولہ و ترا امر میکند کہ ابو بکر را ہمراہ خود بغار ببری کہ حجت بر او تمام کنی کہ اگر مساعدت و معاونت تو بکند و بر عہد و پیمان تو باقی بماند و در بہشت رفیق تو باشد و دیگران روایت کرده اند کہ ابو بکر در غارِ اضطراب بسیار میگردانیم قریش و حضرت اورا تسلی داد۔ چنانچہ حق تعالیٰ در قرآن اشارہ باین نمودہ اذہمانی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تخننات اللہ معنا!

یہ مذکور ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ خدایا ندید کریم تمہیں سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے کہ ابو جہل اور قریش کے بڑے بڑے سرداروں نے تمہارے قتل کا مشورہ

کر آیا ہے اور خدا تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کو آج اپنے  
 بستر پر سلا دو اور یہ بھی حکم دیتا ہے کہ حضرت ابو بکر کو ساتھ لے کر  
 غار میں چلے جاؤ۔ تاکہ اس پر حجت تمام ہو جائے اور اگر ابو بکر نے  
 آج تمہاری رفاقت کی اور تمہاری مدد کی اور اپنے عہد و پیمان میں  
 مضبوط رہا۔ تو پھر بہشت میں بھی تمہارا ساتھی ہوگا۔

اور دوسروں نے روایت کی ہے کہ حضرت ابو بکر قریش مکہ  
 کے خوف سے غار میں بڑے مضطرب ہوئے تو نبی کریم علیہ السلام  
 نے ان کو تسلی دی۔ جیسا کہ قرآن میں خداوند کریم نے فرمایا ہے۔  
 کہ جب وہ دونوں غار میں تھے اور جب نبی نے اپنے ساتھی سے  
 کہا کہ غم نہ کر اللہ تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے۔

تفسیر خلاصۃ المنج - علامہ کاشانی - امیر المومنین را بر جائے خود  
 بجا باندو خود از خانہ ابو بکر رفاقت او در ہماں شب بیروں آمد  
 بایں غار متوجہ شدند۔

کہ شب ہجرت نبی کریم علیہ السلام نے امیر المومنین حضرت  
 علی المرتضیٰ کو اپنے بستر پر سلا دیا اور خود حضرت ابو بکر کے گھر سے  
 اسی رات غار کی طرف چل دئے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۲۲ - حضرت حرام بن مشام رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ اپنے جد امجد امیر معاویہ کے بھائی تھے روایت کرتے ہیں۔  
 ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حین اخرج  
 من مکة خرج مهاجرا الى المدينة هو و ابو بکر۔

کہ جب نبی کریم علیہ السلام مکہ مکرمہ سے ہجرت کر کے مدینہ منورہ

کی طرف گئے۔ تو حضرت ابو بکرؓ بھی ان کے ساتھ تھے۔  
 مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 کے پاس حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر کیا گیا۔ تو حضرت  
 عمر رو پڑے اور فرمایا کہ میری تمام عمر کی نیکیاں ابو بکرؓ کی اس ہجرت  
 کی رات کی ایک نیکی سے بھی کم ہیں۔ جبکہ وہ غار کے پاس گئے تو ابو بکرؓ  
 نے نبی کریم علیہ السلام سے کہا:-

لا تدخل حلتی! دخل قبلک فان کان فیہ شئی

اصابنی دونک!

کہ میں آپ سے پہلے غار میں داخل ہوتا ہوں اس لئے کہ اگر  
 اس پرانی غار میں کوئی چیز ہے تو اس کا دکھ مجھے پہنچے!  
 پھر انہوں نے کپڑے پھاڑ کر غار کے سوراخوں کو بنا کر کیا اور  
 ایک سوراخ پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔  
 پھر نبی کریم علیہ السلام سے کہا اندر آ جاؤ۔ اور آپ غار کے  
 اندر چلے گئے۔

ووضع راسہ فی حجرہ۔

اور اپنا سر اقدس ابو بکرؓ کی گود میں رکھ کر بیٹ گئے!  
 فلذاع ابو بکر فی رجلہ من الحجر وسریتحرک!  
 پس ایک پتھر کے نیچے سے ایک اثر دھے نے ابو بکرؓ کے پاؤں  
 میں ڈنگ چلا دیا۔ اور ابو بکرؓ نے حرکت کی۔

نبی کریم علیہ السلام نے پوچھا اے ابو بکرؓ کیا ہوا ہے؟  
 عرض کی یا رسول اللہ میرے ماں باپ آپ پر فرسا ناپ

نے ڈنگ مارا ہے۔ فتقل رسول اللہ علیہ السلام من ذہب ما  
بجدہ۔ پس نبی کریم علیہ السلام نے اس جگہ پر اپنا لعابِ دہن لگا  
دیا۔ جس سے ابو بکر کا درد جاتا رہا۔

مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۷۲ - ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۱۳ -  
حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام  
نے فرمایا:۔

رحمہ اللہ! بابکر زوجتی انبتہ و حملنی الی دار الحجرات  
واعتق بلال من مالہ۔

کہ اللہ تعالیٰ ابو بکر پر رحم کرے اُس نے مجھے اپنی بیٹی میرے  
نکاح میں دے دی اور مجھے ہجرت کی رات اٹھا کر لے گیا، اور بلال  
کو اپنے مال سے غلامی سے آزاد کرایا۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸ -

حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام  
نے ابو بکر سے فرمایا:۔

انت صاحبی فی الغار و صاحبی علی الحوض۔

کہ تو غار میں بھی میرا ساتھی تھا اور حوض کوثر پر بھی میرا  
ساتھی ہوگا۔

قرآن و احادیث! تفاسیر و تواریخ اور شیعہ حضرات کی مستند  
معتبر کتابوں سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے۔  
کہ شبِ ہجرت کے خطرناک سفر اور نازک ترین لمحات میں جس مقدس  
انسان نے پیش آنے والے تمام خوفناک حادثات اور خطرناک مصائب

سے بے نیاز ہو کر اپنے محبوب حقیقی کا ساتھ دیا وہ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی تھے!

لیکن شیعہ حضرات کی یہ کتنی ضد۔ ہٹ دھرمی اور بددیانتی ہے کہ قرآن و احادیث اور تفاسیر اور اپنی بھی کتابوں کو ٹھکرا کر اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتے اور ان متواتر واقعات کو اپنے بغض و عناد کی بنا پر پس پشت ڈال کر اور طرح طرح کی من گھڑت کہانیاں پیدا کر کے صدیق اکبر کی عظمت کے چراغ کو اپنی دشمنی کی پھونکوں سے بجھانے کی ناکام کوشش کرتے رہتے ہیں!

کفر و شرک جب توحید و اسلام کا مقابلہ نہ کر سکا! ضلالت و گمراہی کے اندھیرے جب رشد و ہدایت کی روشنی میں گم ہو گئے! فسق و فجور کی تاریکیاں جب حق و صداقت کے چراغوں سے مات کھا گئیں! گناہ و معصیت کے سیاہ بادل جب نیکی و شرافت کے مطلع پر نہ چھا سکے! ظلم و ستم کی کالی گھٹائیں جب لطف و کرم کے دامن پر نہ برس سکیں! بتوں کو پوجنے والے جب کعبہ کے پرستاروں پر غالب نہ آسکے اور مشرکین مکہ جب فرزند ان توحید کے مقابلہ میں زندگی کے ہر موڑ پر شکست کھا چکے تو آخر انہوں نے تنگ آ کر رسول خدا علیہ السلام کو قتل کر کے حق و اسلام کا خاتمہ کر دینے کا فیصلہ کر لیا!

اور پھر ایک رات ایسی بھی آئی کہ تلواریں میانوں سے نکل کر حجرہ رسول پر چھا گئیں!

رات اندھیری تھی اور عالم پر سکوتِ مرگ طاری تھا!

دُنیا خُوَابِ غفلت میں محو تھی اور دشمنانِ رسولِ نبیؐ پرے  
ہوئے تھے!

دروازہ بند تھا اور وہ بہاں کا والی بسترِ نبوت پر آرام فرما تھا  
جبریل علیہ السلام نے دستک دی!

نبیؐ نے پوچھا — کون ہے؟

جواب ملا — جبریلؑ!

دروازہ کھلا — فرستادہ خدا اندر آیا!

پیغمبر نے پوچھا — کیوں آئے ہو؟

عرض کی آقا میرا اور خدا کا سلام قبول ہو!

خدا کا حکم ہے کہ حاضر ہوؤ ہوں —

کیا حکم ہے؟

کفارِ مکہ نے آپ کے قتل کا ارادہ کر کے مکان کو گھیرے میں لے لیا

ہے۔ اٹھو اور اپنے بستر پر علی المرتضیٰؑ کو سلا کر اور اپنے بچپن کے

ساتھی ابو بکرؓ کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف نکل جاؤ!

فرشتہ ہجرت کا پیغام دے کر چلا گیا!

مرکزِ کائنات نے حرکت کی —

عرش نے جھک کر دیکھا — فرشِ تہتر اٹھا!

فرشتوں نے درود پڑھا — شجر و حجر نے سلامی دی!

نبیؐ نے باہر دیکھا — تنگی تلواریں چمک رہی تھیں —

نیزے تانے ہوئے تھے اور تیرکمانوں سے نکلنے ہی والے تھے!

عرض کی یا اللہ — مکان گھیرے میں ہے اور تلواریں چمک

رہی ہیں۔ کیسے نکلوں؟  
 فرمایا۔۔۔ سورہ یسین کی تلاوت کرتے ہوئے دشمنوں کے  
 قریب سے نکل جاؤ۔ تم نظر نہیں آؤ گے!  
 نبیؐ نے دروازہ کھولا اور سورہ یسین کی تلاوت کرتے ہوئے کفار  
 مکہ کے پاس سے نکل گئے!

وہ قدموں کی آہٹ تو سنتے تھے۔ مگر کوئی نظر نہیں آتا تھا!  
 وہ در آتا ہوا وحدت کا دم بھرتا ہوا نکلا

تلاوت سورہ یسین کی کرتا ہوا نکلا  
 کھینچی ہی رہ گئیں خونریز خوں اشام شمشیریں  
 کسی نے کھینچ دیں ہوں جس طرح کاغذ کی تصویریں

والیؑ دو جہاں حضرت علی المرتضیٰ کے پاس گئے اور فرمایا!  
 اے علیؑ میں اللہ کے حکم سے مکہ چھوڑ کر مدینہ جا رہا ہوں!  
 مشرکین مکہ میرے قتل کے ارادے سے مکان کا محاصرہ کئے

کھڑے ہیں!

آج رات تم میرے بستر پر سو جاؤ!  
 علی المرتضیٰ سمجھ گئے کہ امتحان شریک ہے۔۔۔ اس لئے کہ  
 آج نبیؐ کے بستر پر سونا گویا تلواروں کے سایہ میں سونا تھا!  
 یہ موت اور بلاکت سے دست بدست جنگ تھی!  
 عشق و محبت کی آزمائش اور جان نثاری کا امتحان تھا!  
 مکہ کے مشہور قبیلوں کے نامور بہادروں کی تلواروں کا

مقابلہ تھا!

ہر لمحہ جان جانے کا خطرہ آوزہ ہر گھڑی موت کا انتظار کرنا تھا  
کافرا آج اٹل ارادے سے آئے ہوئے تھے! آج وہ نبی کو قتل کر کے  
حق و اسلام کا خاتمہ کرنے آئے تھے اور شمع توحید کو بجھا کر اپنے  
بنتوں کی آبرو بچانے کی نیت سے کھڑے تھے۔

یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی علی المرتضیٰ نے بغیر کسی تاویل  
کے اپنے آقا و مولا کے بستر پر سونا منظور کر لیا ہے۔

اس لئے کہ نبیؐ کے حکم کے بعد سوچنا ایمان کی توہین ہے!  
علیؑ اپنے محبوب حقیقی کے بدلے اپنی جان قربان کرنے کی  
نیت سے اس کے بستر پر جا بیٹے!

مشرکین مکہ کو نہ نبیؐ کے جانے کا پتہ چلا اور نہ علیؑ کے آنے کا!  
سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ کے گھر گئے اور فرمایا:-  
ابو بکرؓ میں خدا کے حکم سے مکہ کی بستی کو چھوڑ کر مدینہ جا رہا  
ہوں۔ اور خدا کا یہ بھی حکم ہے کہ تجھے ساتھ لے جاؤں!

آج اگر تو نے میرا ساتھ دیا تو کل جنت میں بھی تو میرا ساتھ ہوگا۔  
صدیق اکبرؓ بھی یہ جانتے تھے کہ آج نبیؐ کے ساتھ جانا گویا موت  
کو دعوت دینا ہے اور مصائب و مشکلات کے سمندر میں کودنا ہے!  
اس لئے کہ یہ کوئی تفریحی یا تجارتی سفر نہیں تھا۔ بلکہ زندگی  
اور موت کا سودا تھا۔ حیات و حیات کی جنگ تھی اور کفار مکہ کی  
فولادی تلواروں سے کھیلنا تھا! آقا کی حفاظت میں پہلے اپنی جان  
فدا کرنے کا فیصلہ تھا۔

یہ سب کچھ جاننے کے باوجود بھی صدیق اکبرؓ نے بغیر کسی ہچکچاہٹ کے



اپنے آقا و مولا کے ساتھ جانے کی حامی بھری۔  
 اس لئے کہ محبوب کی رضا سے مُنتہ پھیرنا محبت کی شکست ہے!  
 حضرت عائشہؓ اور حضرت اسماءؓ نے کھانا تیار کیا اور رخت  
 سفر باندھا۔ حضرت اسماءؓ کو کھانا باندھنے کے لئے کوئی چیز نہ ملی،  
 تو اپنا دوپٹہ پھاڑ کر باندھا اور دربارِ نبوتؐ سے ذاتِ النطاقین  
 کا خطاب پایا!

سواری کے لئے دو اونٹنیاں پہلے ہی سے تیار تھیں۔ ایک پر  
 دونوں عالم کا شہنشاہ اور دوسری پر وفادار غلام سوار ہو گیا۔  
 چاند چھپ چکا تھا اور رات کی تاریکیوں کے سائے عرب کی  
 پہاڑیوں پر چھا چکے تھے!

پہاڑی راستے کے نشیب و فراز اور نوکدار پتھروں کی پگڈنڈیوں  
 پر نبیؐ و صدیقؓ کا یہ مقدس قافلہ رات کے سکوت میں خاموشی سے  
 جا رہا تھا۔

دونوں ایک دوسرے کے شناسا تھے! ایک محبت تھا تو دوسرا  
 محبوب۔ ایک آقا تھا تو دوسرا غلام۔ ایک رحمت کا دریا تھا تو دوسرا  
 پیاسا! ایک دو جہان کا شہنشاہ تھا تو دوسرا گداگر!  
 ایک کے سر پر نبوت کا تاج تھا تو دوسرے کے سر پر صداقت

کا سہرا!

نبیؐ نے اس کو اپنا وفادار سا بھتی اور جانثار غلام سمجھ کر ساتھ  
 لیا تھا اور صدیقؓ اس نشے میں جا رہا تھا کہ اپنے محبوب حقیقی کی  
 ایک گھڑی کی رفاقت کی نعمت پر دونوں جہان کی نعمتوں کے

خزانے قسربان!

اور اگر اس کی رفاقت میں موت آ بھی گئی، تو یہ وہ شہادت ہوگی۔ جس پر آسمان کے فرشتے تحسین و آفرین کے پھول برسائیں گے اور جنت کی حوریں میری سچی دوستی کے قصیدے پڑھیں گی! آقا نے غلام سے فرمایا۔ میں اونٹنی پر بیٹھ کر تمہا کوں غلام نے اپنی اونٹنی سے نیچے اتر کر آقا کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا۔

آسمان کے دروازے کھل گئے اور عرش والوں نے رشک کی نگاہوں سے دیکھا! قدرت نے ایوانِ قدرت سے جھانک کر شانِ قدرت کا نظارہ کیا۔

اور ہوتا بھی کیوں نہ!

عرشِ الہی پر قدم رکھنے والا آج ابو بکر صدیقؓ کے کندھوں پر سوار ہے!

بارِ نبوت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر حضرت صدیق اکبرؓ کے دل میں خوشی و مسرت کے ہزاروں گلستاں بہک اٹھے اور کفارِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر اپنے وطنِ مالوف کی حسین بہاروں کو چھوڑ کر کانٹے دار جھاڑیوں میں چلنا اس کے لئے جنت کا راستہ بن گیا۔ اس لئے کہ لطف و کرم کا مرکز اس کے کندھوں پر سوار تھا اور رحم و شفقت کا منبع اور جنت کا مختار اس کے شانوں پر بیٹھا تھا۔ رات کے سناٹے اتاروں کی چھاؤں اور خدا کی نگہبانی میں ماہ کے دونوں مسافر خوف و خطر سے بے پرواہ ہو کر چلے جا رہے تھے

اس مقدس قافلہ کی پہلی منزل غارِ ثور تھی! زمین سمٹتی گئی۔ اور  
 منزلِ قریب آتی گئی! راتِ آدھی سے ڈھل چکی تھی اور یہ دونوں  
 مسافر اللہ کی راہ میں سفر کرتے ہوئے غارِ ثور کے دہانے پر پہنچے!  
 آقا نے فرمایا میں اندر جاتا ہوں۔ غلام نے دست بستہ عرض  
 کیا، نہیں حضور خدا کی قسم میں آپ کو پہلے نہیں جانے دوں گا!  
 والی دو جہاں نے پوچھا کیوں؟

خدمت گزار نے کہا۔ آقا غارِ بہت پرانی ہے اور اس کے طول و  
 عرض اور اس کی پہنائی و گہرائی کا بھی کچھ پتہ نہیں اور پھر خدا جانے  
 اس کے اندر کون کونسی بلائیں ہیں۔ آپ تشریف رکھیں پہلے میں  
 اندر جا کر اس کے اندرونی حصہ کا معائنہ کر لوں اور آپ کے بیٹھے  
 کے قابل بنا لوں۔

صدیق اکبر اندر گئے۔ غار کیا تھی؟

خاردار جھاڑیوں کا مرکز۔ نوکدار پتھروں کی کالی کالی چٹانیں اور  
 اور سنگریزوں کے بے ترتیب ڈھیروں کا مجموعہ  
 وفادار غلام کو غارِ ثور میں کئی سوراخ نظر آئے! غار نے کپڑے  
 پھاڑ کر غار کو صاف کیا اور سوراخوں کو بند کر کے آواز دی یا رسول اللہ  
 اندر تشریف لے آئیے۔

محبوبِ خدا علیہ السلام بھی غار کے اندر چلے گئے۔ جاننا رسالتھی  
 تے دیکھا ایک سوراخ ابھی کھلا ہے اس پر اپنا پاؤں رکھ دیا۔  
 آقا اپنے غلام کے زانو پر سہرا قدس رکھ کر بیٹ گیا۔ گویا کہ صدیق  
 اکبر کی جھولی میں دونوں جہاں کی دولتِ رحمت آگئی! مرکزِ نبوت

آنغوش میں مچھپ گیا اور ساری کائنات دامن میں سمٹ گئی! خدا جانے وہ اژدھا کھلی والے کی زیارت کے لئے کب سے اسی ٹور میں رہ رہا تھا۔ اس کی آرزو برآنے کا وقت آن پہنچا تھا۔ محبوب کا نظارہ کرنے کی حسرت پوری ہونے کی گھڑیاں سر پر کھڑکی تھیں اور بجز و فراق کی خزاں سے مڑ جھائے ہوئے اُس کی زندگی کے چمنستان میں وصل و دیدار کی بہار جانفزا آچکی تھی۔

وجودِ مصطفیٰ علیہ السلام کی خوشبو نے سانپ کو کیف و مستی کی وہ اٹھا اور بیل کھاتا ہوا رخِ مصطفیٰ علیہ السلام کا نظارہ کرنے کی خاطر آگے بڑھا۔

تمام راستے بند تھے۔ وہ بیقراری میں ادھر ادھر چکر لگانے لگا۔ آخر اس سُوراخ پر آیا جس پر نبیؐ کے جانثار غلام نے اپنا پاؤں رکھا ہوا تھا۔

اژدھا حیران تھا کہ کیا کروں۔ ڈنگ مارتا ہوں تو گستاخی ہے اور نہیں مارتا تو محبوبِ خدا علیہ السلام کی زیارت سے محروم رہ جاتا ہوں۔ آخر اُس نے یہ سوچ کر ڈنگ چلا دیا کہ جس کے حُسنِ تاباں کو دیکھنے کی آرزو میں ایک مدت سے یہاں بیٹھا ہوا ہوں اگر آج بھی وہ حسرتِ دیدار پوری نہ ہوئی تو پھر خدا جانے کبھی ایسا موقعہ ہا تھا آئے یا نہ!

سانپ نے اس خیال سے ڈنگ چلا یا تھا کہ ایک معمولی انسان سے ڈنگ کھا کر پاؤں اٹھائے گا لیکن اس عاشقِ صادق نے سمجھا کہ دشمن ہے پاؤں اور دبا دیا۔

زہرِ گوریشہ میں سرایت کر چکا تھا مگر اس جانثار غلام نے اس خیال سے جینش نہ کی کہیں محبوب کے آرام میں فرق نہ آجائے صدیق اکبر کی آنکھوں سے آنسوؤں کا ایک قطرہ رُخِ مصطفیٰ علیہ السلام پر گرا۔۔۔ والٹی دو جہاں نے آنکھیں کھولیں اور فرمایا۔ ”صدیق روتے کیوں ہو؟“

عرض کی آقا سانپ نے ڈنگ مارا ہے! رحمتِ دو عالم نے حضرت صدیق اکبرؓ کا پاؤں پکڑ کر اپنا لعابِ دہن لگا دیا جس سے وفادار ساتھی کا درد جاتا رہا۔ ساری تکلیف دور ہو گئی اور بیمار کو شفا مل گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ اتنا بڑا اور پرانا آژدھا تھا۔ اور سُوراخوں میں کپڑے کے معمولی سے ٹکڑے تھے وہ اگر چاہتا تو اپنی زہری ٹھنکار سے ان کپڑوں کو جلا کر اپنا راستہ بنا سکتا تھا لیکن نہیں وہ کسی اور سُوراخ کی طرف نہیں گیا بلکہ صدیق اکبر کے پاؤں والے سُوراخ پر ہی بار بار ڈنگ چلاتا ہے۔

کیوں؟

اس لئے کہ ایک تو وہ صدیق اکبرؓ کی محبت اور اس عاشقِ صادق کی وفاداری و جانثاری کا امتحان لینا چاہتا تھا اور دوسرے یہ کہ وہ سانپ یہ جانتا تھا کہ نبیؐ کو ملنے کے لئے راستہ صدیقؓ کے پاؤں میں ہے۔

جب تک یہ راستہ نہیں دے گا۔ میں نبیؐ کو نہیں دیکھ سکتا۔ کفارِ مکہ ساری رات اس انتظار میں کھڑے رہے ہیں کہ مستند

صلی اللہ علیہ وسلم جب بھی باہر نکلے گا اس پر تیروں کی بارش کر کے  
حق و اسلام کا نجات دہ کر دیں گے۔ مگر وہ نہیں جانتے تھے کہ روح مکہ  
نکل کر مدینہ والوں کو حیاتِ نو بخشنے کے لئے جا چکی ہے۔

آخر رات کی تاریکیوں میں صبح کا ستارہ نمودار ہو گیا۔ لیکن  
حجرہ مصطفیٰ علیہ السلام سے کوئی بھی باہر نہ نکلا!  
وہ دیوار پھاندا کر اندر گئے! دیکھا تو نبی کریم علیہ السلام  
کے مقدس بستر پر بہنی چادر اوڑھے کوئی سو رہا ہے!

ابو جہل نے تلوار کھینچ لی — وار کرنے ہی والا تھا۔ کہ  
علی المرتضیٰ نے دامنِ روا کو سر کا اور پھر بستر نبوت سے مرکزِ ولایت  
نے چادر سے منہ باہر نکالا! ابو جہل نے یہ خلاف توقع نظارہ دیکھ کر  
کہ یہ تو محمدؐ کی جگہ علیؑ ہے۔ گرج کر پوچھا۔ محمدؐ کہاں ہے؟  
علی المرتضیٰ نے مسکرا کر جواب دیا۔ ساری رات ان کے لئے جا  
تم رہے ہو اور پوچھنے مجھ سے ہو۔

مشرکین مکہ وہاں سے بائوس و ناکام ہو کر حضرت ابو بکر صدیق  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے گھر پہنچے اور حضرت ابو بکرؓ کی صاحبزادی حضرت  
اسماؓ سے پوچھا — تمہارا باپ کہاں ہے؟

حضرت اسماؓ نے بڑی متانت سے جواب دیا۔ بیٹہ نہیں!  
ابو جہل نے غضبناک ہو کر اسما کے چہرے پر طمانچہ مار دیا!  
کفار مکہ کو جب یہ یقین ہو گیا کہ محمدؐ و ابو بکرؓ اکٹھے مکہ سے جا  
چکے ہیں تو انہوں نے ان کی تلاش شروع کر دی!

قریشی بہادروں نے جنگلوں اور میدانوں میں ڈھونڈھا۔

آبادیوں اور ویرانوں میں تلاش کیا مگر ان کا کہیں نام و نشان  
نہ مل سکا۔

چند جوان غارِ ثور کے قریب بھی پہنچ گئے۔ مگر قدرتِ خداوندی  
نے شانِ قدرت دکھائی۔ کہ مگر می کو حکم دیا کہ غار کے دہانے  
پر فوراً جالاتن دو اور کبوتر می کو ارشاد ہوا کہ اس جالے میں  
انڈے دے دو۔

ایک آن واحد میں مگر می نے جالا بھی تن دیا اور کبوتر می  
نے انڈے بھی دے دیئے۔

بخاری شریف جلد ۱ - صفحہ ۵۱۵ - ۵۱۶ - قریشی نوجوان جب  
غار کے قریب آگئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
خوف و ہراس کے عالم میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم  
مؤمن غار کے منہ پر آگئے ہیں اگر انہوں نے ذرہ بھی جھک کر دیکھا  
تو ہم دونوں نظر آجائیں گے! یہ  
سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لا تحزن ان اللہ معنا!  
پیارے صدیقِ غم نہ کرو۔ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ اور اس نے  
ہماری حفاظت کا سامان پیدا کر دیا ہے۔

قریشی جوان غار کے دہانے پر مگر می کے جالے اور کبوتر می  
کے انڈے دیکھ کر اور یہ سمجھ کر واپس چلے گئے کہ اگر وہ غار کے  
اندر گئے ہوتے تو مگر می کا جال ٹوٹ گیا ہوتا!

جہاں صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے گلستانِ نبوت کی حفاظت  
میں اپنی وفاداری و جانثاری کا حق ادا کیا وہاں ہجرت کی رات آپ کی

صاحبزادی حضرت اسماء اور آپ کے صاحبزادہ حضرت عبداللہ اور آپ کے  
 غلام حضرت عامر بن قہیرہ نے بھی اپنی غلامی و خد متگذاری میں کوئی کسر  
 نہ اٹھا رکھی۔ حضرت ابو بکر کی ہدایت پر حضرت عبداللہ دن بھر مگر مکرّمہ  
 کے بازاروں میں پھر کر حالات کا جائزہ لیتے اور غروب آفتاب کے  
 بعد دونوں بہن بھائی کھانا لے کر غار ثور میں چلے جاتے اور حضرت  
 عامر سارا دن مگ کے گرد و نواح میں بکریاں چراتے اور شام کو بکریوں  
 کا ریوڑ لے کر اس غار میں پہنچ جاتے۔ جہاں ساری کاٹنات کا گوہر مقصود  
 پہنچا تھا! اور راستہ میں بکریوں کو عبداللہ کے قدموں کے نشانات  
 پر چلانے جاتے تاکہ مشرکین مگ کو کسی قسم کا کوئی شک و شبہ پیدا نہ ہو سکے  
 یہ ہیں قرآن و حدیث تاریخ و تفسیر اور کتب شیعہ سے پیش کردہ  
 براہین و دلائل اور حقائق و بصائر جن کو شیعہ حضرات آج تک نہیں  
 سمجھ سکے اور شاید اپنے دلوں میں بغض صحابہ کرام رکھنے کی بنا پر وہ  
 ان حقائق کو قیامت نہ سمجھ سکیں!

افسوس تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات کو چاہیے تو یہ تھا کہ علم و عقل  
 کے چراغوں کی روشنی میں سیدھی راہ تلاش کرتے مگر انہوں نے ایسا  
 کرنے کی بجائے اٹھا قرآن پاک کی ہر اس آیت اور نبی کریم علیہ السلام  
 کی ہر اس حدیث پر جس سے کہ شان صحابہ روشن ہوتی ہے طرح طرح  
 کے اعتراضات اور بیہودہ قسم کی تاویلات پیدا کر کے عظمت صحابہ  
 کے چمکتے ہوئے چاند پر ٹھوکنے کی ناکام کوشش میں اپنا منہ ہی پلید  
 کر لیتے ہیں۔

شب ہجرت کے ایمان افروز واقعات اور صدیق اکبر کی شان



بت کے بے پایاں دلائل کو بھی دیکھو۔ کہ شیعہ حضرات قرآن و حدیث۔  
سیر و تاریخ اور اپنی مستند کتابوں کو بھی ٹھکرا کر کیسے کیسے لغو اور  
یعنی اعتراضات کر کے اپنی دین و ایمان کی کھینتی کو ویران کر رہے ہیں۔  
حالانکہ ان کے اپنے عالی علماء و مجتہدین اور پاک آئمہ عظام نے  
ی ان حقائق کا بڑی شد و مد سے اقرار کیا ہے کہ حضرت ابو بکر  
صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ خدا و رسول کے حکم سے شبِ ہجرت نبوی  
میں علیہ السلام کے رفیق سفر بنے تھے۔ اور صدیق اکبرؓ پوری قادری  
پانشاری کی نیت اور پورے ایشیا و خلوص کے پیش نظر اپنے آقا و  
بلا کے ساتھ گئے تھے۔ اور واذا قال لصاحبہ نبی کریم صلی  
سلام نے اپنے وفادار غلام ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا تھا۔ ا۔ رغار  
ن صدیق اکبرؓ کا رونا اپنے لئے نہیں تھا۔ بلکہ اپنے آقا و دو عالم  
صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تھا۔ اور سانپ کا زہریلا ڈنگ کھانے  
کے باوجود بھی انہوں نے اس خیال سے حرکت نہ کی کہ کہیں مجھ کو  
خدا کے آرام میں خلل نہ آجائے۔

محدث الحاکم المستدرک ج ۹ - صفحہ ۱۰ - ابو نعیم ج ۲ - صفحہ ۱۱۲ -  
العینی ج ۸ - صفحہ ۱۰۱ میں حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کے ارادہ ہجرت کے متعلق جو کچھ لکھا ہے اس سے صرف یہ عقیدت  
ہی واضح نہیں ہوتی کہ مرکز نبوت اور مجتہدہ صداقت کا کھٹے سفر  
ہجرت کرنا منشاء الہی کے عین مطابق تھا۔ بلکہ اس پر غار کی شان  
عظمت اور محبت و عقیدت بھی نکھر کر سامنے آ جاتی ہے!  
روایت کے الفاظ یہ ہیں :- وَ تَجَهَّزَ أَبُو بَكْرٍ مُهَاجِرًا فَقَالَ

لَهُ رَسُولٌ مِّنْ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلَىٰ رِيسَالِكَ فَأَتَىٰ أَنَّهُ  
 أَن يُؤَلِّدُنِي لِي - فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ وَتَرْجُو ذَا لِكَ يَا بَنِي أَنْتِ  
 أُرْتِي - فَجَبَسَ أَبُو بَكْرٍ نَفْسَهُ عَلَىٰ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ  
 لِصَاحِبَتِهِ وَغَلَبَتْ رَا حَلَّتَيْنِ عِنْدَهُ وَوَرِقَ الشَّكْرَ  
 أَرْبَعَةَ أَشْهُرٍ -

کہ جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے تیار ہوئے تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے فرمایا - رک جاؤ - امید ہے کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل جائے گی - حضرت ابو بکر نے اپنے آپ کو اس شوق روک لیا کہ حضور علیہ السلام کے ہمراہ جاؤں گا - انہوں نے اس دن سے دو سواریاں خرید لیں اور چار ماہ تک انہیں بھول گئے پتے کھلاتے رہے -

حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرما  
 ہیں کہ ایک دن محبوبِ خدا علیہ السلام اچانک ہمارے گھر تشریف  
 لائے اور تنہائی چاہی - عرض کی گئی یا رسول اللہ علیہ السلام میرے  
 ان دو بیٹیوں یعنی عائشہ اور اسماءؓ کے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے  
 حضرت ابو بکر نے اس رازداری کا سبب پوچھا تو رحمتِ دو  
 عالم علیہ السلام نے فرمایا کہ مجھے بھی ہجرت کی اجازت مل گئی ہے  
 عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا یہ سفر ایک ساتھ  
 ہوگا؟

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ أَلْقَحْبَةُ -

فرمایا - ہاں - اَلْقَحْبَةُ -

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ مجھے اس وقت پتہ چلا کہ کوئی شخص  
خوشی کی زیادتی سے بھی رو پڑتا ہے۔  
حَتَّى رَأَيْتُ أَبَا بَكْرٍ يَبْكِي يَوْمَ مَبِئِدٍ - جب میں نے اپنے باپ  
کو روتا دیکھا۔

بخاری شریف جلد ۱ - صفحہ ۵۱۵ - قَالَتْ عَائِشَةُ وَالْبُوسَعِيُّ  
ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمَا كَانَ أَبُو بَكْرٍ مَعَ النَّبِيِّ فِي الْغَارِ  
عَنِ الْبَرَاءِ بْنِ عَازِبٍ قَالَ اشْتَرَا مِنْ أَبِي بَكْرٍ مِنْ عَازِبٍ رَحْلًا  
بِثَلَاثَةِ عَشْرَ دِرْهَمًا - کہ ابو بکرؓ غار میں نبی کریم علیہ السلام کے  
ساتھ تھے اور انہوں نے حضرت براء بن عازبؓ سے تیرہ درہم سے  
سواری خرید لی تھی۔ ایک سواری نبی کریم علیہ السلام نے ہجرت  
کے وقت قیمت لی تھی۔

احادیث و تواریخ کی ان معتبر روایات کے بعد بھی اگر کوئی  
شخص حضرت ابو بکرؓ صدیقِ معظم اور یارِ غار کی شان و عظمت اور  
رفاقت و صداقت کا انکار کرتا ہے۔ تو پھر اس کے اپنے ایمان کی  
کمزوری اور اسلام سے بغاوت ہے۔

اب شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ ابو بکرؓ اچھی نیت سے ساتھ نہیں  
گئے تھے اور لصاحبہ سے ابو بکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی اس  
لئے کہ قرآن میں

سوال نمبر ۱: - حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھیوں  
کو بھی صاحبی کہا گیا ہے۔ حالانکہ وہ کافر تھے۔ اور ابو بکرؓ غار پر  
اس لئے روئے تھے کہ کفار مکہ کو پتہ چل جائے اور انزل اللہ سکینہ

**سوال ۲ :-** کے مصداق رسول خدا ہیں ابو بکر نہیں اس لئے کہ خدا نے جب بھی کسی پر اپنی طرف سے تسلی نازل کی ہے تو پہلے رسول کا ذکر آتا ہے اور پھر کسی اور کا مطلب یہ کہ نبی کی شرکت کے بغیر خدا کسی پر تسلی نازل نہیں کرتا۔ جیسا کہ یوم حنین کے موقع پر خداوند تعالیٰ نے فرمایا **ثُمَّ نَزَّلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ** کہ پھر اللہ نے تسلی نازل فرمائی اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر۔ — اس آیت میں رسول پہلے ہے اور دوسرے ایمان والے بعد میں۔ — اور ابو بکر کا حزن و ملال معصیت تھا اس لئے کہ اگر وہ اطاعت ہوتا تو رسول خدا لاتمن کہہ کر اس کو منع نہ کرتے۔

**سوال ۳ :-** اور ابو بکر کا نبی کو کندھوں پر اٹھانا غلط ہے اس لئے کہ کعبہ سے بت توڑنے کے وقت جس رسول کو شیر خدا نہ اٹھا سکے اس کو ابو بکر نے کیسے اٹھالیا۔

**سوال اول کا جواب :-** اگر شیعہ حضرات کی یہ بات صحیح مان لی جائے کہ حضرت ابو بکر کی نیت اچھی نہیں تھی تو پھر ایسی صورت میں خدا تعالیٰ کے علیہم بالذات الصدور ہونے اور نبی کریم کے عالم ما کا وما یکون ہونے کا انکار لازم آئے گا حالانکہ شیعہ حضرات بھی اس حقیقت کو مانتے ہیں۔ کہ خدا علیہم بالذات الصدور اور مصطفیٰ عالم ما کان وما یکون ہے۔

تغیب کی بات تو یہ ہے کہ خدا و مصطفیٰ کو تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی بڑی نیت کا علم نہ ہو سکا اور ایسے خطرناک وقت میں جبکہ کفار

مکہ نبیؐ کی جان لینے کے ورپے تھے۔ ابو بکرؓ کو رسول کا رفیق سفر منتخب کر لیا۔ مگر چودہ سو سال کے بعد شیعہ حضرات کو یہ پتہ چل گیا ہے کہ ابو بکرؓ کی نیت اچھی نہیں تھی۔

نہیں بلکہ خدانے حضرت ابو بکرؓ کے عشق و محبت اور وفاداری و جان نثاری کو جانتے ہوئے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے ایثار و خلوص اور اس کی اُلفت و عقیدت کو دیکھتے ہوئے اپنی حفاظت کے لئے چنا تھا اور اگر خدا و رسول کو ابو بکرؓ کی نیت پر ذرہ بھر بھی شبہ ہوتا کہ یہ کسی وقت بھی دھوکا دے سکتا ہے یا یہ کہ یہ مشرکین مکہ سے ملا ہوا ہے تو ایسی صورت میں یہ دونوں حضرت ابو بکرؓ کو اس نازک ترین موقعہ اور خوفناک سفر کے لئے منتخب نہ کرتے۔ حقیقت تو یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اور نبی کریم علیہ السلام کو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی محبت و دوستی! وفا و اطاعت اور رفاقت و اعانت پر پورا پورا اعتماد تھا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ رسول اکرم علیہ السلام کے دوست تھے یا دشمن!

اگر دوست تھے تو پھر ان کے ایمان میں شبہ کیوں؟  
اور اگر دشمن تھے تو پھر وہ ان دشمنوں کے ساتھ کیوں نہ گئے۔  
جو نبیؐ کے قتل کرنے کے ارادے سے ساری رات مکان کا محاصرہ کر کے بیٹھے رہے!

یہ عجیب بات ہے کہ شیعہ حضرات کے عقیدے کے مطابق جو لوگ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کم دشمن تھے وہ تو ننگی تلوار میں لے کر رسول  
خدا کو قتل کرنے کے ارادے سے مکان کو گھیرے میں لے کر بیٹھے رہیں  
اور جو رسول خدا کا سب سے بڑا دشمن تھا وہ اپنے گھر آرام سے لیٹا  
اور پھر رفیق سفر بن کر مابینہ متورہ تک لے جائے!

کسی انسان کی قلبی کیفیات - اس کے دلی ارادوں اور اس  
کے اندرونی جذبات کا پتہ اس کے بیرونی اعمال و افعال اور  
خارجی حرکات و سکنات سے چل جاتا ہے۔ آئیے اب ذرہ حضرت  
صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیرونی اعمال و افعال اور ان  
کی خارجی حرکات و سکنات کا پتہ کریں تو اس کے لئے شیعہ حضرات  
کی مستند و معتبر کتاب تفسیر امام حسن عسکری کے حوالے سے یہ لکھا  
جا چکا ہے کہ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت کی اطلاع  
دینے ہوئے حضرت ابو بکرؓ کو یہ فرمایا تھا کہ اے ابو بکرؓ کیا تو اس  
بات پر راضی ہے کہ جن مشکلات و مصائب میں میں مبتلا ہونے والا  
ہوں ان میں تو بھی مبتلا ہو اور کیا تو اس پر راضی ہے کہ کفار مکہ جس  
طرح مجھے قتل کرنا چاہتے اسی طرح تجھے بھی قتل کیا جائے تو اس  
عاشق صادقؓ نے جو جواب دیا یہ تھا۔

کہ اے میرے آقا و مولا آپ کی محبت میں اگر میں تمام عمر کسی  
سخت عذاب میں بھی مبتلا رہوں تو مجھے یہ تو منظور ہے لیکن یہ منظور  
نہیں کہ آپ کے دامن کو چھوڑ دوں۔

اور صاحب منہی الکلام ریاض النظرہ کے حوالے سے یہ بھی  
نقل کرتے ہیں!

ریاض النظرہ جلد اول - صفحہ ۹۰ و ۹۱ - ابنی جعفر احمد الشہیر  
 اَمَّا اللَّيْلَةُ فَلَمَّا خَرَجَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَارِبًا  
 مِنْ اَهْلِ مَكَّةَ خَرَجَ لَيْلًا فَتَبِعَهُ أَبُو بَكْرٍ فَجَعَلَ يَمْسِيهِ مَسْرَّةً  
 اَمَامَهُ وَمَسْرَّةً خَلْفَهُ وَمَسْرَّةً عَنْ يَمِينِهِ وَمَسْرَّةً عَنْ شِمَالِهِ !

کہ وہ رات جب نبی کریم علیہ السلام کفار مکہ سے بچ کر رات  
 کو مکہ سے نکلے تو حضرت ابو بکرؓ بھی ان کے ساتھ تھے! اور حضرت  
 ابو بکرؓ بھی نبی کریم علیہ السلام کے آگے ہو جاتے اور کبھی پیچھے۔  
 بسبھی دائیں ہو جاتے اور کبھی بائیں۔ رسول اکرم علیہ السلام  
 نے پوچھا اے ابو بکرؓ یہ کیا کر رہے ہو؟

تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی یا رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں آپ کے آگے پیچھے اور دائیں بائیں اس  
 لئے چلتا جا رہا ہوں تاکہ کفار مکہ اگر کسی طرف سے بھی نکل آئیں تو  
 میں آپ کی حفاظت کر سکوں!

اور نبی کریم علیہ السلام پاؤں کی انگلیوں پر چل رہے تھے حتیٰ  
 حَفِيَّتٌ رَجُلًا ۸۔ یہاں تک کہ پاؤں مبارک سوچ گئے وَحَمَلَهُ  
 عَلِيٌّ كَاهِلَهُ۔ اور پھر اس رفیق با وفا! عاشق صادق اور جانثار  
 ساتھی نے اپنے آقا و مولا کو اپنے کندھوں پر اٹھالیا۔

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نبیؐ کی محبت میں شدید عذاب  
 میں مبتلا رہنے کا اقرار کرنا۔ شبِ ہجرت کے اس خوفناک سفر میں  
 کملی وائے آقائے دو عالم کے ہمراہ جانا۔ رستے میں کفار مکہ کے خوف  
 میں اپنے آقا و مولا کی حفاظت کے لئے آگے پیچھے اور دائیں بائیں

چلنا۔ بارِ نبوت کو اپنے کندھوں پر اٹھا کر غارِ ثور تک لے جانا۔  
 غار کو صاف کر کے اپنے کپڑے پھاڑ کر سُوراخوں کو بند کرنا۔  
 اژدھا کا زہر آلود ڈنگ کھا کر جنبش نہ کرنا اور خدا و مصطفیٰ کا  
 اس خطرناک سفر کے لئے اس رفیقِ با وفا کو منتخب کرنا یہ سب کچھ  
 اس عاشقِ صادق کی نیک نیتی۔ محبتِ رسولؐ۔ وفا و صفا اور  
 اطاعت و فرمانبرداری کی دلیل نہیں تو اور کیا ہے؟

اب ایسے ایمان افروز حقائق کے بعد بھی شیعہ حضرات اگر  
 حضرت ابو بکرؓ کی نیک نیتی اور محبتِ رسولؐ میں شبہ رکھتے ہیں  
 تو پھر یہ ان کے اپنے دین و ایمان کی موت ہے!

**سوال :-** شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ اذ قال لصاحبہ سے  
 حضرت ابو بکرؓ کی فضیلت ثابت نہیں ہوتی کیونکہ قرآن میں صاحبِ  
 یوسف کا ذکر بھی ہے۔ حالانکہ وہ دونوں کافر تھے!

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک میں صاحبِ یوسف نہیں  
 ہے بلکہ صاحبِ السجن ہے یعنی جیل کے ساتھی۔ صاحبِ مضاعف  
 اور السجن مضاعف الیہ سے صاحبِ جی کی ضمیر متکلم کی نہیں ہے بلکہ  
 اصل میں صاحبِ جین تثنیہ تھا۔ اضافت کے سبب تون سا قحط ہو  
 گیا۔ تو وہ صاحبِ زنداں تھے اور یہاں لصاحبہ میں صاحب کی  
 اضافت ضمیر کی طرف ہے جو رسولِ خدا کی طرف راجع ہے!

پھر جیل میں رہنے والے حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھی  
 ان کے ساتھ نہیں گئے تھے۔ بلکہ اپنے جرم کے سبب قید ہوئے تھے  
 اور یہاں لصاحبہ والا ساتھی خدا کے خاص حکم اور رسولِ خدا



کی مرضی سے ساتھ گیا تھا۔

**سوال**۔ حضرت ابو بکرؓ غار میں اس لئے روئے تھے کہ کفار

کو نبی کریم علیہ السلام پتہ چل جائے۔

**جواب**۔ کیا خدا تعالیٰ علیم بالذات الصدور اور عالم

الغیب والشہادۃ اور وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور رسولِ خدا علیہ

السلام عالم ما کان وما یکون اور علمک ما لم تکن تعلم اور

وما هو علی الغیب بضنین ہے کہ نہیں؟

اگر نہیں تو دلائل سے ثابت کرو!

اور اگر ہیں اور یقیناً ہیں اور شیعہ حضرات بھی مانتے ہیں تو پھر

ایسی صورت میں خدا و رسول پر الزام آئے گا۔ کہ انہوں نے صدیق

اکبرؓ کے متعلق سب کچھ جانتے ہوئے بھی ساتھ بھیج دیا!

اور یہ کفر ہے۔

دوسرے یہ کہ حزن اپنے لئے نہیں ہوتا بلکہ غیر کے لئے ہوتا ہے

جیسے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق قرآن پاک فرماتا ہے

وَإِبْيَضَتْ عَيْنَاهُ مِنَ الْحُزْنِ۔ کہ حضرت یعقوب علیہ السلام

کی آنکھیں حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق و غم میں سفید ہو

گئیں! یا جیسا کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنے صاحبزادے ابراہیم

کی موت پر فرمایا تھا۔ إِنَّا لِنَفِرُ أَقْلًا يَا أَبْرَاهِيمَ لَخَشِنُ ذَنْ۔

اے ابراہیم ہم تیرے فراق میں غمناک ہیں۔ تیسرے یہ کہ خوف

کو گناہ میں شامل کرنا ہی غلط ہے۔ اس لئے کہ ایسا کرنے سے انبیاء

علیہم السلام پر الزام آتا ہے۔ حالانکہ خوف ان امور بشریت سے

ہے کہ جس سے کسی بھی بشر کو چارہ نہیں چاہیے وہ نبی یا امام ہی کیوں نہ ہو اور اس پر خدا کی طرف سے کوئی مواخذہ نہیں اس لئے کہ یہ گناہ معصیت ہی نہیں!

جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کو خدا کی طرف سے جب حکم ہوا کہ فرعون کو جا کر تبلیغ کرو اور اس کو حق و صداقت کی راہ دکھاؤ تو ان دونوں نے عرض کی :-  
رَبَّنَا إِنَّا أَتَيْنَاكَ أَن يَفْرِطَ عَلَيْنَا وَأَنْ يَطْفَأَ

کہ اے ہمارے رب ہمیں خوف ہے کہ وہ کہیں ہم پر غالب نہ آ جائے یا ہم پر کوئی زیادتی نہ کرے!

تو خداوند کریم علیہ السلام نے ان کو یہ کہہ کر مطمئن کر دیا۔

لَا تَخَافَا قَاتِلَيْنِي مَعَكُمْ مَا - کہ خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔

غور کا مقام ہے کہ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام جب خوف کریں تو ان پر خدا کی طرف سے کوئی عتاب نہ آئے اور ان کی نبوت میں کوئی فرق نہ پڑے تو اگر حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو نبی بھی نہیں تھے خوف کیا تو کونسا گناہ ہے بلکہ اگر غور سے سمجھا جائے۔

تو یہاں اس عاشق صادق کی شان اور بھی بڑھ جاتی ہے اس لئے کہ جس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت موسیٰ و ہارون کو اتنی مَعَكُمْ مَا کہہ کر مطمئن کر دیا تھا۔ اسی طرح رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اپنے رفیق غار کو اتنا اللہ مَعْنَا کہہ کر تسلی دے دی۔

اور اگر شیعہ حضرات اپنے بغض و عناد کی بناء پر حضرت صدیق اکبر پر گناہ و معصیت کا الزام لگائیں گے تو پھر یہ الزام انبیاء علیہم السلام

پر بھی آئے گا اور یہ کفر ہے۔  
 چہارم یہ کہ حزن کے معنی نالہ و سر یاد اور آہ و بکا خدا جانے  
 کس لغت میں ہیں! حزن کا معنی غم ہے اور غم کا تعلق دل سے  
 ہوتا ہے یا اس کے اظہار کے لئے چہرہ پر آتا رہا!  
 سوال کہ: أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ  
 ہیں ابو بکرؓ نہیں اس لئے کہ خدا نے جب بھی کسی پر تسلی نازل فرمائی  
 پہلے رسول پر اور پھر دوسرے مسلمانوں پر جیسے کہ جنگِ حنین کے  
 موقع پر خدا تعالیٰ فرماتا ہے: ثُمَّ أَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَى رَسُولِهِ  
 وَعَلَى الْمُؤْمِنِينَ۔ یہاں رسول پہلے ہے اور دوسرے ایمان والے  
 بعد میں۔

**جواب:**۔ خدا تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور لطف و عنایت سے  
 رسول کی شرکت کے بغیر بھی اور پہلے مسلمانوں پر بھی اپنی تسلی نازل  
 فرمادیتا ہے۔

جیسے کہ پارہ ۲۶۵۔ سورۃ الفتح میں ہے:۔  
 فَأَنْزَلَ اللَّهُ سَكِينَةً عَلَيْهِمْ۔ کہ اللہ نے اپنی تسلی ان  
 ایمان والوں پر نازل فرمادی جنہوں نے بیعت کی۔  
 یہاں تسلی کا نزول رسول خدا کی شرکت کے بغیر بھی مسلمانوں  
 پر ہے۔ یا

پارہ ۲۶۵۔ سورۃ الفتح۔

هُوَ الَّذِي أَنْزَلَ السَّكِينَةَ فِي قُلُوبِ الْمُؤْمِنِينَ!  
 کہ اس نے اپنی تسلی ایمان والوں کے دلوں پر نازل فرمادی۔

**سوال :-** اگر ایوب بگڑ کی یہ اطاعت ہوتی تو لاتحن نہ کہہ کر ان کو منع نہ کیا جاتا اور نہ ہی کا صبیغہ نہ لایا جاتا اور جس چیز سے خدا منع کرے وہ معصیت و گناہ میں شامل ہوتی ہے!

**جواب :-** خدا جانے شیعہ حضرات نے یہ کلیہ کہاں سے پیا کر لیا ہے کہ جس چیز سے خدا منع کرے وہ گناہ و معصیت میں داخل ہوتی ہے اس لئے کہ اگر یہ بات صحیح تسلیم کر لی جائے تو سینکڑوں انبیاء علیہم السلام کا بھی گنہگار ہونا ثابت ہوگا! نعوذ باللہ مثلاً جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بتقاضاے بشریت اڑوھا کو دیکھ کر ڈر گئے تو خداوند کریم فرمایا :-

لا تخف سنعيدها بسيروها اولي

کہ اے موسیٰ علیہ السلام خوف نہ کھا!

لا تخف اني لا يخاف لدي المرسلون

لا تخف انك انت الا على -

سید الانبیاء علیہم السلام سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

لاتحنن علیہم ولا تکن فی ضیق مما یمکرون -

اور مومنین سے خطاب ہے -

الاتخافوا ولا تحزنوا والبشوا باب الجنة

یہ تمام نبی کے صیغے ہیں جو انبیاء علیہم السلام - مومنین اور

سید المرسلین علیہم السلام کے لئے نازل ہوئے!

اب شیعہ حضرات بتائیں کہ انبیاء کرام سے جو بتقاضاے

بشریت حزن و خوف ثابت ہے کیا ان کا یہ حزن و خوف اطاعت

اگر اطاعت تھا تو خدا کا اطاعت سے منع کرنا ثابت ہوا !  
 اصل میں یہ شیعہ حضرات اپنی کم علمی و کم ظرفی اور دشمنی صحابہ  
 کرام میں ایسے گمراہ ہو چکے ہیں کہ بغض صحابہ میں عصمت انبیاء کا  
 بھی لحاظ نہیں کرتے ورنہ کون نہیں جانتا کہ نبی کے صیغے صرف  
 زجر و توبیح کے لئے ہی استعمال نہیں ہوا کرتے بلکہ دوستوں کو  
 تسلی و تشفی اور حوصلہ و اطمینان دلانے کے لئے بھی استعمال ہوئے  
 ہیں۔ جیسے کہ قرآن پاک کی متعدد آیات سے ثابت ہو چکا ہے !  
 لیکن شیعہ حضرات کی یہ کتنی بددیانتی اور خیانت بھرمانہ ہے کہ  
 ایک لفظ جو قرآن پاک میں سینکڑوں جگہ پر تسلی و تشفی کیلئے استعمال  
 ہو وہی لفظ ایک جگہ پر زجر و توبیح کے لئے استعمال کر کے حضرت  
 صدیق اکبرؓ کی شان اقدس کی صدق و صفا کی سفید چادر کو داغدار  
 کرنے کی ناکام کوشش میں ہیں !

حالانکہ بظاہر وہاں اور یہاں کوئی فرق نہیں پایا جاتا اس لئے  
 اگر ان آیتوں میں لائنس لیا اور الائنس لیا تسلی و تشفی کے لئے  
 ہیں تو غار ثور والی آیت بھی تسلی و تشفی کے لئے ہے اور اگر وہاں  
 زجر و توبیح کے لئے ہے تو یہاں بھی !

لیکن اتحاد الفاظ کے باوجود وہاں تسلی و تشفی پر محمول کرنا  
 اور یہاں زجر و عتاب پر محمول کرنا حیرت و تعجب کا باعث بنے۔  
**سوال :-** فانزل الله سکینة علیہ میں علیہ کی ضمیر رسول  
 اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف راجع ہے ابو بکرؓ کی طرف نہیں اور

منیٰ یہ ہے کہ پس نازل کی خدا نے اپنی تسلیٰ اپنے رسول علیہ السلام

جواب:۔ یہ ہے کہ حزن و ملال اور خوف و خطرہ تو حضرت  
ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو تھا اور تسلیٰ اس پر نازل کی گئی  
جو بالکل مطمئن بیٹھا تھا ایسی صورت میں ایک تو قرآن پاک کی  
آیت بے ربط اور اس کا مفہوم بے معنی ہو کر رہ جاتا ہے اور دوسرے  
یہ بات خلاف عقل و نقل ہوگی کہ حزن و ملال اور خوف و ڈر تو کسی  
اور کو ہو اور تسلیٰ و تشفی کسی اور کو دی جائے۔

اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ تسلیٰ نبی کریم علیہ السلام پر نازل  
ہوئی تھی تو پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حزن و ملال بھی نبی کریم علیہ  
السلام کو تھا حالانکہ فریقین کی مستند کتابوں اور قرآن کی تفاسیر  
سے یہ ثابت ہو چکا ہے کہ حزن و ملال حضرت ابوبکرؓ کو تھا اور  
وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات اقدس تھی۔  
فیصلہ کن بات تو یہ ہے کہ شیعہ حضرات ناموس صحابہ کرامؓ کی  
مقدس چادر کو داغدار کرنے کے لئے قرآن پاک کی ایسی آیتیں پیش  
کرتے ہیں جن کا تعلق اس موضوع سے دُور کا بھی نہیں ہوتا اور  
اگر بغرض محال یہ مان لیا جائے کہ وہ آیتیں شان صحابہ کرامؓ کو دو بالا  
نہیں کرتیں تو پھر بھی شیعہ حضرات کو ایسی آیات پیش کرنے سے  
کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوتا اس لئے کہ جب شیعہ حضرات کا اس  
موجودہ قرآن پر ایمان ہی نہیں ہے تو پھر کسی کے ایمان و کفر میں امتیاز  
اور حق و باطل کا فیصلہ کرنے کے لئے اسی قرآن کی آیات پیش کرنے  
کا ان کو کوئی حق نہیں ہے۔

جس قرآن پر ان کا ایمان نہیں اسی قرآن کو اپنے عقائدِ  
طلہ کے ثبوت میں دلائل کے طور پر پیش کرنا شیعہ حضرات کی  
یک سازش ہے۔

تفسیر کبیر جلد ۳ صفحہ ۱۰۸۔ لقد سمع اللہ قول الذین  
قالوا ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء۔ ال عمران۔ پارہ ۳۔  
اس آیت کا شان نزول بیان کرتے ہوئے امام فخر الدین  
رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں :-

روی انه عليه السلام كتب مع ابي بكر الى يهود  
بنی قینقاع يدعوهم الى الاسلام والى اقامة  
الصلاة وابتداء الزکوة وان یقرضوا اللہ قرضاً حسناً۔  
کہ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ  
تعالیٰ عنہ کو بنی قینقاع کے یہودیوں کی طرف تبلیغ اسلام اور  
نماز و زکوٰۃ کی تلقین کرنے اور قرض حسنہ لینے کی خاطر بھیجا!  
حضرت ابو بکر صدیقؓ نے جب ان کو یہ پیغام دیا تو فخاص  
یہودی نے کہا۔ ان اللہ فقیر ونحن اغنیاء حتی سالنا القرض  
کہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ فقیر ہے اور ہم غنی ہیں جو ہم سے  
قرضہ مانگتا ہے قَلْظَمَهُ أَبُو بَكْرٍ فِي وَجْهِهِ۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے  
اس کے منہ پر ایک تھپڑ مار دیا اور کہا کہ اگر ہمارے اور تمہارے  
درمیان عہد نہ ہوتا تو میں تیری گردن اڑا دیتا!

اس یہودی نے نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں  
حضرت ابو بکر صدیقؓ کی اس جسارت کی شکایت کی اور جو اس نے

خود کہا تھا اس کا انکار کر دیا۔ فزالت ہذا ۱۲ لایت  
تصدیق لاجی بکس۔ تو حضرت ابو بکرؓ کی تصدیق کے لئے یہ آیہ  
نازل ہوئی۔

ما شیعہ حضرات کا یہ سوال کہ شبِ ہجرت حضرت ابو بکرؓ کا  
کریم علیہ السلام کو اپنے کندھوں پر اٹھانا غلط ہے اس لئے  
کہ فتح مکہ میں کعبہ سے بت توڑنے کے وقت جب رسول اکرم علیہ  
السلام کو شبیرِ خدا حضرت علیؓ نہ اٹھا سکے تھے۔ تو حضرت ابو بکرؓ  
نے کیسے اٹھا لیا۔

تو جواب یہ ہے کہ یہ تو خدا تعالیٰ کی دین سے۔ جس کو جب  
چاہے عطا کر دے۔ اللہ کریم نے اپنی خلافت و نبیابت کو زمین  
آسمانوں انور پہاڑوں پر نازل فرمایا کہ میری خلافت و نبیابت  
کے اس بوجھ کو اٹھا لو۔ مگر انہوں نے اس بوجھ کو اٹھانے سے  
انکار کر دیا۔ لیکن ایک انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا۔ انا  
عن ضمنا الامثنة على السموات والارض والجبال الى قول  
وحملها الانسان۔

یہ تو اس خالق کائنات کی مرضی ہے۔ جب کسی سے چاہے  
اور جو چاہے اور جس وقت چاہے کوئی کام لے لے۔ بت توڑنے  
کے وقت حضرت علیؓ نبی کریم علیہ السلام کو نہ اٹھا سکے اور شبِ ہجرت  
خدا تعالیٰ نے حضرت ابو بکر صدیقؓ میں اتنی قوت پیدا کر دی۔ کہ  
انہوں نے بارِ نبوت کو اٹھا لیا۔

حکمہ حیدری میں ملا باذل ایرانی کا یہ شعر ملاحظہ ہو :-



ذراں کس چٹاں قوت آمدید  
 کہ بارِ نبوت تو اند کشید!  
 کہ اس وقت حضرت ابو بکر صدیقؓ میں اتنی قوت پیدا کر  
 دی گئی۔ کہ انہوں نے بارِ نبوت کو اٹھا لیا۔  
 اور پھر خداوندِ کریم اگر چھوٹی چھوٹی چڑیوں سے ابرہہ  
 کے ہاتھیوں کو مروا دئے تو کونسے اعتراض کی بات ہے۔  
 اور اس میں کونسا تعجب ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ خدا تعالیٰ  
 کی مشیتِ ایزدی پر کوئی اعتراض کرے!

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

# شانِ صدیقِ اکبرِ رضی

## احادیثِ نبوی میں!

بخاری شریف جلد ۱ - صفحہ ۵۱۶ - مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۷۲ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴ - عَنْ أَبِي سَعِيدٍ الْخَدْرِيِّ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ إِنَّ مِنْ أُمَّةٍ النَّاسَ يَمَلِكُ فِي صُحْبَتِهِ وَمَالِهِ أَبُو بَكْرٍ وَلَوْ كُنْتُ مَتَّخِذًا خَلِيلًا لَأَتَّخَذْتُ أَبَا بَكْرٍ خَلِيلًا

حضرت ابی سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ انسانوں میں سے یعنی میرے اہل بیتوں میں سے جس شخص نے دوستی و محبت اور مال و دولت سے میری اعانت و خدمت کی و ابو بکرؓ سے۔ اور اگر میرے لئے کوئی خلیل بنانا جائز ہوتا تو میں ابو بکرؓ کو اپنا خلیل بناتا!

وَلَكِنْ أُخُوَّةٌ إِلَّا سَلَامًا وَمُؤَدَّةٌ - لیکن وہ برادری اور وہ بھائی چارہ جو مسلمان فی کاسی ہے اور وہ محبت و الفت جو مومن کی شان ہے وہ میرے دل میں پوری طرح موجود ہے۔

لَا تَبْقَيْنِي فِي الْمَسْجِدِ خَوْخَةً إِلَّا خَوْخَةً أَبَا بَكْرٍ - اور مسجد کے طرف کھلنے والے تمام روشندان اور کھلنے والی کھڑکیاں بند کر دی جائیں۔ مگر ابو بکر کا روشندان بند نہ کیا جائے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک میں تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے کے بعد یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے نزدیک حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کتنی قدر و منزلت تھی اور وہ ان سے کتنی محبت رکھتے تھے۔

اس لئے کہ خلیل اس انسان کو کہا جاتا ہے۔ جس میں صداقت و محبت کی آخری منزل پائی جاتی ہو اور محبت کے دل میں اس کے سوا کسی اور کی محبت کی گنجائش ہی باقی نہ ہو۔ اور حاجات و بہات میں اس پر کلی طور پر اعتماد و اعتبار کیا جائے لیکن چونکہ میرا تعلق اس نسبت کے لحاظ سے خدا تعالیٰ سے ہے اس لئے میں نے حضرت ابو بکرؓ کو اپنا خلیل نہیں بنایا وگرنہ اگر میں نے کسی کو اپنا خلیل بنانا ہوتا تو حضرت ابو بکرؓ میں وہ تمام صفات موجود ہیں جو ایک خلیل میں ہوتی ہیں۔

مسجد تبوی سے ملحقہ مکانات میں اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے کھڑکیاں اور درتیکے اور روشندان رکھے ہوئے تھے تاکہ ہم نبی کریم علیہ السلام کو مسجد میں آنا دیکھا کریں! مگر امام الانبیاء علیہ السلام نے آخری خطبہ شریف میں ان تمام درتیکوں اور روشندانوں کو بند کروا دیا تھا لیکن حضرت ابو بکرؓ کے درتیکے کو کھلارکھنے کا حکم دیا تھا تاکہ میں ابو بکرؓ کو مسجد میں آنا دیکھا کروں۔ اور جب دوسرے اصحابہ کرام نے اس کا سبب پوچھا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے ایسی اپنی طرف سے نہیں کیا بلکہ مجھے خدا تعالیٰ ایسا کرنے کا حکم فرمایا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵ و ۵۵۶ - ترمذی شریف جلد ۲ -

صفحہ ۲۰۸ - حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میری ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ میں کسی طریقہ سے حضرت ابو بکرؓ پر کسی معاملہ میں سبقت نہ جاؤں!

ایک دن نبی کریم علیہ السلام نے اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم فرمایا اور اتفاق کی بات ہے کہ اس دن میرے پاس بہت سا مال تھا اس لئے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ آج میں حضرت ابو بکرؓ سے بڑھ جاؤں گا۔

چنانچہ میں گھر گیا اور آدھا مال گھر والوں کے لئے چھوڑ کر آدھا مال نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں پیش کر دیا۔ نبی کریم علیہ السلام مجھ سے پوچھا کہ کیا لائے ہو تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آدھا مال گھر چھوڑ آیا ہوں اور آدھا پیش خدمت ہے!

تھوڑی دیر کے بعد حضرت ابو بکرؓ بھی گھر کا سارا مال لے کر حاضر خدمت ہو گئے۔ نبی کریم علیہ السلام نے پوچھا مَا أَتَيْتَ لِأَهْلِكَ فَقَالَ أَتَيْتُ لَهُمُ اللَّهَ وَرَسُولَهُ۔ کہ اے ابو بکرؓ گھر والوں کے لئے کیا باقی چھوڑ آئے ہو تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب دیا، ان کے لئے اللہ اور اللہ کے رسول علیہ السلام کو چھوڑ آیا ہوں۔ یعنی فصلی خارا اور مدو مصطفیٰ!

اور ہو بھی کیوں نہ اس واقعہ اسرارِ نبوت، اور یارِ غار کے دل میں عشقِ مصطفیٰ علیہ السلام کی جو بے پایاں دولت

پوشیدہ تھی اس کے ہوتے ہوئے وہ کسی اور چیز کو اپنے پاس کیونکر رکھ سکتے تھے!

ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۱۰ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶ - حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا - اَنَا اَوَّلُ مَنْ تُنْشَقُّ عِنْدَ الْاَرْضِ ثُمَّ اَبُو بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ الخ - کہ حشر کے دن سب سے پہلے میں مزارِ اقدس سے اٹھوں گا۔ پھر حضرت ابو بکر اور پھر عمر فاروق - اور پھر جنت البقیع میں دفن ہونے والے الخ - قانونِ قدرت کا تقاضا بھی یہی ہے کہ جس ترتیب سے یہ نفوسِ قدیمہ روضہ انور میں داخل ہوئے - اسی ترتیب سے اٹھیں۔

پہلے نبی کریم علیہ السلام تشریف لے گئے تھے۔ پھر حضرت ابو بکر صدیق اور پھر عمر فاروق اور قیامت کے دن بھی اسی ترتیب سے اٹھیں گے! پہلے امام الانبیا علیہ السلام پھر صدیق اکبر اور پھر عمر فاروق۔

ایسی دوستی و رفاقت پر قربان کہ دونوں حضرات نے دامنِ مصطفیٰ علیہ السلام کو ایسی محبت و عقیدت اور مضبوطی سے پکڑ رکھا ہے، کہ نہ زندگی میں چھوڑا ہے اور نہ ہی قبرِ شریف میں، اور نہ ہی قیامت کے دن چھوڑیں گے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج

کی رات کو یا کسی اور وقت جبرائیل علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے جنت کا وہ دروازہ دکھایا جس دروازہ سے میری امت نے جنت میں داخل ہونا ہے۔ فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَاتِ ابْنِي كُنْتُ مَعَكَ حَتَّى أَنْظُرَ إِلَيْهِ فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا أَنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ أَوَّلُ مَنْ يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مِنْ أُمَّتِي!

پس حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام

میں پسند کرتا ہوں کہ تمہارے ساتھ ہی ہوں اور میں بھی وہ دروازہ دیکھوں تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اے ابو بکرؓ تو میری امت میں سے سب سے پہلے جنت میں داخل ہوگا!

مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۷، ۲۸ - عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ أَصْبَحَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ صَائِمًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ أَتَّبِعَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ جَنَازَةً قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ أَطْعَمَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ مَسْكِينًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا قَالَ فَمَنْ عَادَ مِنْكُمْ الْيَوْمَ قَرِيبًا قَالَ أَبُو بَكْرٍ أَنَا فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ مَا اجْتَمَعَتْ فِيَّ آفَةٌ إِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ. حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے آج کس نے روزہ رکھا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی میں نے! نبی کریم علیہ السلام نے پوچھا تم میں سے آج کس نے کسی کا جنازہ پڑھا؟ حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی میں نے! نبی کریم علیہ السلام نے پھر فرمایا۔

تم میں سے آج کس نے کسی مسکین کو کھانا کھلایا ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں نے!

نبی کریم علیہ السلام نے پھر سوال کیا تم میں سے آج کس نے کسی مریض کی عیادت کی ہے؟ حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے عرض کی میں نے! پس نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جس شخص میں یہ تمام چیزیں موجود ہوں وہ جنتی ہے!

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱۷ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۸۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ فَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصَّلَاةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الْجِهَادِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ وَمَنْ كَانَ مِنْ أَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ۔ کہ جس نے دنیا میں نماز پڑھی وہ قیامت کو نماز کے دروازے سے بہشت میں جائیگا! جس نے دنیا میں روزے رکھے وہ قیامت میں ریان کے دروازے سے جنت میں جائے گا۔

داتا گنج بخش رسائل حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام میرے ماں باپ کے سر آپ پر قربان کیا آپ کی امت میں کوئی ایسا بھی ہے جس کے لئے یہ تمام دروازے کھلے ہوں؟

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ ہاں۔۔۔۔۔  
وَأَزْجُوا أَنْ تَكُونُ مِنْهُمْ۔ کہ تیرے لئے تمام دروازے کھلے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۹۲ - حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ کیا ہے، کہ تیری امت کے چار صد ہزار بغیر حساب کے جنت میں داخل کر دوں گا!

فَقَالَ أَبُو بَكْرٍ زِدْنَا يَا رَسُولَ اللَّهِ - حضرت ابو بکرؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اور زیادہ کر دو۔ تب نبی کریم علیہ السلام نے اپنے دونوں ہاتھوں کو کھول کر اٹا دئے جیسے کسی کو کوئی چیز عطا کرنے کے وقت ہاتھوں کو کیا جاتا ہے۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ لو میں نے زیادہ کر دئے ہیں۔ حضرت ابو بکرؓ نے پھر عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اور زیادہ کر دو۔ نبی کریم علیہ السلام نے پھر ویسے ہی کیا۔

فَقَالَ عُمَرُ دَعْنَا يَا أَبَا بَكْرٍ - پس حضرت عمرؓ نے کہا اے ابو بکر ہم کو چھوڑ دو تا کہ ہم لوگ خوفِ الہی سے بے پروا نہ ہو جائیں اور لوگ اعمال و افعال سے کنارہ کش نہ ہو جائیں۔ پس حضرت ابو بکرؓ نے کہا کہ اے عمرؓ اگر خدا تعالیٰ کسلی والے کے صدقے ہم تمام کو جنت میں داخل کر دے تو تجھے کیا عذر ہے۔ تب حضرت عمرؓ نے کہا کہ خداوند کریم اگر چاہے گا تو اپنی ایک ہی مسٹھی یعنی رحمت کے ایک ہی اشا سے ہم سب کو جنت میں داخل کر دے گا! نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ حضرت عمرؓ نے سچ کہا ہے! حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی گنہگاروں سے ہماری شفقت! بخوار می اور ان کی دستگیری و اعانت پر غور کرو۔ کہ نبیؐ



کریم علیہ السلام کی زبان پاک سے خدا کی رحمت و بخشش کی خوشخبری سن کر فوراً گنہگاروں کا خیال کر کے چاہتے ہیں کہ سید المرسلین صل اللہ علیہ وسلم کی ساری اُمت بغیر حساب کے جنت میں داخل ہو جائے! اور پھر نبی کریم علیہ السلام بھی اپنے اختیارِ نبوت سے زیادہ کرتے جاتے ہیں۔

اگر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نہ روکتے تو خدا کا دریائے رحمت جوش میں تھا۔ کملی والے آقا علیہ السلام کا دل میں شفاعت وسیع تھا اور حضرت ابو بکرؓ کا سایہ شفقت پھیل چکا تھا!

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام فقر و غنا پر تھے اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ مقام تسلیم و رضا پر! مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵ - مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۳۷۳ - ۲۷۷ -

ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۰۸ - حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے باپ سے فرماتے ہیں۔ کہ ایک عورت نبی کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئی اس نے چنار مسٹکے پوچھے۔ حضور علیہ السلام نے بتا دئے۔ اس عورت نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اِنَّ لَّسْمًا يَجْذَلُكَ كَمَا اِذَا بَلَغْتَ الْبُرْصَةَ وَتَحْتَهُ نَارٌ مُّوقَدَةٌ - قَالَ اِنَّ لَّسْمًا يَجْذَلُكَ كَمَا اِذَا بَلَغْتَ الْبُرْصَةَ وَتَحْتَهُ نَارٌ مُّوقَدَةٌ - کہ اگر تو مجھے نہ پائے تو حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس آ جانا۔

نبی کریم علیہ السلام نے جہاں کئی بار حضرت ابو بکر صدیقؓ کا نام لے کر اپنے بعد خلیفہ اول ہونے کا اعلان فرمایا ہے وہاں کئی مقامات پر اشارہ بھی خلافت اولیٰ کے لئے ان کا حق بتلایا ہے۔

اس حدیث پاک میں بھی امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد حضرت ابوبکرؓ کی خلافت کا اشارہ فرمایا ہے کہ اگر میں تجھے نہ ملوں تو میرے بعد حضرت ابوبکرؓ کے پاس آجانا! اور یہ اس لئے بھی تھا کہ وہ تمام رموزِ قدرت - اسرارِ الہیہ - نکاتِ فطرت اور رازِ ہائے نبوت و رسالت اور علومِ ظاہری و باطنی جو سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا تعالیٰ سے حاصل کئے تھے وہ تمام کے تمام نبی کریم علیہ السلام نے حضرت ابوبکر صدیقؓ کے سینہ انور میں ڈال دئے تھے!

نزہت المجالس جلد ۲ - صفحہ ۱۸۲ - نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا  
مَا صَبَّ اللَّهُ فِي صَدْرِي شَيْئًا إِلَّا صَدَيْتُهُ فِي صَدْرِ ابْنِ أَبِي بَكْرٍ!  
کہ اللہ تعالیٰ نے جو کچھ میرے سینے پاک میں ڈالا ہے وہ سب کچھ میں نے حضرت ابوبکرؓ کے سینے میں ڈال دیا ہے۔  
تفسیر کبیر جلد ۱ - صفحہ ۸۷ - رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ایک دن انگوٹھی دے کر فرمایا کہ اس میں لا الہ الا اللہ لکھو لاؤ۔ حضرت صدیق اکبرؓ نے وہ انگوٹھی ایک صراف کو دی اور فرمایا اُكْتُبْ فِيهِ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَسُولُ اللَّهِ کہ اس میں کلمہ شریف لکھ دو۔ اس نقاش نے لکھ دیا۔ لیکن جب وہ انگوٹھی نبی کریم علیہ السلام کے پاس واپس آئی تو اس میں لکھا تھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ و ابوبکر الصديق  
سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا اے ابوبکرؓ میں نے تو صرف خدا کا اسم ہی لکھوانے کو کہا تھا مگر تو نے میرا بھی اور اپنا نام بھی

لکھو لیا ہے۔

عرض کی آقا۔ آپ کا تو میں نے لکھو لیا ہے۔ مگر میرے کا پتہ نہیں

اس لئے کہ میں نے مناسب نہ سمجھا اور میرے ایمان و میری محبت

نے یہ برداشت نہ کیا کہ آپ کو اللہ کے نام سے جدا کروں!

فَجَاءَ جِبْرِيلُ وَقَالَ يَا رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

أَمَّا اسْمُ أَبِي بَكْرٍ فَاكْتَبْتُهُ۔ پس حضرت جبرائیل علیہ السلام

آئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام آپ کا نام تو ابو بکر نے

لکھو لیا ہے اور ابو بکر کا نام میں نے لکھا ہے۔ اس لئے کہ صدیق کے

ایمان نے یہ قبول نہ کیا کہ آپ کے نام کو خدا کے نام سے جدا کرے۔

اور خدا نے یہ پسند نہیں کیا کہ صدیق کو آپ سے علیحدہ رکھے!

عمدة التحقيق صفحہ ۵۳۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۱۔ نلامہ سیوطی

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ

السلام نے فرمایا۔ هَيْطَ عَلَى جِبْرِيلَ عَلَيْهِ السَّلَامُ وَعَلَيْهِ طَنْقَسَةٌ

کہ میرے پاس حضرت جبرائیل علیہ السلام آئے اور اس نے ٹاٹ

کا لباس پہنا ہوا تھا۔ میں نے پوچھا۔ اے جبریل علیہ السلام یہ کیا

ہے۔ تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ إِنَّ اللَّهَ أَحْرَمَ الْمَلَائِكَةَ

أَنْ تَتَخَلَّلَ كَتَخَلَّلِ أَبِي بَكْرٍ فِي الْأَرْضِ۔ کہ خدا تعالیٰ نے آسمانوں

کے فرشتوں کو حکم دیا ہے کہ زمین پر ابو بکر صدیق نے ٹاٹ کا لباس

پہن رکھا ہے۔ تم آسمان پر ٹاٹ کا لباس پہن کر صدیق کی سنت

کو ادا کرو۔

تاریخ الخلفاء۔ صفحہ ۲۳۔ ریاض النظرہ جلد ۱۔ صفحہ ۱۲۷:

ابو جعفر احمد الشہید عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ صل اللہ علیہ وسلم عرج بی الی السماء فما قرئت بسماء الا وجا فیہا اسبی مکتوباً بحمد رسول ابوبکر صدیق من خلقی۔  
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ معراج کی رات کہ میں جس آسمان پر سے گزرا۔ میں نے اس پر یہ لکھا ہوا دیکھا تھا رسول اللہ اور میرے بعد ابوبکر صدیق ہے۔

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۲۔ امام نسینی کے حوالہ سے علامہ صفوری لکھتے ہیں۔ کہ مدینہ منورہ میں ایک آدمی فوت ہو گیا نبی کریم علیہ السلام نے اس کا جنازہ پڑھانے کا ارادہ کیا فنزل جبریل وقال یا محمد لا تصیل علیہ۔ کہ حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اس کا جنازہ نہ پڑھائیں۔ حضور علیہ السلام رک گئے نہ فجاہ ابوبکر فقال یا نبی اللہ صل علیہ فما علمت عنہ الا خیر۔ فنزل جبریل وقال یا محمد صل علیہ قات شہادۃ ابی بکر مقدمۃ علی شہادتی۔ پس حضرت ابوبکر حاضر ہوئے اور عرض کی یا نبی اللہ علیہ السلام اس کا جنازہ پڑھاؤ۔ پھر حضرت جبریل علیہ السلام بھی حاضر ہو گئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام جنازہ پڑھاؤ۔ اس لئے کہ میری گواہی سے ابوبکر کی گواہی افضل ہے!

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۸۲۔ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ ان شمس ابیک مکتوباً علی قلب الشمس۔ کہ تحقیق تیرے باب ابوبکر کا نام

پ کے دل پر لکھا ہوا ہے اور جب وہ خانہ کعبہ کے بالمقابل آتا تو رک جاتا ہے اور پھر فرشتے سورج کو یہ کہتے ہیں۔ بِحَقِّ نَيْفٍ مِنْ اِرْشَامٍ۔ کہ اس نام کے طفیل چل جو تیرے دل پر ہوا ہے۔ حضرت ابو بکر کا نام سن کر آگے کو چل پڑتا ہے۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۲۹۔ حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحبزادہ حضرت عبدالرحمن بن ابی بکر بدر میں مشرکین کی طرف سے بے تحفے مسلمان ہونے کے بعد انہوں نے اپنے باپ حضرت صدیق سے کہا۔ لَقَدْ اَهْدَاكَ لِي يَوْمَ بَدْرٍ فَاَنْصَرَفْتَ عَنْكَ وَرَاَيْتُكَ فِي مَيْدَانِ بَدْرٍ مِثْلِي بَارِ مِيرِي مِثْلِي آئے۔ مگر میں نے باپ سمجھ کر آپ کو قتل نہ کیا۔ تو حضرت صدیق اکبر نے فرمایا۔ لَكِنَّكَ يَوْمَ اَهْدَاكَ لِي لَمْ تَمْرَفْ كَمَا اِذَا مَرَّ بِمِيرِي زَوْدِي اَجَانِي۔ تو میں کبھی تجھے نہ چھوڑتا قتل کر دیتا۔ اس لئے کہ اسلام اور مصطفیٰ کے مقابلے میں مال و ملت اور جان و اولاد کوئی چیز نہیں ہیں۔

ریاض النظرہ جلد ۱۔ صفحہ ۱۶۵۔ حضرت زید بن ارقم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام نے حضرت صدیق اکبر سے پوچھا۔ اَنَا الْكَبْرُ اَوْ اَنْتَ۔ کہ میں بڑا ہوں یا تم۔ ابابکر نے عرض کی۔ بَلْ اَنْتَ الْكَبْرُ مِثْلِي وَ اَكْسَرُ مَرَوْ خَيْرٌ مِثْلِي وَ اَنَا اَسْقُ مِثْلَكَ۔ کہ عمر تو میری زیادہ ہے لیکن بڑے آپ ہیں! اس آداب کے قربان جاؤں۔

مثنوی شریف میں مولانا رومیؒ لکھتے ہیں کہ ایک دن ابو جہل

نے نبی کریم علیہ السلام کو دیکھا اور گستاخی کی کہ نعوذ باللہ من  
 سا کوئی بد صورت نہیں دیکھا۔ حضور علیہ السلام فرمایا۔ تو نے  
 کہا ہے! پھر راستے میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 اس عاشق صادق نے حسن پار کو دیکھا اور بول اٹھے۔

دید صدیقش بگفت اے ماہتاب

نے ز شرقی نے ز غری خوش بتاب

کہ میں نے ساری کائنات میں تجھ سا حسین و خوبصورت  
 نہیں دیکھا۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ تو نے سچ کہا ہے  
 علاموں نے عرض کیا یا رسول اللہ علیہ السلام سمجھ نہیں  
 ابو جہل بھی سچا اور ابو بکر بھی سچا۔

نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا :-

گفت من آئینہ ام مصقول دست

ترک و ہند و ویداں در من کہ ہست

کہ میں ایک پاک و صاف شیشہ ہوں۔ جو مجھے دیکھے گا  
 اپنی صورت نظر آئے گی۔

ابو جہل نے دیکھا اسے اپنی شکل نظر آئی۔ اس نے کہا  
 سا بد صورت کوئی نہیں۔

صدیق رضی اللہ عنہ نے دیکھا تو اسے اپنی صورت نظر آئی۔ اس نے  
 کہا کہ دونوں جہان میں آپ جیسا حسین کوئی نہیں ہے!  
 ریاض النظرہ جلد ۱ صفحہ ۱۸۴۔ نزہت المجالس جلد ۲  
 حضرت قیس بن حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ ایک

ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ  
 عنہ کو ملے اور حضرت علیؓ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت علیؓ نے  
 مبارکے کا سبب پوچھا۔ تو حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا۔ سَمِعْتُ  
 رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ لَا تَجُوزُ أَحَدٌ  
 إِلَّا مِنْ كَتَبَ لَهُ عَلِيٌّ ابْنُ أَبِي طَالِبٍ الْجَوَازَ۔  
 نے نبی کریم علیہ السلام سے سنا ہے۔ کہ پہل صراط سے وہی  
 حق سے گزرے گا۔ جس کو علیؓ پر جی دے گا۔  
 یہ سن کر حضرت علیؓ بھی مسکرائے اور فرمایا۔ اے ابو بکرؓ میں  
 مبارک نہ دوں ؟

فرمایا۔ کیسی۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ کہ رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ  
 میں کو پر جی دے گا۔ جو ابو بکرؓ سے محبت رکھے گا !  
 وَ يَكْتُبُ الْجَوَازَ إِلَّا لِمَنْ أَحَبَّ أَبَا بَكْرٍ۔

گستاخان حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا کریں !  
 معیۃ التحقيق صفحہ ۳۱۔ شیخ ابراہیم العیدی المالکی رحمۃ اللہ  
 علیہ امام یافعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی کتاب روض الریاحین  
 شیبہ۔ عرب شریف کی ایک بستی کے ایک جوان کو کوڑھ ہو گیا۔  
 نئی سال تک اس مؤذی مرض میں مبتلا رہا۔ فَأَلْهَمَهُ اللَّهُ  
 لِي ذِكْرُ الصِّدِّيقِ كَمَا أَنَّ اللَّهَ تَعَالَى نَعَى اس کے دل میں یہ بات  
 وہی کہ صدیق کا ذکر کر ! وہ جوان صبح و شام يَا صِدِّيقُ  
 صِدِّيقُ کا ذکر کرتا۔ یہاں تک کہ اس کا کوڑھ دور ہو گیا۔

بِاسْمِ رَبِّكَ إِذَا تُنَادَىٰ مِنْ أَدْنَىٰ ۚ

اسی کتاب کے صفحہ ۲۶۰ میں درج ہے۔ اِنَّ النَّبِيَّ صَلَّى  
 وَسَلَّمَ لَمَّا كَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنَىٰ اَخَذَتْهُ وَخَدَّ  
 فَسَمِعَ فِي حَضْرَةِ اللهِ تَعَالَى بِصَوْتِ ابْنِي بَكْرِ۔ کہ جب  
 علیہ السلام معراج کی رات کو قاب قوسین او ادنیٰ کے مت  
 پہنچے تو آپ کو کچھ گھبراہٹ محسوس ہوئی۔ کہ فوراً آپ نے  
 ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آواز سنی اپنے ساتھ  
 کی آواز سن کر آپ کو سکون و اطمینان حاصل ہو گیا۔  
 عمدة التحقيق صفحہ ۲۲۶۔ شیخ عبدالغفار القوصی  
 تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔ اِنَّ رَجُلًا كَانَ يَسُبُّ اَبَا بَكْرٍ  
 رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمَا کہ ایک آدمی حضرت ابو بکر اور حضرت  
 کو گالیاں دیا کرتا تھا۔ اس کی بیوی اور لڑکوں نے اس کو منع  
 وہ باز نہ آیا۔ فَسَخَّه اللهُ تَعَالَى حَتَّى رَأَى عُنُقَهُ سَا  
 عَظِيمَةً۔ پس اللہ تعالیٰ نے اس کی شکل خنزیر کی کر دی اور  
 کی گردن میں زنجریں پڑ گئیں۔ اس کا لڑکا لوگوں کو دکھاتا  
 تھا۔ حضرت شیخ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خود اپنی آنکھوں  
 اس کو دیکھا ہے۔ وَهُوَ يَصْرُخُ صَرَخَ الْخَنَازِيرِ۔ کہ وہ  
 کی طرح چیختا تھا۔



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

# ایک صدیقؓ ہونے کی ثبوت

— آیہ —  
وجہ تسمیہ

مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۸۲ - ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۱۰ -  
بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱۹ - حضرت ابو ہریرہؓ اور حضرت انس  
رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
صَعِدَ اُحُدًا وَّ اَبُو بَكْرٍ وَّ عُمَرُ وَّ عَثْمَانُ - کہ ایک دن نبی کریم علیہ  
السلام حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ اُحد پہاڑ پر  
چڑھے تو پہاڑ پلنے لگا۔ پس رسولِ اکرم علیہ السلام نے فرمایا -  
اَنْتَبِتُ اُحُدًا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ نَبِيٌّ وَّ صِدِّيقٌ وَّ شَهِيدَانِ -  
کہ اے اُحد پہاڑ ٹھہر جا کہ تجھ پر نبیؐ، صدیقؓ اور شہید سے!  
جہلِ حرا پر بھی ایسا ہی ہوا اور فَتَخَّرَكَ وہ پلنے لگا۔ تو نبی کریمؐ  
علیہ السلام نے ایسا ہی فرمایا - مِمَّا عَلَيْكَ اِلَّا نَبِيٌّ وَّ صِدِّيقٌ  
وَّ شَهِيدَانِ!

ریاض النظرہ جلد ۱ - صفحہ ۶۶ - کفارِ مکہ نے رسولِ معظم علیہ السلام  
کے واقعہ معراج کا انکار کیا تو حضرت صدیقِ اکبرؓ نے بغیر کسی تاویل  
کے معراجِ مصطفیٰ علیہ السلام کو تسلیم کرتے ہوئے تصدیق کر دی -

ذَلِكَ مُسَيِّئُ الصِّدِّيقِ - پس اس وجہ سے وہ صدیق ہوئے  
 پھر حضرت ابو بکر نبی کریم علیہ السلام کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے  
 اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام بیت المقدس کی صفات  
 بیان فرماؤ۔ رسول اکرم علیہ السلام نے تمام بیان کر دیا۔ قَالَ أَبُو بَكْرٍ  
 صَدَّقْتُ أَشْهَدُ أَنَّكَ رَسُولُ اللَّهِ - عرض کی آپ نے سچ فرمایا  
 اور میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

قَالَ رَسُولُ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ لِأَبْنِ بَكْرٍ وَكُنْتَ يَا أَبَا بَكْرٍ  
 الصِّدِّيقُ - نبی اکرم علیہ السلام نے حضرت ابو بکر سے فرمایا کہ اے  
 ابو بکر تو بھی صدیق ہے۔

سید المرسلین علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے فرمایا  
 کہ میری قوم میرے معراج کو نہیں مانے گی۔ قَالَ جِبْرِيلُ يُصَدِّقُكَ  
 أَبُو بَكْرٍ وَهُوَ الصِّدِّيقُ -

جبریل علیہ السلام نے عرض کی کہ ابو بکر تصدیق کرے گا۔ اور  
 وہ صدیق ہے!

اسی کتاب میں صفحہ ۶۸ پر لکھا ہے۔ حضرت علی المرتضیٰ نے منبر  
 پر کھڑے ہو کر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ مُسَيِّئُ آبَا بَكْرٍ عَلٰى لِسَانِ  
 فَبَيْدِهِ صَدِّيقًا - کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم علیہ السلام  
 کی زبان پر ابو بکر کا نام صدیق رکھا ہے۔

عَنْ عَلِيِّ بْنِ أَبِي طَالِبٍ أَنَّهُ كَانَ يُحْلِفُ بِاللَّهِ أَنَّ اللَّهَ  
 تَعَالَى أَنْزَلَ اسْمَ آبَا بَكْرٍ مِنَ السَّمَاءِ وَالصِّدِّيقُ -  
 حضرت علیؑ خدا کی قسم کھا کر فرماتے ہیں۔ کہ اللہ کریم نے ابو بکر کا

نام آسمان سے صدیق نازل فرمایا ہے۔

ریاض النظرہ جلد ۱ - صفحہ ۱۲۸ - حضرت ابی درود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ میں نے معراج کی رات کو عرش اعظم پر ایک سبز رنگ کی تختی پر یہ لکھا ہوا دیکھا لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ ابو بکر صدیق -

مکتوبہ حول العرش

ریاض النظرہ جلد ۱ - صفحہ ۱۲۲ - نزہت المجالس جلد ۲ -

صفحہ ۱۸۴ - مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ

تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ ایک انصاری عورت رسول اکرم

علیہ السلام کے پاس آئی اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ

السَّلَامِ ذَايْتُ الْمَنَامِ كَانَ التَّخْلَةَ فِي دَارِي وَقَعْتُ

وَذُو جَنِّي فِي الشَّيْءِ - کہ میں نے آج رات خواب میں دیکھا ہے -

کہ میرے گھر کا درخت اکھڑ کر گر پڑا ہے اور میرا خاوند سفر

میں ہے - نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا - کہ اب تجھے صبر کرنا چاہیے

کیونکہ وہ فوت ہو چکا ہے -

وہ عورت روتی ہوئی واپس جا رہی تھی - کہ راستے میں

حضرت ابو بکرؓ مل گئے - اس عورت نے ان سے بھی ات والی

خواب بیان کی - لیکن نبی کریم علیہ السلام کا فرمان نہ سنایا -

فَقَالَ اذْهَبِي فَاِنَّكَ تَجْتَمِعِينَ بِهِ فِي هَذِهِ اللَّيْلَةِ

حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا - کہ گھر چلی جاؤ - آج رات کو تمہارا

خاوند گھر آ جائے گا - وہ عورت حیران ہو کر اور نبی کریم علیہ السلام

کے فرمان پر غور کرتے چلی گئی۔

جب رات ہوئی تو اُس کا خاوند گھرا گیا۔

صبح اُٹھ کر وہ عورت رسولِ معظم علیہ السلام کے پاس گئی اور سارا ماجرا سنایا۔ حضور علیہ السلام اس کی طرف دیر تک دیکھتے رہے۔ تَجَاءَ جِبْرِيلُ فَقَالَ يَا مُحَمَّدُ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الَّذِي قُلْتَهُ هُوَ الْحَقُّ وَلَكِنَّ لَمَّا قَالَ الصَّادِقُ! پس حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے۔ اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام جو کچھ آپ نے اس عورت کو فرمایا تھا وہی سچ تھا۔ لیکن جب ابو بکر صدیقؓ کی زبان سے یہ نکل گیا کہ تیرا خاوند زندہ ہے تو خدا تعالیٰ نے صدیق کی صداقت کو قائم رکھنے کی خاطر اس کو پھر زندہ کر دیا ہے۔

عمدة التحقيق صفحہ ۳۰۹۔ شیخ ابراہیم العبد المملکی رحمۃ اللہ علیہ حاشیہ روض الریاض امام یافعی رحمۃ اللہ علیہ۔ نبی کریم علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ کہ سورج کی پیشانی پر ایک آدمی کا نام لکھا ہوا ہے۔ اور ساتھ ہزار فرشتے ٹور کی لگاموں سے سورج کو کھینچ کر مشرق سے مغرب کی طرف لاتے ہیں۔ جب سورج کعبۃ اللہ کے اوپر آتا ہے تو ٹھہر جاتا ہے۔ والملائیکۃ تبس الشمس۔ اور فرشتے سورج کو کھینچتے ہیں۔ تاکہ آگے چلے۔ لیکن سورج نہیں چلتا یہاں تک کہ فرشتے عاجز آجاتے ہیں۔ فاللہ تعالیٰ یوحی الی الملائیکۃ وحی الہام۔ آیتھا الشمس بحمۃ الرجل الذی اسمہ

منقرض علی وجهك المنیر۔ پھر اللہ تعالیٰ فرشتوں کی طرف وحی  
الہام فرماتا ہے۔ اور پھر فرشتے سورج سے کہتے ہیں۔ کہ اے  
سورج اس نام کی طفیل آگے چل جو نام کہ تیری روشن پیشانی  
پر لکھا ہوا ہے۔ تو سورج آگے چل پڑتا ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام  
وہ کون آدمی ہے جس کا نام سورج کی پیشانی پر لکھا ہوا ہے؟  
سید المرسلین صل اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہوا بوبکر الصا  
کہ وہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

عمدة التحقيق صفحہ ۳۸۔ شیخ ابراہیم العبیدی المالکی رحمہ  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن انصار و  
مہاجرین رسول اکرم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر تھے  
کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی اے اللہ  
کے رسول لہذا سجد لضعف قط۔ کہ میں نے کبھی بھی کسی بت  
کو سجدہ نہیں کیا۔

یہ سن کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جوش غصے  
میں آگئے اور کہنے لگے کہ آپ فلاں یہ وہ کرتے رہے ہیں!  
حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا ات ابا تحافہ اخذ بیدی فانظر  
بی الی مخدع فیہ الاضامر۔ کہ ایک دن میرے باپ ابو تحافہ  
نے میرا ہاتھ پکڑ کر ایک مکان میں لے گئے۔ جہاں بت تھے اور مجھے  
کہا کہ یہ ہیں نیرے خدا ان کو سجدہ کرو۔ میں نے ان بتوں سے کہا۔  
إِنِّي بَجَائِعٍ فَأَطْعِمْتَنِي - فَلِمَ يَجْبِنُنِي - فَقُلْتُ إِنِّي عَادُ فَالْكَيْسِي -

فلح یحییٰ - کہ میں بھوکا ہوں مجھے کھانا دو۔ پس کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے کہا۔ میں ننگا ہوں۔ کوئی جواب نہ آیا۔ پھر میں نے ایک پتھر اٹھایا اور کہا کہ اگر تم خدا ہو تو اپنے آپ کو بچاؤ پھر بھی کوئی جواب نہ آیا۔ پھر میں نے پتھر مار کر ان کو توڑ دیا۔ پھر میرے والد مجھے ماں کے پاس لے آئے اور سارا ماجرا سنایا۔ تو میری ماں نے کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ اس کے پیدا ہونے کے وقت میں نے ایک غیبی آواز سنی تھی۔

يَا أُمَّةَ اللَّهِ عَلَى التَّحْقِيقِ - أَبَشِيرِي بِالْوَالِدِ الْعَتِيقِ -  
 اِسْمُهُ فِي السَّمَاءِ الصِّدِّيقِ - کہ اے اللہ کی بندگی بالتحقیق اپنے بچے عتیق کی مبارک ہو۔ اس کا نام آسمان پر صدیق ہے  
 مُحَمَّدٍ صَاحِبِ وَرَقِيئِ - اور یہ مصطفیٰ علیہ السلام کا دوست  
 ورسالتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابو بکر نے جب کلام ختم کی۔ نَزَلَ جِبْرِيْلُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ - وَقَالَ - صَدَقَ ابْنِي بَكْرٍ - تو حضرت جبریل علیہ السلام نبی کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور عرض کی۔ ابو بکر سچ کہتے ہیں۔ اور یہ تین بار فرمایا۔

کتاب شیعہ سے آپ کے صدیق ہونے کا ثبوت

کشف الغمہ صفحہ ۲۲۰ - حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سے کسی نے مسئلہ پوچھا کہ کیا تلوار کو زبور لگانا جائز ہے کہ نہیں۔ آپ نے فرمایا کوئی حرج نہیں ہے۔ قدحلی ابوبکر صدیق سیفہ کہ حضرت ابوبکر صدیق نے اپنی تلوار کو لگا ہوا تھا۔

سائل نے پوچھا۔ فَتَقُولُ الصَّدِيقُ۔ کہ آپ بھی ابوبکر کو صدیق کہتے ہیں۔ تو حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اچھل پڑے اور قبلہ کی طرف منہ کر کے تین بار فرمایا:-  
نَعْمَ الصَّدِيقُ۔ نَعْمَ الصَّدِيقُ۔ نَعْمَ الصَّدِيقُ۔

ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے۔ ہاں وہ صدیق ہے۔ لَمْ يَقُلْ الصَّدِيقُ فَلَاصِدَّقَ اللَّهُ قَوْلًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ اور جو ان کو صدیق نہیں کہتا دنیا و آخرت میں خدا اس کی کسی بات کو سچا نہ کرے۔ یعنی اس کے ایمان پر ہی اعتبار نہیں ہے!

تفسیر قمی صفحہ ۲۶۵ و ۲۶۶۔ لَمَّا كَانَ رَسُولُ اللَّهِ

صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْغَارِ قَالَ لِابْنِي بَكْرٍ أَنْتَ

الصَّدِيقُ۔ کہ جب نبی کریم علیہ السلام شبِ ہجرت غارِ ثور میں تھے تو آپ نے حضرت ابوبکر سے فرمایا۔ کہ تو صدیق ہے۔ كُلُّ

نَفْسٍ ذَا نَفْسٍ الْمَوْتِ كَقَانُونِ قُدْرَتِ كَيْفَ نَظَرِ اس

جہانِ فانی میں کسی کو دوام نہیں۔ ہر شے مسافر ہے اور ہر چیز راہی!

زمین و آسمان بھی فانی ہیں اور فرش و عرش بھی۔ لوح و قلم

بھی حادث ہیں اور چاند و سورج بھی۔ دریا و پہاڑ بھی مٹنے

وانے ہیں اور کہکشاں و ستارے بھی۔ جن و انس کو بھی موت ہے  
 اور درند و پرند کو بھی !  
 غرضیکہ اس کا رُخائے ہست و بود کا ہر پرزہ نابود ہونے  
 والا ہے اور زندگی کے ہر مسافر کا راستہ ختم ہونے والا ہے۔  
 اسی قانونِ قدرت کے تحت رازدار اسرارِ نبوت باوقفِ رموز  
 رسالت۔ عالمِ علومِ ظاہری و باطنی۔ غلامِ جانثار۔ صاحبِ قیادار  
 یارِ غار اور عاشقِ صادق حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 پر بھی وہ وقت آہی گیا۔ جس سے کسی کو چھٹکارا نہیں ہے۔

آپ نے اپنے دوستوں کو اکٹھا کر کے فرمایا کہ میرے مرنے کے  
 بعد مجھے غسل دے کر اور کفن پہنا کر میرا جنازہ روضہ مصطفیٰ  
 علیہ السلام پر لے جانا پھر میں جانوں اور میرا محبوب !

تفسیر کبیر جلد ۵۔ صفحہ ۲۶۵۔ اَمَّا اَبُو بَكْرِ الصِّدِّيقُ  
 لَمَّا حَمَلَتْ الْجَنَازَةَ اِلَى بَابِ قَبْرِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ قَالَ وَاذُنِي اَسْلَامٌ عَلَيْكَ يَا رَسُولَ اللهِ  
 صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هَذَا اَبُو بَكْرٍ يَا بَابِ اِقْبَادِ الْبَابِ  
 قَدْ انْفَتَحَ وَاِذَا بِهَا تَفِي يَهْتَفُ مِنَ الْقَبْرِ اَدْخُلُوا  
 الْحَبِيبَ اِلَى الْحَبِيبِ -

اور پھر حضرت ابو بکر صدیقؓ کا جنازہ اٹھا کر جب نبی کریم  
 علیہ السلام کے روضہ اقدس پر لے جایا گیا۔ تو غلاموں نے  
 عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کا غلام اور یار  
 آپ کے دروازہ رحمت و شفقت پر حاضر ہے۔



بس پھر کیا تھا یہ کہنے کی دیر تھی کہ روضہ مصطفیٰ علیہ السلام کا  
 دروازہ خود بخود کھل گیا اور اندر سے آواز آئی کہ  
 یار کو یار کے پاس جلدی لے آؤ!  
 اس جانثار غلام کی محبت و عقیدت اور ایمان و یقین کو دیکھو  
 کہ مرنے کے بعد بھی آغوشِ محبوب میں جانے کی تمنا ہے اور اس محبوب  
 حقیقی کی رحمت و شفقت اور لطف و کرم کو دیکھو کہ اپنے عاشق  
 صادق کو اپنے پہلو میں سلانے کے لئے روضہ اقدس کا دروازہ کھول  
 کر اپنی آغوشِ محبت میں لے لیا۔ اور اس طرح یار غار کو زندگی بھر  
 کی خدمت گزاری کا عوض۔ جانثاری کا بدلہ اور وفاداری کا  
 صلہ مل گیا!

گزشتہ صفحات میں یہ ثابت کیا جا چکا ہے۔ کہ انسان جس مٹی  
 سے پیدا ہوتا ہے اس مٹی میں دفن ہوتا ہے۔  
 یہ غار میں پہلے گیا اور وہ مزار میں پہلے گئے۔ اس نے غار کو  
 صاف کیا اور انہوں نے مزار کو ضیا بخشی۔ اس نے غار میں  
 تین دن تک ان کی حفاظت کی۔ اب وہ مزار میں اس کی حفاظت  
 قیامت تک کرتے رہیں گے۔

سچ پوچھو تو یہ ثانی اثین کی عملی تفسیر ہے۔ ہر مقام! ہر جگہ!  
 ہر حالت اور ہر موقع پر یہ ان کا ثانی یعنی دوسرا ہے۔  
 ایمان بھی اول وہ ہیں اور دوسرے یہ۔ شبِ ہجرت کے پرخطر  
 سفر میں بھی اول وہ ہیں۔ اور دوسرے یہ۔ غارِ ثور میں بھی اول  
 وہ ہیں۔ اور دوسرے یہ۔ خلافت و امامت میں بھی اول وہ ہیں اور

دوسرے یہ۔ اور مزار میں بھی اقول وہ ہیں اور دوسرے یہ! اب ستر ہزار فرشتوں کی وہ جماعت جو درود و سلام کے پھول پنچھا اور کرنے اور اپنے نورانی پروں سے مزار پر انوار کو جہاں کے لئے ہر روز آتی ہے۔ ان فرشتوں کے نورانی پروں کے جھمٹ میں جہاں مصطفیٰ علیہ السلام کا جسم اطہر زندہ و تابندہ ہے وہاں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود مسعود بھی آغوش رحمت میں جلوہ نما ہے!

اس ایمان افروز حقیقت سے شیعہ حضرات کے اس عقیدہ بد کی بھی تردید ہو جاتی ہے کہ نعوذ باللہ اصحاب ثلاثہ متفق تھے! اس لئے کہ قرآن مجید کے فیصلہ کے مطابق تو خدا تعالیٰ نے نبی کریم علیہ السلام کو کفار و منافقین سے جہاد کرنے کا حکم فرمایا ہے اور ساتھ ہی یہ بھی بتلا دیا کہ کافروں اور منافقوں کا ٹھکانہ جہنم ہے پارہ عنا۔ سورۃ توبہ۔ یَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ وَمَا لَهُمْ جَهَنَّمَ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ کہ اے میرے نبی علیہ السلام کفار و منافقین سے جنگ کرو۔ اور ان پر غصہ کرو اور ان کفار و منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ اور بری جگہ رہنے کی۔

اب اس آیت پر غور کرنے سے یہ پوری طرح واضح ہو جاتا ہے کہ خداوند تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار و منافقین سے جنگ کرنے کا حکم فرمایا ہے۔ لیکن یہ بڑے ہی تعجب کی بات ہے۔ کہ خدا تعالیٰ تو نبی کریم علیہ السلام کو کفار و منافقین

سے جنگ کرنے کا حکم دے اور یہ خدا کے حکم کی نافرمانی !  
 حکم عدولی اور رُودانی کرتے ہوئے ایک کے نکاح میں  
 اپنی دو صاحبزادیاں دے کر اسے ذوالنورین کے لقب سے  
 سرفراز فرماتا ہے اور دو کی صاحبزادیاں اپنے نکاح میں لے  
 کر اسے رحمتِ خداوندی کا مستحق بنا دیتا ہے ۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ اگر تمہارے عقیدہ  
 کے مطابق اصحابِ ثلاثہ نعوذ باللہ منافع تھے ۔ تو نبی کریم  
 علیہ السلام نے حکمِ خداوندی کی تعمیل کرتے ہوئے ان سے کبھی  
 جنگ و جدال کیا تھا یا نہیں ؟

اگر کیا ہے تو دلائل سے ثابت کرو !  
 اگر نہیں کیا ۔ اور یقیناً نہیں کیا تو پھر اپنے اس عقیدہ  
 بد سے توبہ کر کے ان نفوسِ قدسیہ کا دامن تھام کر اپنے لئے  
 نجاتِ اخروی کا سامان پیدا کرو ۔

اور اگر تم نے اپنے اس عقیدہ سے باز نہیں آنا تو پھر یہ  
 ماننا پڑے گا کہ رسولِ معظم علیہ السلام نے ان سے جنگ نہ کر کے  
 خدا کی نافرمانی اور حکمِ عدولی کی ۔ اور یہ کفر ہے ۔  
 دوسری بات یہ کہ قرآنِ پاک کے فیصلہ کے مطابق تو کفار  
 منافقین کا ٹھکانہ جہنم ہے ۔ اور ان کے لئے بُری جگہ رہنے  
 کی ہے ۔

ان المنافقین فی الدارِکِ اسفلین ۔  
 کہ منافق جہنم کے بدترین گروہ سے ہیں ہوں گے !

مگر یہ عجیب قسم کے منافق ہیں کہ حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما اور روضہ مصطفیٰ علیہ السلام میں دفن ہوں اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جنت البقیع میں آرام فرما۔

اب میں شیعہ حضرات سے پوچھنا چاہوں کہ اگر اصحابہ ثلاثہ تمہارے باطل عقیدہ کے مطابق نعوذ باللہ منافق تھے تو پھر ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما علیہ السلام میں مدفون کیوں ہیں؟ جب کہ منافقوں ٹھکانہ قرآن مجید کے فیصلہ کے مطابق جہنم ہے اور اگر ان کو منافق سمجھتے ہو تو پھر سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ اقدس کو بھی نعوذ باللہ جہنم سمجھو! اور اگر ایسا سمجھو گے تو یہ کفر ہے!

ایمان والوں کے لئے جنت ہے اور روضہ مصطفیٰ علیہ السلام جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۳۱ - عن ابی ہریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ - حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا - کہ میرے حجرہ مقدس اور منبر پاک کا درمیان جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے! فروع کافی جلد ۱ - صفحہ ۵۸۵ کتاب شیعہ - عن عبد اللہ السلام قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ما بین بیتی ومنبری روضۃ من ریاض الجنۃ ومنبری نزعۃ من الجنۃ

وَقَوَامٌ مِّنْ بَرِيٍّ فِي الْجَنَّةِ -

حضرت عبداللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ میرے گھر اور منبر کا درمیانی حصہ جنت کے باغوں میں سے ایک باغ ہے اور میرا منبر شریف جنت کے ٹکڑوں میں سے ایک ٹکڑا ہے اور میرے منبر پاک کے پائے جنت میں ہیں۔

اور حضرت عثمان غنیؓ بھی مدینہ منورہ کی اس زمین مقدس کے پاک ٹکڑے میں مدفون ہیں۔ جس کا نام بھی جنت البقیع ہے۔

جس روضہ انور کی زیارت کے لئے خطہ ارضی کے امیر و غریب ٹرپتے ہیں۔ شاہ و گداروتے ہیں۔ غنی و مفلس التجائیں کرتے ہیں! رومیؒ و سعدیؒ آہیں بھرتے ہیں۔ حافظ و جامیؒ اشک بہاتے ہیں۔ جنید و بایزیدؒ دعائیں کرتے ہیں۔ فرشتے سلام بھیجتے ہیں۔ اور عرش الہی جھک کر نظارہ کرتا ہے اس روضہ اقدس کے گنبد خضریٰ میں ابو بکر و عمرؓ اپنے آقا و مولا کے پہلو میں آرام فرما کر دنیا والوں کو یہ بتا رہے ہیں کہ دوستی ہو تو ایسی ہو کہ مرنے کے بعد بھی دامن محبوب نہ چھوٹے! اور اگر نجف اشرف کی خاک مقدس اور مقبرہ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قریب دفن ہونے والا تبعہ سزوات کے نزدیک جنتی ہو سکتا ہے۔ تو پھر اس روضہ انور میں دفن ہونے والے بھی یقینی جنتی ہیں۔ جو زمین پر ہی جنت

کا ایک باغ ہے!

غرضیکہ حضرت صدیق اکبرؓ اور حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم نعوذ باللہ اگر متافق ہوتے۔ تو محبوبِ خدا علیہ السلام کے ساتھ گنبدِ خضریٰ میں دفن نہ ہوتے! روضہ مصطفیٰ علیہ السلام میں ان کا دفن ہونا اور جنت البقیع میں حضرت عثمان غنیؓ کا آرام فرماتا اس بات کی روشنی دلیل ہے کہ یہ تینوں حضرات پگے و سچے مومن اور رسولِ اکرم علیہ السلام کے وفادار ساتھی۔ جانثار غلام اور عاشق صادق تھے۔

## شہزادی کوئین کا نکاح !

موجودہ دور کے متعصب اور غالی شیعہ عظمتِ صحابہ کرامؓ کی مقدس چادر کو اپنے بغض و عناد کی سیاہی سے داغدار کرنے کی ہزار کوشش کریں۔ مگر پھر بھی وہ پاک و صاف ہی رہے گی۔ اس لئے کہ جس چادر میں صدیق کی حق و صداقت کے موتی۔ عمرؓ کی جلالت و عدالت کی دولت اور عثمانؓ کی حیا و سخاوت کا خزانہ چھپا ہوا اور جن کی مدح و ثنا خود خدا و رسول فرمائے اس چادر کی ایک تار بھی داغدار نہیں ہو سکتی۔

اور آجکل کے شیعہ حضرات ان رُشد و ہدایت کے ستاروں اور حق و صداقت کے چراغوں کو اپنی گستاخ پھونکوں سے بھانے کے لئے اکھڑا تھپاؤں ماریں۔ اور کروڑوں کروٹیں بدلیں مگر جن کو خدا روشن کرے اور جنہیں نبی صیبا، غنشنے ان کا چمک و

میں کبھی بھی کوئی فرق نہیں آسکتا۔ اس لئے کہ پہلے شیعہ محدثین و مفسرین حقائق کی روشنی میں انصاف کی قلم سے نشانِ صحابہ میں جو کچھ لکھ گئے ہیں۔ وہ اس دور کے تبراہی شیعوں سے مٹایا نہیں جا سکتا۔

جیسا کہ پہلے شیعہ حضرات کی مستند و معتبر کتابوں سے ثابت کیا جا چکا ہے۔ اور اب حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کے نکاح مبارک کو دیکھئے کہ اس کی تحریک بھی حضرت ابو بکر اور حضرت عمر فاروق نے شروع کی۔ اور خاتونِ جنت کا جہیز بھی حضرت صدیق اکبر نے تیار کیا۔ جلاء العیون صفحہ ۵۵-۵۶-۵۸۔ ملا باقر مجلسی حضرت ابو بکر

حضرت عمر اور حضرت معاذؓ مسجد نبوی میں بیٹھے خاتونِ جنت کے نکاح کے متعلق گفتگو کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر نے فرمایا کہ بڑے بڑے فریشتی سرداروں نے حضور علیہ السلام سے حضرت فاطمہؓ کا رشتہ طلب کیا ہے۔ مگر نبی کریم علیہ السلام فرما دیتے ہیں۔ امر اولیٰ و برود کارا وست۔ کہ یہ معاملہ خدا تعالیٰ کے سپرد ہے۔

میدانم آنست کہ خدا و رسول فاطمہ را نگاہ ندا شتہ اندگر از برائے او۔ اور جو کچھ میں جانتا ہوں۔ وہ یہ ہے کہ اللہ و رسول نے حضرت فاطمہؓ کو حضرت علیؓ کے لئے رکھا ہے۔ مگر حضرت علیؓ نے حضور علیہ السلام سے اس بارے میں کبھی کوئی بات نہیں کی۔ شاید اس لئے کہ اسے اپنی تنگدستی کا خیال ہو۔ اگر تنگدستی اور مانع باشد ما اور دریں باب مدد کنیم۔ اگر حضرت علیؓ کو اپنی تنگدستی مانع ہے۔ تو ہم اس کی مدد کریں گے۔ پھر یہ حضرات حضرت علیؓ کے پاس گئے۔ اور ان کے کہنے پر

حضرت علی امام الانبیاء صلّ اللہ علیہ وسلم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے۔

شیخ طوسی بسند معتبر از حضرت امیر المؤمنین روایت کر دیا ہے کہ نزد من آمدند ابو بکر و عمر و گفتند کہ چرا نزد حضرت رسول خدا علیہ السلام نمی روی کہ فاطمہ را خواستگاری نمائی پس رفتیم بخدمت آنحضرت علیہ السلام۔

شیخ طوسی معتبر سند سے حضرت علی المرتضیٰ سے روایت کرتے ہیں۔ کہ میرے پاس ابو بکر و عمر آئے اور کہا کہ تم حضور علیہ السلام کے پاس جا کر حضرت فاطمہ کا رشتہ کیوں طلب نہیں کرتے۔

پس میں نبی کریم علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور اپنا مدعا عرض کیا۔ کہلی والے نے منظور فرمایا۔ فرماتے بھی کیوں نہ — جبکہ حضور جانتے تھے کہ علی خود نہیں آیا۔ بلکہ اسے ابو بکر و عمر نے بھیجا ہے۔

امیر المؤمنین ابن مسجنہارا از ابو بکر شنید آ ب از دیدہ ہا مبارکش فروریخت و فرمود کہ اندوہ مرا تازہ کردی۔ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام نے جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے یہ بات سنی تو ان کے آنکھوں مبارک سے بے اختیار آنسو ٹپک پڑے اور فرمایا کہ تو نے میرے غم و اندوہ کو تازہ کر دیا ہے اور میرے دل کی خواہش کو پھر زندہ کر دیا ہے جو ابھی تک پوشیدہ تھی — حضرت علی فرماتے ہیں۔



پھر محبوب خدا صلّ اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا کہ علیؑ اٹھو  
 اور اپنی زرّہ فروخت کر دو۔ پس میں نے اپنی زرّہ فروخت کر دی  
 رقم نبی کریم علیہ السلام کی جھولی میں ڈال دی۔

پس پھر کہتے ازاں زر گرفت بلال را طلبید و باو گفت  
 از برائے فاطمہؑ پوئے خوش بگیر۔ پس دو کف ازاں در ہم  
 برگرفت و با ابو بکر داد و فرمود کہ برو با بازار و از برائے فاطمہ  
 بگیر آنچه اورا در کار راست از جامہ و اثاثات البیت۔

پھر حضور علیہ السلام نے اس رقم میں سے ایک مٹھی بھر  
 کر حضرت بلالؓ کو دی کہ بازار سے میری بیٹی فاطمہؑ کے لئے خوشبو  
 لے آؤ۔ اور پھر دو مٹھیاں بھر کر حضرت ابو بکرؓ کو دیں کہ جاؤ  
 اور فاطمہؑ کے لئے کپڑے اور گھر کا ساز و سامان خرید لاؤ۔  
 محبت اہل بیت کے جھوٹے دعویدار شیعہ حضرات بتائیں۔ کہ  
 ابو بکرؓ و عمرؓ ترویج فاطمہؑ کی تحریک بھی شروع کریں اور حضرت  
 علیؑ کی تمنا کے مطابق انہیں رضامند بھی کریں اور حضرت علیؑ  
 سن کر یہ اعتراف بھی کریں کہ تم نے میری دل کی خواہش کو پھر  
 زندہ کر دیا ہے۔ اور پھر ان کے کہنے پر وہ نبی کریم علیہ السلام  
 کے پاس بھی جائیں اور حضور علیؑ کے مطالبہ کو یہ جان کر زور  
 نہ کریں کہ اُسے بھیننے والے ابو بکرؓ و عمرؓ ہیں۔ اور پھر حضرت  
 صدیق اکبرؓ حضرت فاطمہؑ کا جہیز بھی تیار کریں تو کیا ایسے  
 مفترس انسانوں پر کسی قسم کی بدگمانی کی جا سکتی ہے۔

نہیں۔۔۔ بلکہ یہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ ابو بکر و عمرؓ اور علیؓ کے مابین کوئی جھگڑا کوئی نزاع اور کوئی اختلاف نہیں تھا بلکہ آپس میں شبر و شکر تھے۔ دوست تھے اور یار تھے اور ایک دوسرے کی تمناؤں کو جانتے تھے۔ ایک دوسرے کے خیر خواہ و ہمدرد تھے۔ اور ایک دوسرے سے محبت و پیارا اور دوستی و الفت رکھتے ہوئے رحماء بینہم کی عملی تفسیر تھے۔

۱۔ اور پھر نبی کریم علیہ السلام کا حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھوں اپنی بیٹی کا جہیز تیار کروانا کیا اس بات کی روشن دلیل نہیں کہ حضور علیہ السلام کو صدیق اکبر پر پورا بھروسہ و اعتماد تھا اور ان کی دیانت کو جانتے۔ حقانیت کے سمجھنے اور صدیقیت پر کامل یقین رکھتے تھے۔

اگر نہیں تو شیعہ حضرات ثابت کریں۔ اور یہ سب کچھ تھا اور یقیناً تھا تو پھر ان کے دین و ایمان۔ عشق رسول۔ صدق و صفا اور حلم و وفا کو تسلیم کر لیں۔  
حملہ حیدری باذل ایرانی صفحہ ۶۰ و ۶۱۔ جناب خاتون جنت سیدہ فاطمہ علیہا السلام کے نکاح کی تحریک کے متعلق یوں لکھتا ہے۔

چنین گفت راوی کہ خیر النساء

بچوں آمد بحد تمیز از صبا

راوی یوں کہتا ہے۔ کہ جب حضرت سیدہ فاطمہ خیر النساء علیہم السلام جوان ہوئیں تو۔

یکے روز ابو بکر نزد نبیؐ  
 بشد خواستگار ریش را مبتدی  
 ایک دن حضرت ابو بکر نبی کریم علیہ السلام کی خدمت  
 میں حاضر ہوئے اور سب سے پہلے سیدہ فاطمہؓ کے لئے  
 عرض کی :-

بپاسخ بگفت اشرف انبیاء  
 کہ ہست اختیارش بدست خدا  
 رسول معظم علیہ السلام نے فرمایا کہ میری بیٹی کے نکاح  
 کا اختیار خدا تعالیٰ کے ہاتھ ہے۔  
 پھر حضرت عمر حاضر ہوئے۔ حضور علیہ السلام نے وہی  
 جواب دیا۔

چوں بگذشت چندے برس و اولی  
 یکے روز رفتند نزد علیؑ  
 کچھ دن گزرنے کے بعد یہ دونوں یعنی حضرت ابو بکرؓ  
 عمرؓ حضرت علی المرتضیٰؑ کے پاس گئے۔  
 زیاران مخصوص او چند تن  
 بگفتند آں شمع انجمن  
 حضرت علیؑ کے خاص الخاص دوستوں نے کہا کہ اے  
 اسلام کی انجمن کی شمع —

رو از خدمت سید انبیاء  
 بکن خواستگار می خیر النساء

کہ نبی اکرم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں جاؤ۔ اور  
حضرت فاطمہؑ کے نکاح کی خواہش کرو۔

بلقند یا رانش اے شہریار

تو در خاطر خویش از بہار مبار

حضرت علیؑ کے یاروں۔ ساتھیوں اور دوستوں نے کہا  
کہ اے علیؑ اس معاملہ میں اپنے دل میں کوئی خطرہ پیدا نہ کرو۔  
بے دھڑک اور بے خوف و خطر جا کر حضرت فاطمہؑ کا اپنے لئے  
رشتہ طلب کرو۔ کیونکہ تمہارا حضور علیہ السلام سے اور بھی  
تعلق اور رشتہ ہے۔ پھر تین دن حضرت علیؑ حاضر خدمت ہوئے  
رہے اور عرض کرتے رہے: تین دن کے بعد

بیامد بفرمان رب الجلیل

بنزد رسول خدا جبرائیل

حضرت جبرائیل علیہ السلام خدا تعالیٰ کے حکم و فرمان لے  
کر رسول خدا علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کی کہ اللہ  
تعالیٰ آپ کو حکم دیتا ہے۔ کہ سیدہ فاطمہ کا نکاح حضرت  
علی المرتضیٰؑ سے کر دو۔

منصف مزاج شیعہ مجتہد ملا۔ باذل ایرانی کی اس حقیقت  
بیانی کے بعد بھی اگر موجودہ دور کے متعصب و غالی شیعہ  
حضرات حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ کی شان و عظمت اور حضرت  
علیؑ کے ساتھ ان کی دوستی و یاری کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر  
اس کا صاف مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ حضرت علیؑ کو بھی نہیں

مانتے۔ اور یہ سبھی سچ۔  
 کتاب صاف بتا رہی ہے۔ کہ حضرت ابو بکرؓ و عمرؓ حضرت  
 علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کیا رکھے۔ دوست رکھے اور ساتھی رکھے۔  
 اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بھی ان پر پورا بھروسہ  
 تھا۔ مکمل اعتماد تھا۔ اور ان سے پکی دوستی رکھی۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

عظیم  
تعالیٰ  
رضی

# امامتِ اول سیدنا صدیقِ اعظم

سُنّیوں اور شیعوں میں مدت سے خلافتِ اول کا جھگڑا چلا آ رہا ہے اور خدا جانے کب تک ہوتا رہے گا! شیعہ حضرات کا کہنا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کے بعد خلافتِ اول کا حق حضرت علی کا تھا جو زبردستی چھین کر حضرت ابو بکر کو دے دیا گیا اور دوسرے حضرات تو خلافت کے حقدار ہی نہیں تھے! مگر سنی حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب امامِ الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی زندگی میں ہی حضرت ابو بکر کے سر پر اپنے بعد خلافتِ اول کا تاج رکھ دیا تھا تو پھر اس میں کسی کو چوں و چرا اور ایسے ویسے کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے اور یہ ہے بھی صحیح! اس نزاع کا فیصلہ ہونا اس لئے بھی ناممکن ہے کہ شیعہ حضرات نہ تو اس موجودہ قرآن پر ایمان لاتے ہیں۔ اور نہ ان کے دل کی تاریکیوں میں نورِ ایمان کا اجمال پیدا ہوتا ہے۔ جس سے وہ بیدار رہا راستہ تلاش کر سکیں اور نہ ہی انہوں نے احادیثِ نبوی پر ہی یقین کرنا ہے۔ جن سے ان کی آنکھوں سے بغض و عناد کے پرے اٹھ جائیں اور وہ دین و ایمان کی منزل کا نشان پاسکیں۔ اور نہ ہی انہوں نے اپنے مجتہدین کے اقوال کو صحیح تسلیم کرنا ہے۔

جن سے اُن کے دل و دماغ سے ضلالت و گمراہی کا غبار دُور ہو جائے اور وہ کوئی صحیح فیصلہ کر سکیں۔

آئیے ذرا قرآن و حدیث کی روشنی میں اور عقلی و نقلی دلائل سے اس متنازع مسئلہ کا حل تلاش کریں!

پارہ ۱۸ - سورہ نور - آیت ۵۵ - وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ

آمَنُوا مِنكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ  
كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ - کہ وعدہ کیا ہے اللہ نے  
ان لوگوں سے جو تم میں سے ایمان لائے اور پھر انہوں نے اچھے  
عمل کئے کہ اللہ ضرور ان کو خلیفہ بناؤں گا۔ زمین پر جس طرح  
کہ خلیفہ بنایا تھا۔ ان لوگوں کو جو ان سے پہلے گزرے ہیں۔

اس آیت پاک سے یہ حقیقت واضح طور پر عیاں ہوتی ہے  
کہ رسول اکرم علیہ السلام کے بعد خلافت و امامت کسی فرد واحد  
کے لئے نہیں تھی۔ بلکہ اس عطیہ خداوندی میں اور حضرات بھی  
شامل ہیں۔ اس لئے کہ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ صیغہ جمع کا ہے اور  
جمع کا صیغہ کم از کم تین افراد کے لئے بولا جاتا ہے زیادہ  
چاہے کتنے بھی ہوں!

پھر شیعہ حضرات کا خلافت و امامت کو صرف حضرت  
علیؑ کے لئے مخصوص کر کے انہیں میں بند کر دینا غلط ہے اور  
قرآن پاک کے خلاف ہے!

اس آیت پاک سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جو لوگ بھی  
خلیفہ ہوں گے۔ وہ ایمان میں کامل و اکمل۔ دین میں یکے و

سچے اور اعمالِ صالح سے سرفراز بھی ہوں گے!

اور یہ بھی ثابت ہے کہ خلافت و امامت کا وعدہ خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے۔ جو کسی صورت بھی ٹل نہیں سکتا۔ ان اللہ لا یخلف المعبود! اور اس آیت سے یہ حقیقت بھی کھلتی ہے کہ ان کی خلافت و امامت زمین پر ہوگی۔ کہ ایک طرف تو وہ دین کے بادشاہ ہونگے اور دوسری جانب ان کے رعب و جلال کا سکہ تمام روئے زمین پر بیٹھ جائے گا!

مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۷۳ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۵

عن الترمذی عن عروہ عن عائشۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت قال لی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی من ضہ ادعی لی ایا بکر اباک و اخاک حتی اکتب کتابا فانی اخاف ان یتمن متمن ویقول قائل انا اولی (۱) انا مستحق الخلفۃ) ویابی اللہ والمومنون الا ایا بکر -

حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے مجھے بیماری کی حالت میں فرمایا کہ اپنے باپ اور بھائی کو بلاؤ۔ تاکہ میں ایک تحریر لکھ دوں۔ کیونکہ مجھے خوف ہے کہ کوئی یہ نہ کہے کہ میں خلافت کا حقدار ہوں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابو بکرؓ کو خلافت کے لئے چن لیا ہے۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اس حدیث پاک پر تھوڑا سا بھی غور و فکر کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح روشن



ہو جاتی ہے۔ کہ رسول اکرم علیہ السلام اپنے بعد حضرت  
ابو بکرؓ کو ہی خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور اپنے بعد پیدا ہونے  
والے اس جھگڑے کو مٹانے کی خاطر ایک تحریری دستاویز  
امت مسلمہ کے حوالے کر دینا چاہتے تھے۔

شیعہ حضرات حدیث قرطاس کو پیش کر کے حضرت علی المرتضیٰؓ  
کی خلافت اول بلا فصل ثابت کرنے کی ناکام کوشش کرتے رہتے  
ہیں اور کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰؓ  
کی خلافت لکھنی تھی۔ لیکن حضرت عمرؓ نے وہ تحریر نہ لکھنے دی!  
اس حدیث قرطاس پر تو مفصل بحث انشاء اللہ العربیز  
آگے آئے گی۔ یہاں صرف اتنا ہی سمجھ لینا کافی ہے کہ حدیث  
قرطاس میں ظاہری طور پر کسی کا نام نہیں ہے۔ لیکن یہاں تو  
حضرت ابو بکرؓ کا کھلے لفظوں میں اسم گرامی موجود ہے! جس  
طرح شیعہ حضرات یہ کہتے ہیں کہ نبی کریمؐ علیہ السلام نے حضرت  
علیؓ کی خلافت لکھنی تھی۔ اسی طرح سنی حضرات بھی یہ کہتے  
ہیں سنی بجانب ہیں کہ رسول اکرم علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ  
حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ کی خلافت ترتیب  
تدوین کے ساتھ لکھنی تھی! یا ہو سکتا ہے۔ کہ نبی کریمؐ علیہ السلام  
نے یہ لکھنا ہو۔ کہ میرے بعد خلافت اربعہ کی اس ترتیب کا  
جو منکر ہوگا۔ وہ کافر ہے۔

وہاں تو ہر چیز اخفا میں ہے۔ مگر اس حدیث پاک میں تو  
نبی کریمؐ علیہ السلام نے حضرت ابو بکرؓ کا صاف طور پر نام

لے کر فرما دیا ہے کہ میں اس کے حق میں کچھ لکھ دوں۔

مسلم شریف جلد ۱ - صفحہ ۱۷۷ و ۱۷۸ و ۱۷۹۔

ترمذی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۰۸ - مختلف الفاظ کے ساتھ

حضرت عبید اللہ بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے

ہیں کہ میں حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس گیا۔ اور نبی کریم علیہ

السلام کی بیماری کے متعلق پوچھا۔ تو انہوں نے فرمایا۔ نَقَلَ

النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ أَصَلَّى النَّاسُ قُلْنَا

لَا وَهُمْ يَنْتَظِرُونَ يَا رَسُولَ اللَّهِ - کہ نبی کریم علیہ

السلام پر جب بیماری کا اثر ہو گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا

لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے۔ ہم نے کہا کہ نہیں! بلکہ تمام لوگ

مسجد میں آپ کا انتظار کر رہے ہیں۔

پھر نبی کریم علیہ السلام پر بیماری کا غلبہ ہو گیا اور پھر جب

آپ کا مزاج اقدس پر سکون ہوا تو پھر آپ نے یہی پوچھا کہ

کیا لوگوں نے نماز پڑھ لی ہے؟

ہم نے پھر وہی جواب دیا کہ نہیں! مسجد میں نمازی آپ کا

انتظار کر رہے ہیں۔ پھر تیسری بار وہی حالت پیش آئی اور پھر

تیسری بار بھی آپ نے یہی پوچھا۔ اور ہم نے پھر وہی جواب دیا۔

پھر نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔ هُرِّدُوا يَا بَا بَكْرٍ فَلْيُصَلِّ

بِالنَّاسِ - کہ جاؤ حضرت ابو بکرؓ سے کہو۔ کہ میرے مصلے پر

کھڑے ہو کر لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔

فَارْسَلَّ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِلَى

اَبِي بَكْرٍ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ كَمَا نَبِيُّ اَكْرَمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَعَى اِيكَ اَدْمِي  
 كُو حَضْرَتِ اَبُو بَكْرٍ كِي طَرَفِ بَحِيحًا تَنَا كَه وَه لُو كُوں كُو نَمَازِ پُڑھَا نِيں۔  
 فَاتَا مَا الرَّسُولُ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ  
 وَسَلَّمَ يَا هُرُوكَ اَنْ تُصَلِّيَ بِالنَّاسِ فَقَالَ اَبُو بَكْرٍ وَكَانَ  
 رَجُلٌ رَقِيْقًا يَا عُمَرُ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ عُمَرُ اَنْتَ اَحَقُّ  
 بِذَلِكَ فَصَلَّى اَبُو بَكْرٍ تِلْكَ الْاَيَّامَ۔ وَه قَا صَدِّقِ حَضْرَتِ  
 اَبُو بَكْرٍ كِي خَدْمَتِ مِيں حَاضِرُ هُوَا اُو ر كَهَا كَه رَسُوْلِ مَعْظَمِ عَلَيْهِ  
 السَّلَامُ نَعَى اَبِي كُو نَمَازِ پُڑھَا نَعَى كَا عِلْمُ قَرَا يَا هِي۔ حَضْرَتِ اَبُو بَكْرٍ  
 جُو تَنَكِه نَرَمِ دَل۔ رَقِيْقِ اَلْقَلْبِ اُو ر حَسَّاسِ تَحْتِي اُو ر وَه يِه بَر دَاشْتِ  
 نَه كَر سَكْتِي تَحْتِي۔ كَه جِس مِصْلِي پَرَا مَامِ الْاَنْبِيَا صَلَّي اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَمَازِ پُڑھَا  
 رَهِي هُوں اَج اِس مِصْلِي پَر نِيں كَهْطَا هُوں۔ اِس لِي اُنْهُو نَعَى  
 حَضْرَتِ عُمَرُ كُو قَرَا يَا كَه تَم نَمَازِ پُڑھَا وَ۔ لِي كِن حَضْرَتِ عُمَرُ نَعَى يِه كَهِي دِيَا  
 كَه اَبِي هَم تَمَامِ سِي زِيَادَه حَقْدَارِيں۔ پَس حَضْرَتِ اَبُو بَكْرٍ نَعَى پَهْرَانِ  
 اَيَّامِ مِيں لُو كُوں كُو نَبِي كَرِيْمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي مِصْلِي پَر كَهْطِي هُو كَر نَمَازِ  
 پُڑھَا نِي۔

حَضْرَتِ عَالِشَرِّ صَدِيقِي نَعَى جَب يِه عَرَضِ كِي كَه اِي مَحْبُوْبِ خُدَا  
 عَلَيْهِ السَّلَامُ مِي رِي بَا پِ اَبُو بَكْرٍ يِه بَر دَاشْتِ نَهِيں كَرِيں كِي كَه اَبِي  
 كِي مِصْلِي پَر كَهْطِي هُو كَر نَمَازِ پُڑھَا مِيں تُو نَبِي كَرِيْمِ عَلَيْهِ السَّلَامُ نَعَى  
 قَرَا يَا۔ اِنَّكَ لَا تَنْتَقِ صَوَابِ يُوْسُفَ كَه تَم تُو حَضْرَتِ  
 يُوْسُفِ عَلَيْهِ السَّلَامُ كِي مَنَعَلِقِ مِصْرِ كِي عُوْرَتُوں كِي طَرَحِ بَحْثِ كَرْتِي  
 هُو۔ هُو دَا اَبَا بَكْرٍ اَنْ يُصَلِّيَ بِالنَّاسِ۔ اَبُو بَكْرٍ كُو كَهِي كَه وَه نَمَازِ

پڑھائے یا اور پھر جب حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے  
مصلے پر کھڑے ہو کر نماز پڑھانی شروع کر دی۔ تو رسول اکرم علیہ  
السلام حجرہ اقدس سے اٹھے فَخَرَجَ بَيْنَ رَجُلَيْنِ اَهْدَاهُمَا  
الْعَبَّاسُ۔ اور دو آدمیوں کے سہارے مسجد میں تشریف لائے

فلہما راہ ابو بکر ذہب یتاخر فاوما الیہ النبی ان لا یتاخر  
پس جب حضرت ابو بکرؓ نے نبی کریم علیہ السلام کو مسجد میں آنے دیکھا  
تو ارادہ کیا کہ میں مصلے سے ہٹ جاؤں کہ رسول اکرم علیہ السلام  
نے اشارہ فرمایا قُمْ مَكَانًا۔ کہ اپنے مقام پر کھڑے رہو۔  
اور سید المرسلین صل اللہ علیہ وسلم اس حالت میں مسجد میں  
تشریف لائے کہ وجلاہ تخطان فی الارض کہ پاؤں مبارک  
زمین پر گھسنے جانتے تھے۔

حضرت صالح حضرت ابن شہاب سے روایت کرتے ہیں۔  
کہ مجھے حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بتایا کہ حضرت ابو بکرؓ  
لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے اور سوموار کا دن تھا۔ وہم  
صفوف فی الصلوٰۃ اور لوگ نماز میں صفیں باندھے کھڑے  
تھے کشف رسول اللہ ستر الحجرۃ فنظر الینا وهو قائم  
کان وجہ ورقۃ مصحف ثم تبسم رسول اللہ۔ کہ رسول  
معظم علیہ السلام نے حجرہ انور کا پردہ اٹھایا اور ہماری طرف  
دیکھا کہا والے کا چہرہ مبارک قرآن پاک کی طرح کھلا ہوا تھا۔  
اور چاندی کے صاف ٹکڑوں کی طرح چمک رہا تھا۔  
حضرت صدیق اکبرؓ نے ارادہ کیا کہ میں مصلے سے اتر جاؤں۔

لیکن نبی اکرم علیہ السلام نے فرمایا۔ اَنْ اَدَّكِلْتُ مَكَانَكَ۔ کہ  
پنے مقام پر کھڑے رہو۔

فَكَانَ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّي بِالنَّاسِ  
بِجَالِسًا وَأَبُو بَكْرٍ قَائِمًا لِقْتَادَى ابُو بَكْرٍ بِصَلَاةِ ابْنِي وَيَقْتَادَى

النَّاسِ بِصَلَاةِ ابُو بَكْرٍ۔ اور پھر نماز اس انداز میں پڑھی  
تھی کہ نبی کریم علیہ السلام بیٹھ گئے۔ اور ابوبکر کھڑے رہے  
حضرت ابوبکر نے رسول خدا علیہ السلام کی اقتدا کی اور لوگوں  
نے حضرت ابوبکر کی۔ یعنی نبی و صدیق ایک ہی مصلیٰ پر برابر کھڑے  
ہو گئے اور صدیق نے پیچھے نبی کے اور لوگوں نے پیچھے صدیق  
کے نماز پڑھی۔ صدیق کا امام نبی اکرم علیہ السلام تھے اور لوگوں  
کے امام ابوبکر صدیق تھے۔

حضرت عبید اللہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ابن عباس کو بتایا کہ  
اتداری من الرجل الذی لم تسم عائشة هو علی کہ  
تم جانتے ہو کہ وہ دوسرا آدمی کون تھا جس کے سہارے رسول  
اکرم علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تھے اور حضرت عائشہ رضی  
نے اس کا نام نہیں بتایا۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ  
عنه تھے!

احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مذکورہ بالا ایمان افروز  
حقائق کی روشنی میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ کی  
کی خلافت اول بلا فصل میں کوئی شک و شبہ نہیں رہ جاتا اور  
یہ بات بھی اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ نبی اکرم علیہ السلام

نے اپنی حیاتِ طیبہ میں ہی اپنے ثانی اثینین اور یارِ نثار کو اپنے  
مصلیٰ کا وارث بنا دیا تھا اور بیمارِ می کے باوجود بھی وہ حضرت  
عباسؓ اور حضرت علیؓ کے سہارے یہ دیکھنے کے لئے مسجد میں  
تشریف لے گئے کہ کوئی میرے پیارے صدیق کی خلافتِ اول  
کا مخالف ہے۔

اگر امام الانبیا صلّ اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ اول کے  
حقدار حضرت علی المرتضیٰ ہوتے تو محبوبِ خدا کو کونسا خوف تھا  
کہ جس کی بنا پر وہ بار بار حضرت ابو بکرؓ کو امامت کے لئے حکم فرما  
رہے ہیں حالانکہ حضرت علیؓ بھی پاس ہی تھے اور پھر کسلی والے آثار  
دو عالم علیہ السلام کے چچا زاد بھائی بھی تھے اور قابلِ عزت و  
بھی۔

سچ پوچھو تو ایسا کرنے سے حضرت ابو بکرؓ کو خدا کی طرف سے  
عطا کیا ہوا ثانی اثینین کے قابلِ قدر خطاب میں فرق آتا تھا!  
ذرا غور اور تصور تو کرو۔ کہ مسجدِ نبوی کے ایک مصلیٰ پر دو امام  
کس شان سے کھڑے ہیں!

ایک امام المرسلین ہے اور دوسرا امام المؤمنین۔ ایک  
کو امام المرسلین خدا نے بنایا اور دوسرے کو امام المؤمنین مصطفیٰ  
نے!

نزدی شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۰۸ - حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی  
ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا لا ینبغی لقوم فیہما ابو  
ان یومئذ غیورہ - کہ جس قوم میں حضرت ابو بکرؓ موجود

کو پھر کسی کو حق نہیں ہے کہ کوئی اس کی موجودگی میں امامت  
رائے۔

اس کا عملی ثبوت رسول اکرم علیہ السلام نے اپنی زندگی  
میں ہی خود اپنے مصائب پر حضرت ابو بکرؓ کو کھڑا کر کے دیا تھا۔  
ان ایمان افروز حقائق کے ہوتے ہوئے بھی شیعہ حضرات  
کو حضرت ابو بکرؓ کی خلافتِ اول کو تسلیم نہیں کرتے تو پھر اس  
صاف و واضح مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ سرورِ کائنات شہتشاہ  
لوہین۔ مختارِ دو عالم اور امامِ الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے  
و نہیں مانتے اور جو اس حاکمِ کائنات کے کسی فیصلے کو نہیں  
مناوہ مسلمان نہیں۔

فلا وربك لا يؤمنون حتى يحكموك فيما شجر بينهم  
اے میرے محبوب پاک علیہ السلام یہ لوگ جب تک تجھے حاکم  
اور تیرے فیصلے کو نہیں مانتے اس وقت تک یہ مومن نہیں ہو  
سکتے  
نبی کریم علیہ السلام کا حضرت ابو بکرؓ کو اپنی موجودگی میں  
امام بنانا جہاں اس بات کی دلیل ہے کہ ان کو رسولِ معظّم علیہ  
السلام نے اپنی زندگی میں ہی اپنے بعد خلیفہ اول بلا فصل بنا  
دیا تھا۔ وہاں اس بات کا ثبوت بھی ہے کہ حضرت ابو بکرؓ تمام  
اصحابِ کرام سے افضل تھے۔

نوری حاشیہ مسلم شریف جلد ۱ - صفحہ ۱۷۸ - آتِ الْاِمَامِ اِذَا  
عَرِضَ لَهُ عَدُوٌّ رَأَى عَنْ حَضْرَةِ الْجَمَاعَةِ اَسْتَخْلَفَتْ مَنْ يَصِيحُ  
بِهِمْ وَاِنَّهٗ لَا يَسْتَخْلَفُ اِلَّا اَفْضَلُهُمْ۔ کہ جب کسی امام کو

کوئی ایسا عذر پیش آجائے کہ لوگوں کو نماز نہ پڑھا سکے تو وہ اپنے جگہ کسی ایسے آدمی کو نماز پڑھانے کے لئے منتخب کرے۔ جو تم سے افضل ہو۔

اور سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت ابو بکرؓ کو اپنے مصائب پر کھڑا دیکھ کر اور لوگوں کو ان کے پیچھے نماز پڑھتے دیکھ کر مسکراتا اس لئے تھا۔

نوری صفحہ ۱۷۹۔ فَرَحَهُ بِمَا رَأَى مِنْ اجْتِمَاعِهِمْ عَلَى الصَّلَاةِ وَاتِّبَاعِهِمْ لِمَا مِمَّ وَاقَامَتِهِمْ شَرِيقَهُ وَاتِّفَاقِ كَلِمَتِهِمْ وَاجْتِمَاعِ قُلُوبِهِمْ۔ کہ نبی کریم علیہ السلام کو اپنے غلاموں کے اجتماع اور شریعت کی پابندی اور حضرت ابو بکرؓ کی امامت پر تمام کا اتفاق دیکھ کر اتنی خوشی ہوئی۔ کہ آپ مسکرائے۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۶۳۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۵۔ حضرت سفینۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اکرم علیہ السلام سے یہ سنا ہے :-

الخِلاَفَةُ ثَلَاثُونَ سَنَةً ثُمَّ تَكُونُ مَلَكًا خِلَافَةَ ابُو بَكْرٍ سَنَتَيْنِ وَخِلَافَةَ عُمَرَ عَشْرَةَ وَعِشْرَانَ اِثْنَيْ عَشْرَةَ وَعَلِيٍّ سِتَّةَ - کہ میرے بعد خلافت تیس برس تک رہے گی۔ اس کے بعد بادشاہت ہو جائے گی۔ حضرت ابو بکرؓ دو سال۔ حضرت عمرؓ دس سال۔ حضرت عثمانؓ بارہ سال اور حضرت علیؓ پچھ سال۔ کل تیس سال۔

اگر شیعہ حضرات امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان



حق نرجمان کو آنکھوں سے بغض و عناد کی پٹی اتار کر دیکھیں تو ان کو بڑی آسانی سے یہ بات سمجھ میں آسکتی ہے کہ نبی اکرم علیہ السلام نے نہ صرف یہ کہ اپنے بعد خلافت راشدہ کی نارت بیان کر دی۔ بلکہ خلافت و امامت کی ترتیب و تدوین بھی واضح کر دی کہ پہلے حضرت ابو بکرؓ خلیفہ ہوں گے۔ اس کے بعد حضرت عمرؓ۔ اس کے بعد حضرت عثمانؓ اور سب سے آخر میں حضرت علیؓ۔

محبوب خدا صل اللہ علیہ وسلم کی ایک دوسری حدیث سے بھی اسی ترتیب کی تصدیق ہوتی ہے۔

خیرا لقرن و قرن فی۔ کہ زمانوں میں بہتر زمانہ میرا زمانہ ہے۔ اب قرنی کے حروف کو دیکھو اور خلفائے راشدہ کے اسمائے گرامی کو دیکھو تو حقیقت کھل جاتی ہے۔

قرنی کا پہلا حرف ق ہے اور صدیق کا آخری حرف ق ہے۔ قرنی کا دوسرا حرف س ہے اور عمرؓ کا آخری حرف س ہے۔ قرنی کا تیسرا حرف ن ہے اور عثمانؓ کا آخری حرف ن ہے۔ قرنی کا چوتھا حرف ی ہے اور علیؓ کا آخری حرف ی ہے۔

اب اگر شیعہ حضرات حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ اول بلا وصل تسلیم کرتے ہیں تو نبی اکرم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق خلافت راشدہ کی مدت تیس سال ثابت کریں! اس لئے کہ اگر فرض کر لیا جائے۔ کہ حضرت علیؓ خلیفہ اول تھے تو حضرت صدیق اکبرؓ کی موت تو پہلے واقع ہو گئی تھی پھر ان کی خلافت نہیں رہتی۔ حالانکہ وعدہ الہی اور فرمان مصطفیٰ

علیہ السلام کے مطابق اُن کی خلافت بھی ختم تھی!

تو ایسی صورت میں تیس سال کی مدت کہاں رہتی ہے!

قربان جاؤں اس عالم ماکان و ما یكون کے علم غیب پر کہ خلافت راشدہ کی کئی مدت بھی بتا دی اور ہر ایک کی خلافت کی انفرادی مدت بھی۔ اور یہ اس لئے کہ نبی اکرم علیہ السلام یہ بھی جانتے تھے کہ ان میرے غلاموں کی موت بھی اسی ترتیب سے ہوگی۔

حروف تہجی چاہئے اردو کے ہوں یا فارسی کے پہلا حرف الف ہے اور آخری حرف می ہے۔

ابوبکر کے نام کا پہلا حرف الف ہے اور علی کا آخری حرف می ہے! مطلب یہ کہ خلافت

راشدہ ابوبکر کے الف سے شروع ہوئی اور علی کی می پر ختم ہو گئی

تفسیر قمی صفحہ ۸۷۷ ۷۸۷ تفسیر شیعہ - امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم

نے ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔

ان ابابکر یلی الخلافة من بعدی ثم من بعد ابولک۔

کہ تحقیق میرے بعد خلیفہ حضرت ابوبکرؓ ہوں گے اور اس کے

بعد تمہارے باپ حضرت عمرؓ۔ عرض کی آپ کو کس نے بتایا۔ فرمایا

اللہ تعالیٰ نے!

بیج البلاغہ جلد ۲ - صفحہ ۸ - خطبات حضرت علی المرتضیٰ -

انہ یا یعنی القوم الذین یا یعواۓ با بکر و عمر و عثمان

علی ما یا یعوہم علیہ۔ فلم یکن للشاہد ان یختار

ولا للغائب ان یردوا نماۓ لشوری للمہاجرین والانسار

فان اجتمعوا علی رجل وسموہ اما ما کان ذالک

للہ رضا۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت امیر معاویہ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ میری بیعت بھی اس قوم کی بیعت  
 ہے جنہوں نے حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ  
 کی بیعت کی جس امر پر کی تھی۔ پس نہ تو کسی جانہ کے لئے انتیاب  
 کا حق ہے اور نہ کسی غائب کے لئے رد کرنے کا۔ مشورہ تھا جہاں  
 وانصار کے سپرد ہے۔ پس وہ اگر ایک مرد پر جمع ہو جائیں۔ اور  
 اسے اپنا امام تسلیم کر لیں تو اس میں خدا تعالیٰ کی رضا ہے۔  
 قابل غور ہے کہ حضرت علیؓ نے اس خط میں اپنی خلافت کی  
 صحت کا دار و مدار خلفاء ثلاثہ کی خلافت پر رکھا ہے۔ مطلب  
 یہ کہ اگر ان کی خلافت کو حق تسلیم کیا جائے تو حضرت علیؓ کی خلا  
 فت بھی حق ہے اور اگر ان کی خلافت حقہ کو تسلیم نہ کیا جائے۔ تو  
 حضرت علیؓ کی خلافت بھی مشکوک رہ جاتی ہے!  
 اس سے یہ پوری طرح ثابت ہوتا ہے کہ جس طرف حضرت  
 علیؓ کی خلافت برحق تھی۔ اسی طرف خلفائے ثلاثہ کی خلافت بھی  
 برحق تھی۔

ہج البلاغہ جلد ۱۔ صفحہ ۵۱۹۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ نے فرمایا۔ واللہ ما کانت لی فی الخلافة رغبة  
 ولا فی الولاية اریة کہ خدا کی قسم مجھے خلافت کی کوئی تمنا  
 نہیں ہے اور نہ کوئی حکومت و ولایت کی حاجت ہے۔  
 قرآن و احادیث کی روشنی میں عقلی و عقلی دلائل سے اور  
 شیعہ حضرات کی مستند کتابوں کی روایات معتبرہ کے پیش نظر

جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافتِ اول  
بلا فصل ثابت ہو جاتی ہے۔ تو پھر شیعہ حضرات کا ان حقائق  
کے خلاف واویلا کرنا۔ شور مچانا اور حضرت علی المرتضیٰ کی خلافتِ  
اول کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگانا کچھ بھی حقیقت نہیں رکھتا  
اور بغضِ صحابہ کرام کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہے۔

چمکنے ہوئے سورج کی سنہری کرنوں کے باوجود بھی یہ لوگ  
خدا جانے ضلالت و گمراہی کے کس تاریک گڑھے میں گر چکے ہیں۔  
کہ جہاں سے ان کو روشنی کی ایک کرن بھی دکھائی نہیں دیتی! اور  
اللہ جانے ان کی کشتی حیات عقائدِ باطلہ کے کونسے طوفانوں میں  
تھپیڑے کھا رہی ہے کہ جہاں سے ان کو لب ساحل نظر نہیں آتا۔

## سوالات و جوابات

شرافت و دیانت اور عدل و انصاف کا تقاضا تو یہ ہے  
کہ شیعہ حضرات اپنے دلوں سے بغض و عناد کے غبار کو جھاڑ کر اور  
اپنی آنکھوں سے عداوت و نفرت کے تمام سیاہ پردے ہٹا  
کر خلقائے ثلاثہ کی خلافت کو صحیح تسلیم کر لیتے اور قرآن و حدیث کی  
روشنی میں اور محبوبِ خدا علیہ السلام کے فیصلہ کے آگے سر تسلیم خم  
کر کے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو خلیفہ اول مان لیتے۔ مگر افسوس ہے  
کہ انہوں نے خدا و رسول کے مقرر کردہ تمام اصولوں کو ٹھکرا کر  
اور اپنے مجتہدین کے اقوال کو بھی پامال کر کے ان کی خلافت کو  
صحیح ماننے کی بجائے طرح طرح کے بے معنی اور بے مقصد سوالات

کی ایک ریت کی دیوار کھڑی کر کے اپنے لئے رحمت و بخشش کے تمام دروازے بند کر لئے ہیں۔

**سوال علی:**۔ چونکہ خلافت و امامت منصوبہ من اللہ

ہوتی ہے اس لئے اس کے لئے کسی انتخاب کی ضرورت نہیں! مثلاً:۔ **وَإِذَا بَشَّرْنَا ابْنَ مَرْيَمَ بِكَلِمَاتِنَا أَنَّهَا آيَاتُنَا وَنَحْنُ الْغَالِبُونَ**۔ اور جب ریت کریم نے حضرت ابراہیمؑ کو کچھ طریقوں سے آزمائش میں ڈالا اور اسے کبھی امتحان لئے مگر وہ ہر امتحان میں کامیاب ہوئے تو پھر خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میں نے تمہیں نسیل کا امام بنا دیا ہے۔ یہ آیت ثابت کر رہی ہے کہ خلافت و امامت خدا کی طرف سے عطا ہوتی ہے نہ کہ بندے منتخب کرتے ہیں۔

**جواب علی:**۔ شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا خلافت راشدہ

اور امامت تاخرہ عین نبوت ہوتی ہے یا غیر نبوت؟ اگر عین نبوت ہوتی ہے۔ تو دلائل سے ثابت کرو!

اور اگر غیر نبوت ہے۔ تو پھر دلیل ہیں اس امامت کو کیوں پیش کرتے ہو جو عین نبوت سے؟

**علی:**۔ شیعہ حضرات بتائیں کہ امامت وہی ہے یا کسی؟

اگر کسی ہے تو پھر بارہ میں حصر کیوں؟ ہر کوئی دین و ایمان

اور اعمال صالحہ اور طہارت قلب اور تزکیہ نفس کر کے

امامت کی نعمت سے سرفراز ہو سکتا ہے۔

اور اگر وہی ہے تو پھر آیت مذکورہ سے دلیل کیوں باہر آتے

ہو۔ جبکہ اس آیت میں حضرت ابراہیم علیہ کو امتحانات میں کامیاب ہونے کے انعام میں امامت کا رتبہ دیا گیا ہے!

۳۔ اگر تمہارا رے عقیدہ کے مطابق امامت واقعی منصوبہ من اللہ ہوتی ہے۔ تو پھر وہ آیت پیش کرو۔ جس میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ کی امامت کا بالتفزیح ذکر ہو!

سوال ۷۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ

جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَہٗ۔ جب خدا تعالیٰ نے فرشتوں

سے فرمایا کہ میں زمین پر ایک خلیفہ بناتے والا ہوں!

یہاں بھی حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت منصوص من اللہ ہے۔

جس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کو خلیفہ بنانا حق صرف اللہ ہی کو ہے!

اور جب قرآن پاک سے یہ ثابت ہے تو پھر مدینہ منورہ کے مہاجرین انصار

کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ سقیفہ بنی ساعدہ میں حضرت ابو بکرؓ کو خلیفہ منتخب کرتے!

جواب ۸۔ کہ دعویٰ اس امامت و خلافت کا ہے جو غیر نبوت

ہے اور دلیل اس امامت و خلافت کی دیتے ہو جو عین نبوت ہے!

جواب ۹۔ یہ بات غلط ہے کہ امامت کو خلافت

کے انتخاب کا حق صرف خدا ہی کو ہے!

اس لئے کہ اگر یہ درست ہوتا۔ تو امام الانبیا صل اللہ

علیہ وسلم نے جب کئی بار اپنے بعد حضرت ابو بکرؓ کی خلافت

کا ذکر فرمایا اور پھر زندگی کے آخری ایام میں خود اپنے مصلیٰ

پر ان کو کھڑا کر کے دیکھا اور خوشی سے مسکرائے۔ تو چاہیے

تھا۔ کہ خدا تعالیٰ اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو فوراً منع

کردنیا اور اسی وقت روک دیتا کہ خلافت و امامت تو منصوبہ  
 من اللہ ہے اور کسی کو خلیفہ و امام میں ہی بنانا ہوں۔ میرے  
 سوا کسی کو حق نہیں کہ کسی کو خلیفہ یا امام بنائے۔ تو آپ نے حضرت  
 ابو بکرؓ کو اپنی مرضی سے کیوں خلیفہ و امام بنایا ہے۔  
 اگر خدا تعالیٰ نے رسول اکرم علیہ السلام منع کیا ہے تو

ثابت کرو؟

اور اگر نہیں کیا اور یقیناً نہیں کیا تو پھر اس عقیدہ سے  
 باز آ جاؤ۔ کہ امامت و خلافت مخصوص من اللہ ہوتی ہے۔ اور  
 اس کے انتخاب کے لئے سوائے خدا کے کسی کو حق نہیں۔  
 اور اگر بفرض محال یہ اصول تسلیم بھی کر لیا جائے۔ تو بھی  
 حضرت خلفائے ثلاثہ کی خلافت حقہ نبوی ہے۔ خصوصاً حضرت  
 ابو بکر صدیقؓ کی۔

اس لئے کہ جب ان کو نبی کریم علیہ السلام نے خود خلیفہ و  
 امام بنا دیا تھا اور ان کی خلافت و امامت کا فیصلہ کر دیا تھا  
 تو اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کا فیصلہ نہ راہی کا فیصلہ  
 ہوتا ہے! جبکہ اس کا بولنا اس کا بولنا۔ اس کی تائید اس کی  
 تقدیر۔ اس کی حرکت اس کی برکت۔ اس کے ہاتھ اس کے  
 ہاتھ۔ اس کی اطاعت اس کی اطاعت اور اس کا فرمان اس  
 کا قرآن ہے تو اس کا فیصلہ بھی خدا ہی کا فیصلہ ہے۔

وما ینطق عن الہوی ان ہوا لا وحی یوحی۔

وما رمیت اذ رمیت ولكن اللہ رمی۔

ان الذین یبایعونک تحت الشجرۃ انما یمایا  
یعون اللہ -

من یطع المرسل فقد اطاع اللہ -

جواب ۳ :- ان اللہ بعث لکم طلوت ملکاً -

تحقیق اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے طلوت کو بادشاہ بنایا -  
اس آیت پاک سے طلوت کی بادشاہت نص قطعاً سے  
ثابت ہے اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ طلوت کو بادشاہ  
خدا نے بنایا تھا -

تو کیا بادشاہ بھی مخصوص من اللہ ہوتے ہیں؟  
نہیں۔۔۔ اور یقیناً نہیں۔ تو پھر وہ خلافت و امامت بھی  
جو غیر نبوت ہو۔ مخصوص من اللہ نہیں ہوتی -

سوال ۳ :- یہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی  
شان و عظمت کے خلاف ہے اور ان کی توہین ہے۔ کہ وہ شیر خدا  
بھی ہوں! مشکل کشا بھی ہوں۔ مرتضیٰ بھی ہوں۔ اور داماد  
مصطفیٰ بھی ہوں اور خلیفہ سب کے آخر میں ہوں!

جواب :- تعجب ہے کہ محمد مصطفیٰ علیہ السلام سید المرسلین  
بھی ہوں۔ رحمتہ للعالمین بھی ہوں۔ شفیع المذنبین بھی ہوں۔  
امام الانبیا بھی ہوں۔ حبیب کبریا بھی ہوں۔ اور محبوب خدا  
بھی ہوں اور نبی سب سے آخر میں ہوں۔

حقیقت یہ ہے۔ کہ کملی والے کو بنایا سب سے پہلے تھا اور بیجا  
سب سے آخر میں تھا۔ اور حضرت علیؑ کو بھی بنایا سب سے پہلے تھا اور



خليفة سب آخر تھے۔

نبی پر نبوت ختم ہے اور علیؑ پر خلافت راشدہ ختم ہے!  
**سوال عا۔** یا ایہا المرسلین بلغ ما انزل الیک  
 من ربک وان لم تفعل فما بلغت رسالۃ واللہ یعصمک  
 من الناس! اے رسول اکرم علیہ السلام جو تیرے رب نے  
 تجھ پر نازل فرمایا ہے۔ اسے پوری طرح دوسروں تک پہنچا دے۔  
 اگر تو نے ایسا نہ کیا۔ تو گویا تو نے رسالت کا حق ادا نہ کیا۔ اور  
 اللہ تعالیٰ تجھے لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔

شیعہ حضرات کہتے ہیں۔ کہ حجۃ الوداع سے واپسی پر نبی کریم  
 علیہ السلام جب خم غدیر کے مقام پر پہنچے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ  
 السلام حضرت علیؑ کی خلافت کا پیغام لے کر حاضر خدمت ہوئے۔  
 اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام خدا تعالیٰ آپ کو حکم دیتا  
 ہے۔ کہ حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان فرمادو۔

یہ سن کر رسول معظم علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر میں نے حضرت  
 علیؑ کی خلافت کا اعلان فرمایا تو مجھے ڈر ہے کہ لوگ فتنہ و فساد اور  
 قتل و غارت پر اتر آئیں گے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے نبی کریم علیہ  
 السلام کے جواب میں یہ آیت پاک پڑھی۔ کہ خدا کا حکم ہے کہ جو  
 کچھ آپ پر نازل کیا جائے اُسے من و عن لوگوں تک پہنچا دو۔  
 یعنی حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کر دو!

اس آیت پاک کے نازل ہونے پر سید المرسلین علیہ السلام نے  
 پھر ان الفاظ میں اعلان فرمایا۔ من کنت مولا ہ فعلی مولا۔

اللہم وال من والاة وعاد من عاداتہ۔ کہ جس کا یاس مولا ہوں اُس کا علیؑ مولا ہے۔ اور اُسے اللہؑ دوست رکھے اس کو جو علیؑ کو دوست رکھے اور دشمنی رکھے اس سے جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔

اس آیت پاک سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ حضرت علیؑ المرثیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت منصوص من اللہ تعالیٰ جسے غصب کر لیا گیا!

جواب علیؑ :- خدا جانے شیعہ حضرات کو اس آیت پاک میں حضرت علیؑ کی خلافت منصوص من اللہ کہاں سے نظر آگئی۔ جب کہ آیت میں نہ تو کہیں حضرت علیؑ کا ذکر ہے اور نہ ہی ان کی خلافت کا۔

اصل میں بات یہ ہے۔ کہ شیعہ حضرات اپنے عقائد باطلہ کو ثابت کرنے کے لئے بہتیرے ہاتھ پاؤں مارتے ہیں۔ لیکن کوئی چیز بھی ان کو ہاتھ نہیں آتی۔ ان کے عقائد و مذہب کی بنیاد محض بے مقصد تاویلات اور بے معنی نظریات کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ کھسیانی بلی کھنبہ نوچے والی بات ہے!

اسی آیت پر غور کرو۔ اور پھر دیکھو اور سمجھو کہ کہاں حضرت علیؑ المرثیٰ کی خلافت کے اعلان کا حکم اور کہاں من کنت مولا فعلی مولاہ!

شیعہ حضرات کا یہ کہنا کہ نبی کریم علیہ السلام طرگئے تھے۔ کہ اگر میں نے حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان فرمایا۔ تو لوگ قتل و غارت

پر آمادہ ہو جائیں گے۔ نبی اکرم علیہ السلام کی ذاتِ اقدس پر کتنا بڑا بہتان ہے۔ اُن کی شانِ پاک میں کتنی بڑی گستاخی ہے اور مقامِ رسالت کی کتنی بڑی توہین ہے اور کتنا صریح کفر ہے۔

اس لئے کہ وہ محبوبِ خدا علیہ السلام جو کفارِ مکہ کی چمکتی ہوئی تلواروں سے بھی خوفزدہ نہ ہوئے۔ مشرکینِ عرب کی توت و طاقت سے نہ گھبرائے۔ منافقین کی مکارانہ چالوں سے پریشیاں نہ ہوئے اور بدر و حنین کے اسلام و کفر کے معرکوں میں بھی نہ ڈرے وہ حضرت علیؑ کی خلافت کا اعلان کرنے کے متعلق اپنے ان غلاموں سے ڈر گئے جن کا دین و ایمان ہی نبیؐ کی محبت تھا۔ اور اگر یہ فرضِ محال شیعہ حضرات کا یہ کہنا مان لیا جائے تو پھر سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے کسی نبی پر جب بھی کبھی ایسا وقت آیا کہ بتقاضائے بشریت اسے کسی قسم کی گھبراہٹ یا کوئی خوف و ڈر پیدا ہوتا تھا۔ خدا و نثارِ کریم فوراً یہ کہہ کر اس کے خوف و ڈر کو دور کر دیتا تھا۔

لا تخف — لا تخافا — لا تخزن

لا تخف انی لا اخاف لدتی المرسلون۔ کہ نبی و رسول سوائے خدا کے کسی سے نہیں ڈرتے۔ لا تخف یا ابراہیم۔ نبی و رسول تو رہے ایک طرف وہ تو مسلمانوں اور ایمان والوں کو بھی فرماتا ہے۔ لا تخافوا ولا تحزنوا۔ تعجب ہے کہ دوسرے انبیاء علیہم السلام کو تو خدا تعالیٰ یہ فرما کر ان کے خوف و حزن اور گھبراہٹ و ڈر کو دور کر دے۔

کہ خوف نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ ہوں اور گھبراؤ نہ میں تمہارے ساتھ ہوں مگر سید المرسلین صلی اللہ علیہ السلام اور اپنے محبوب پاک علیہ السلام کی باری آئی تو بالکل ہی خاموش رہا۔ اور نبی کریم علیہ السلام کو کسی قسم کی کوئی تسلی نہ دی اور کوئی مشرودہ نہ سنایا اور خوف و ڈر دور کرنے کی خاطر ایک لفظ بھی نہ فرمایا۔ تو جواب یہ ہے کہ جب ایسی کوئی بات تھی ہی نہیں تو تسلی و اطمینان دلانے کی کیا ضرورت تھی۔

در حقیقت شیعہ حضرات کا یہ ایک من گھڑت افسانہ ہے۔ وگرنہ اگر کوئی بات ہوتی اور نبی اکرم علیہ السلام کو واقعی خوف و ڈر لاحق ہوتا تو اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو تسلی و اطمینان دلانے کی خاطر خداوند تعالیٰ ضرور کچھ ارشاد فرما دیتا۔

یہ بھی عجیب بات ہے کہ خدا تعالیٰ حکم تو کرے۔ حضرت علیؓ کی خلافت کے اعلان کا اور نبی اعلان کرے۔ حضرت ابو بکرؓ کی خلافت کا اور پھر اپنے آخری ایام میں تین دن تک صدیق اکبرؓ کو اپنے مصلے پر کھڑے کر کے ان کی خلافت و امامت پر مہر بھی ثبت کر دے! جیسا کہ شیعہ حضرات کی معتبر تفسیر قمی کے حوالہ سے پہلے ثابت کیا جا چکا ہے۔ ان ابابکرؓ علی الخلفۃ من بعدی ثم عمر! اب میں شیعہ حضرات سے پوچھتا ہوں کہ قرآن مجید کی اس آیت پاک پر عمل کرتے ہوئے اور خداوند تعالیٰ کے ارشاد گرامی کی تعمیل کرتے ہوئے امام اللہ بنیائے صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری وقت تک بھی حضرت علیؓ کی خلافت کا اگر کہیں اعلان فرمایا ہے، تو

ثابت کرو ۹

اور اگر نہیں فرمایا اور یقیناً نہیں تو پھر تخریفِ قرآن اور تفسیر  
بالرأسے کر کے اپنے دین و ایمان کی کھینٹی کو کیوں پامال کرنے ہو۔  
جواب ع ۷ :- شیعہ حضرات کا یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ یہ  
آیت پاک خمر غدیر کے مقام پر نازل ہوئی تھی اس لئے کہ حافظ  
غلام الدین ابن کثیر نے ترمذی شریف اور دیگر کتب احادیث  
سے نقل کیا ہے۔ کہ غلامانِ مصطفیٰ علیہ السلام ہر رات کو اپنے  
آقا و مولا کی حفاظت و پاسبانی کیا کرتے تھے۔ لیکن جب یہ  
آیت پاک نازل ہوئی تو نبی کریم علیہ السلام نے بالا خانہ سے  
سیرا ندس باہر نکال کر فرمایا کہ اب تم لوگ واپس چلے جاؤ اس  
لئے کہ خداوند کریم نے میری حفاظت و پاسبانی کا وعدہ سزا  
لیا ہے۔

واللہ یعصمک من الناس

جواب ع ۸ :- اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ یہ آیت پاک حضرت  
علیؑ کی خلافت کے لئے نازل ہوئی تھی۔ لیکن نبی کریم علیہ السلام  
نے قتل و غارت کے خوف سے اس کا اعلان نہیں فرمایا تھا۔ تو  
اس طرح رسولِ معظم علیہ السلام کا اپنی رسالت کا حق پوری  
مہر ادا نہ کرنے کا الزام آتا ہے اور یہ کفر ہے۔

اس لئے کہ شیعہ حضرات کے نزدیک آیت پاک کا جب  
مطلب یہ ہے۔ کہ اے میرے رسول علیہ السلام میں نے تجھ پر  
جو کچھ نازل فرمایا ہے وہ پوری طرح لوگوں تک پہنچا دو یعنی حضرت

علیؑ کی خلافت کا اعلان فرما دو۔ اور اگر تو نے ایسا نہ کیا تو گویا تو نے رسالت کا حق ادا نہیں کیا۔

شیعہ حضرات کے اس مفروضہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ رسول اکرم علیہ السلام کا رسالت کا حق ادا کرنا موقوف نہ حضرت علیؑ کی خلافت کے اعلان پر۔ اور جب آپ نے وہ اعلان نہیں کیا۔ تو رسالت کے حق کو ادا نہیں کیا۔ اور جو برحق ہونے کے باوجود بھی اپنی رسالت کا حق پوری طرح ادا نہ کر وہ رسول کیسا؟

شیعہ حضرات کا یہ مفروضہ اور من گھڑت افسانہ کفر پر مبنی جواب ہے۔ اگر شیعہ حضرات کے نزدیک خلافت حضرت علیؑ واقعی مخصوص من اللہ تھی اور ان کے نزدیک یہ ایک اصل مسئلہ ہے تو پھر ان کو ایسے اصولی اور بلند پایہ مسئلہ اور اسلام کفر اور حق و باطل کی پہچان کرانے والے اس اہم عقیدہ ثبوت میں لایعنی تاویلات اور بے جوڑ و بے ربط کہانیاں کہنے کی بجائے کسی نص قرآنی سے ثابت کرنا چاہیے۔

جواب ۵ :- کہاں حضرت علی المر ترضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مخصوص خلافت کا اعلان اور کہاں من کنت مولاً کا اعلان کی منادوی!

مولیٰ کا معنی حاکم۔ امیر یا امام یا خلیفہ کرنا یا نکل غلام اور رقہ پاک کی معنوی تخریب ہے۔

فان اللہ هو مولاه وجابر بن عبد اللہ وصالح بن عثمان

لملائكة بعد ذلك طهيرا - تحقیق اللہ تعالیٰ اس کا والہ  
مددگار ہے اور جبرائیل علیہ السلام بھی اور نیک مومن اور  
رشتے بھی مددگار ہیں۔

اب اگر مولا کا معنی حاکم۔ امیر۔ امام یا خلیفہ کیا جائے۔ تو  
اس آیت کا معنی یہ ہوگا کہ پس اللہ تعالیٰ اس کا حاکم و  
ام اور امیر و خلیفہ ہے اور جبریل بھی اور نیک مومن بھی اور  
رشتے بھی اس کے حاکم و خلیفہ ہیں۔

اور اگر یہ معنی کریں۔ تو پھر جبریل اور صالح مومنین کو بھی نبی  
کریم علیہ السلام کا سردار۔ حاکم۔ امیر اور خلیفہ و امام تسلیم کرنا  
پڑے گا۔ حالانکہ یہ نقلاً و عقلاً محال ہے اور کھلی ہوئی ضلالت  
مراہی ہے!

اصل میں آیت پاک میں نبی کریم علیہ السلام کو جن امور کو  
لوں کی طرف پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے وہ توحید باری تعالیٰ۔  
حکام خداوندی! قوانین شرعی۔ اور آداب رسالت کے ساتھ  
مانند حق و باطل کی پہچان۔ حلال و حرام میں تمیز اور نیکی و  
بری میں امتیاز کو واضح کرنا ہے۔ اور ایک رسول و نبی کا سب سے  
مہم فریضہ بھی یہی ہوتا ہے۔ اور تمام نبی اسی مقصداً بلا کہ خاطر  
بعوث ہوتے رہے ہیں۔

سوال ۵ :- بخاری شریف و مسلم شریف میں یہ حدیث  
موجود ہے۔ اما ترضی ان تكون منی بمنزلة هارون  
بن موسیٰ الا انه لا نبی بعدی۔

نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ  
سے فرمایا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ تو مجھ سے  
ہارون کے ہوموسیٰ علیہ السلام۔ لیکن میرے بعد کوئی نبی نہیں  
اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح  
ہارون علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام  
کے خلیفہ تھے۔ اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ بھی رسول  
علیہ السلام کے خلیفہ تھے۔

**جواب علی:**۔ اس حدیث پاک میں حضرت علی کی تعلقہ  
کا کوئی ذکر نہیں ہے اگر سے تو صرف یہ کہ نبی اکرم علیہ السلام  
انہیں اہل بیت کی حفاظت کیلئے مقرر فرمایا تھا اور اس کا سبب  
ایک تو قرابت و رشتہ داری تھا اور دوسرا یہ کہ اہل بیت  
کی حفاظت و نگہبانی کا اہم فریضہ حضرت علی ہی ادا کر سکتے  
تھے!

اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ اسی حدیث پاک کے اوّل میں  
صاف طور پر یہ مذکور ہے کہ جب نبی کریم علیہ السلام نے  
حضرت علی کو غزوہ تبوک کے موقع پر بھیجے رہ جانے کا حکم فرمایا  
تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی تھی اتخلفنی فی النساء والصبیہ  
کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ مجھے عورتوں اور بچوں  
کے لئے خلیفہ بناتے ہیں۔ اور بچوں اور عورتوں کے لئے مجھے بیخبر  
کر جا رہے ہو۔

جس کے جواب میں امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ حکم



فرمائے تھے!

اور اگر شیعہ حضرات کی بات مان لی جائے تو پھر شیعہ حضرات ہی بتائیں کہ حضرت ہارون علیہ السلام کی خلافت تو عارضی تھی کیا حضرت علیؑ کی خلافت بھی عارضی تھی۔۔۔ نہیں۔۔۔  
 تو پھر یہ حدیث پاک تمہارے عقیدہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے۔  
 اور پھر حضرت ہارون علیہ السلام تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی وفات پا گئے تھے پھر اگر خلافت حضرت علیؑ کو خلافت حضرت ہارون علیہ السلام سے تشبیہ دی جائے تو کسی صورت بھی درست نہیں ہے اور نہ ہی یہ استنباط ٹھیک ہے۔

**جواب ۱۔** اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت بلا نسل تھی تو پھر انہوں نے حیدر کرار اور ثبیر خدا ہونے کے باوجود خاموشی اختیار کیوں کی؟

اور اگر خلفائے ثلاثہ کی خلافت ظالمانہ۔ غاصبانہ اور نعوذ باللہ جابرانہ تھی۔ تو پھر ثبیر خدا نے چوبیس سال تک اس کے خلافت کیوں نہ کچھ کیا۔

کیا ان کی ایمانی قوت ادران کا جذبہ ایمانی نعوذ باللہ حضرت امام حسینؑ سے بھی کم تھا۔ کہ جو ایک فاسق و فاجر اور ظالم و جابر بیزید کے مقابلہ میں بے سرو سامانی کی حالت میں میدان کر بلا میں آگئے! قرآن پاک میں ہے:-

ولا تتركوا الى الذين ظلموا فتمسكم النار  
 کہ نہ جھکو ظالموں کی طرف ورنہ تمہیں آگ جھپٹے گی۔

کیا حضرت علیؑ شہیرِ خدا ہونے کے باوجود بھی ظالموں کے آگے  
مجھکے رہے۔ نعوذ باللہ!

میں شیعہ حضرات سے دُکھ بھرے دل کے ساتھ اپیل  
کرتا ہوں۔ کہ چلو اگر تمہارے دل بغضِ صحابہ میں تاریک ہو چکے  
ہیں تو ہوں اور اگر تمہیں صحیح راستہ نظر نہیں آتا۔ تو نہ سہی۔  
لیکن خدا کے لئے حضرت علیؑ کی شان و عظمت کو تو برقرار رہنے  
دو۔ کیا حُبِّ علیؑ اس کا نام ہے کہ اس شہیرِ خدا کو بزورِ اور  
اس حیدرِ کرار کو بے بس بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا جائے!

جواب ۳۱ :- اگر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی خلافت بلا فصل تھی اور مخصوص من اللہ ہوتی تو وہ لوگوں کے  
بیعت کے مطالبہ پر یہ ہرگز نہ فرماتے۔

نیج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۲۱۹ :- اَنَا لَكُمْ وَزَيْرًا خَيْرٌ لَكُمْ  
مِثِّي أَمْ يَدْرَأُ۔ کہ میرا وزیر رہنا تمہارے لئے امیر رہنے سے بہتر ہے۔  
جواب ۳۲ :- اگر آپ مخصوص من اللہ ہوتے تو کبھی یہ  
بیان نہ دیتے۔

نیج البلاغہ جلد ۱ صفحہ ۵۱۹ :- وَاللَّهِ مَا كَانَتْ لِي فِي الْخِلَافَةِ  
رَغْبَةٌ وَلَا فِي الْوِلَايَةِ أَرْبَابَةٌ۔ کہ خدا کی قسم نہ تو مجھے خلافت  
کی ضرورت ہے۔ اور نہ ولایت کی تمنا۔

کیا حضرت علیؑ کو خدا کا فیصلہ منظور نہیں تھا؟  
جواب ۳۳ :- اگر شیعہ حضرات کے عقیدہ کے مطابق  
حضرت علیؑ کی خلافت مخصوص ہوتی تو حضرت عثمان غنیؓ کی

شہادت کے بعد لوگوں کے مطالبہ بیعت پر یہ ہرگز نہ فرماتے۔  
 بیچ البلاغۃ جلد ۱۔ صفحہ ۲۱۹۔ دعوتی والتمسوا غیری۔  
 کہ مجھے چھوڑ دو اور میرے سوا کسی اور کو تلاش کرو۔  
**جواب ۶:**۔ اگر حضرت علیؑ کی خلافت منصوص من اللہ  
 ہوتی۔ تو حضرت عباسؑ اور حضرت ابوسفیان رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہما نے جب آپ سے بیعت کے لئے اصرار کیا تھا تو آپ یہ  
 نہ فرماتے۔

بیچ البلاغۃ جلد ۱ صفحہ ۲۶۔ هَذَا مَاءٌ اِحْتِ وَ لَقْمَةٌ  
 يَغْصُّ بِهَا كُلُّهَا۔ کہ یہ خلافت ایک کڑوا پانی ہے اور  
 ایک ایسا لقمہ ہے کہ کھانے والے کا گلا پکڑ لیتا ہے۔ اور مہوہ  
 سے پکنے سے پہلے جو اسے توڑتا ہے اس کی مثال ایسے ہے۔۔۔  
 كَالشَّرَّاعِ بَغَيْرِ اِذْنِهِ۔ جیسے کسی دوسرے کی زمین  
 میں کھیتی کر رہا ہو۔

یہ ہے خلافتِ اسلامیہ کا وہ تاج محل جسے خدا تعالیٰ کی مرضی کے  
 پیش نظر اور رسول اکرم علیہ السلام کے بتائے ہوئے نقشہ کے  
 مطابق معمورہ ہستی کے چار مقاصد انسانوں نے توحید و اسلام  
 کے ساز و سامان سے حق و صداقت کی بنیادوں پر علم و حیا کی چھت  
 ڈال کر سخاوت و شجاعت کا ایک مضبوط دروازہ کھلا کر تیس  
 سالوں میں مکمل کیا۔ اور پھر اس کی خوبصورت مہرابوں پر یہی وقت  
 کے سچے موتیوں کی جھالریں لٹکا کر اس کے ستونوں میں رشاد و  
 ہدایت کے رنگ بھر کر دین و ایمان کے نقش و نگار سے مزین کر دیا۔

جس کا نظارہ کرنے کی غرض سے نگاہِ فطرتِ حرمِ ناز کے جھروکوں سے اُکھٹتی رہتی ہے۔ اور جسے دیکھنے کیلئے آسمان کے فرشتوں کی ایک نوری جماعت ہر روز مدینہ منورہ کی مقدس گلیوں میں جنت سے لائے ہوئے درود و سلام کے پھولوں کی چادر لئے گھومتی رہتی ہے۔

لیکن افسوس ہے کہ شیعہ حضرات کی اندھی آنکھیں خلافتِ اسلامیہ کے اس حسین و خوبصورت تاج و محل کو نہیں دیکھ سکتیں! اسی لئے ان لوگوں کو ابھی تک یہ سمجھ نہیں آسکی کہ اس کا اصلی و حقیقی مالک کون ہے! اور اس کو کس کی مرضی کے مطابق کن لوگوں نے بنایا تھا۔ اور اس میں جڑے ہوئے موتی اصلی تھے یا نقلی۔ اس کی دیواروں میں بھرے ہوئے رنگ کچے تھے یا کچے اور اس کو مکمل کرنے والے مسلمان تھے یا کوئی اور! فت اگر یہ لوگ اپنی آنکھوں سے بعض وعناد کے پردے اٹھا کر خلافتِ اسلامیہ کے اس خوبصورت تاج محل کو دیکھتے تو ان کو اس پر لگی ہوئی ہر چیز ٹھیک و درست نظر آتی! نہ ان کو اس کی بنیادیں کمزور نظر آتیں اور نہ ہی اس کی دیواروں پر کوئی دراڑ دکھائی دیتی! نہ ہی اس کی چھت میں کوئی شکاف دکھائی دیتا۔ اور نہ ہی اس کے دروازہ میں کوئی نقص نظر آتا!

# حضرت عمر فاروقِ عظیم

تعالیٰ عنہ  
رضی اللہ

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تاریخ اسلام میں جس مقدس ہستی کا نام بار بار زبان پر آتا ہے۔ وہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اگر کسی ایسے زہد و تقویٰ کا بیان ہو جو دنیا کی تمام نعمتیں بیستر ہو جانے کے بعد بھی کسی انسان میں پوری طرح قائم رہے تو انہیں کا نام لیا جاتا ہے!

اگر کسی ایسے عدل و انصاف کا تذکرہ ہو کہ جو امیر و فیئر شاہ و گدا اور چھوٹے اور بڑے کے ساتھ یکساں طور پر کیا گیا ہو اور جس میں طمع و لالچ۔ حرص و ہوا اور غرض و نفس پرستی کا شائبہ تک نہ ہو۔ تو ان کا عدل و انصاف یاد آتا ہے۔

اور اگر کسی کے ایسے جاہ و جلال اور رعب و ہیبت کا ذکر ہو کہ جو فقر و درویشی کی قبا اور اخلاق و شرافت کی پہاڑ سے نمایاں ہوتا ہو تو انہیں کے جاہ و جلال کی حسین تصویر سامنے آتی ہے۔

اگر کسی ایسے سیاستدان کو یاد کیا جائے۔ کہ جس نے مختلف قبائل مختلف گروہوں اور مختلف الخیال انسانوں کو اپنی سیاسی بصیرت سے اکٹھا کر کے ایک جھنڈے کے نیچے جمع کر لیا ہو تو یہی

حضرت عمرؓ کی سیاسی بصیرت کا خوب صورت نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جاتا ہے۔

اور اگر کسی ایسے بہادر جرنیل کے مجاہدانہ کارنامے اور اس کی فتوحات کا تذکرہ ہو کہ جس نے دشمن برسر کی قلیل مدت میں ہزاروں قلعے فتح کئے ہوں تو بھی حضرت عمرؓ کی فتوحات کی سچی و رنگین داستانیں یاد آتی ہیں اور ہیبت و جلال کا یہ عالم کہ ہاتھ میں ڈرہ لے کر کبھی مدینہ منورہ کی گلیوں کا چکر لگاتے تو درو دیوار لرزہ مٹھنے اور مساداتِ اسلامیہ اور عجز و سادگی کا یہ حال کہ ایک فاتح کی حیثیت سے جب بیت المقدس میں داخل ہوتے ہیں۔ تو گھوڑے پر غلام سوار ہے اور آپ پیدل ہیں!

رعب و دبدبہ کی یہ دنیا کہ کبھی نگاہ غضب سے کسی طرف دیکھتے تو اس کا پتہ پانی ہو جاتا اور فقر و درویشی کی یہ حالت کہ قادیسیہ کی فتح کی خوشخبری لانے والا قاصد سعد بن عبیلہ فرار کیا جب مدینہ سے باہر دو میل کے فاصلہ پر ملتا ہے۔ تو جنگِ قادیسیہ اور اس کی فتح کی تفصیلات سنتے سنتے عیبیہ کے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑتے جاتے ہیں اور وہ نہیں جانتا تھا کہ میرے گھوڑے کے ساتھ ساتھ دوڑنے والا کون ہے۔ جب یہ دونوں مدینہ منورہ میں داخل ہوئے اور لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یا امیر المؤمنین کہہ کر سلام کرنا شروع کیا تو عیبیہ نے عرض کی آقا مجھے کیوں نہ بتایا کہ میں امیر المؤمنین عمر ہوں۔ فرمایا۔

میرے بھائی کوئی بات نہیں۔ میں فتح اسلام کی خوشخبری سن کر اتنا محو مسرت ہو گیا تھا کہ تمہیں بتانے کی ہوش ہی نہ رہی کہ میں کون ہوں۔

عدل و انصاف کا یہ عالم کہ تلبیذ پینے کے جرم میں اپنے بیٹے کو بھی معاف نہیں کرتے اور عفو و کرم کا یہ حال کہ منبر پر ٹوکتے والے ایک بدوی کو اس کی حق گوئی کی بنا پر درگزر کر دیتے ہیں۔

غریب نوازی۔ بندہ پروری۔ رحم و شفقت اور رعیت کی خیرگیری کا یہ جذبہ کہ ساری ساری رات مدینہ منورہ کی گلیوں کا چکر لگا کر دیکھتے کہ کوئی بھوکا تو نہیں۔ کوئی مصیبت میں مبتلا تو نہیں اور کوئی یتیم بچہ اور کوئی بیوہ عورت غربت و افلاس کے دکھ میں روتے تو نہیں۔

اور نظام حکومت کی ایسی تدابیر کہ ایک دن زکوٰۃ کی تقبیلی ہاتھوں میں لئے مدینہ کے بازاروں میں آوازیں دینے ہیں کہ ہرے کوئی زکوٰۃ لینے والا مفلس و شکرست۔ لیکن کوئی بھی دست سوال دراز نہیں ہوتا۔

غرضیکہ انسانی زندگی کا کوئی پہلو۔ خطہ ہستی کا کوئی گوشہ اور تاریخ اسلام کا کوئی ورق ایسا نہیں ہے جس میں اس پیکر دین و ایمان۔ مجسمہ عدل و انصاف اور مرکز عہد و وفا کا نام روز روشن کی طرت نہ چمکتا ہو! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زندگی کی تمام نعمتوں سے

سرفراز اور دنیاوی آسائشوں سے مالا مال ہونے کے باوجود بھی  
وہ فقر و استغنا اور زہد و تقویٰ کی جیتی جاگتی تصویر اور عدل  
و انصاف کے درخشندہ آفتاب تھے!

اور خوفِ الہی رکھنے کی وجہ سے وہ جانتے تھے کہ مسلمانوں کی  
خلافت و امامت کا قیامت کے دن ان سے حساب لیا جائے گا  
اور رعیت و قوم کے دکھ و درد - رنج و غم - غربت و افلاس  
اور مصائب و آلام کے بارے میں ان سے سوال ہوگا۔ اس  
لئے ان کے دل میں عار و انصاف کا جذبہ - دستگیری کا ولولہ -  
بندہ پروری کا شوق اور ہمدردی و خیر خواہی کا طوفان ہر  
وقت موجزن رہتا تھا! خلافت سے پہلے عہدِ رسالت سے لے کر  
عہدِ ساریقو تک وہ مغرور و سرکش انسانوں کے لئے جتنے تہر و  
غضب کی برہنہ شمشیر تھے - خلافت کے بعد مسکینوں - کمزوروں  
اور بے بہارا لوگوں کے لئے اتنے رحم و شفقت کا پیکر - لطف و  
کرم کا مجسمہ اور عفو و اسنان کا مرکز بن گئے!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہی محاسن و کمالات تھے کہ  
جن کی بدولت ان کے عہدِ خلافت میں اس خطہٴ ارضی پر ایک  
اسلامی سلطنت کی بنیاد رکھی گئی اور پھر اسلامی فتوحات کا  
سلسلہ شروع کیا گیا - خلیقہٴ اول حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ  
عنہ کے وصال پاک کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس  
وقت، عنانِ خلافت سنبھالی جس وقت کہ اسلامی فوجیں ایک  
طرف، عراق و شام کی سرحدوں پر لڑ رہی تھی اور دوسری



طرف ایران و روم کی طاقتوں سے نبرد آزما تھیں۔

اور پھر اسلام کے اس نامور و بہادر جرنیل کی وفات اس وقت ہوتی ہے۔ جس وقت کہ عراق و شام۔ ایران و روم! مصر و یمن اور دمشق و مدائن پر اسلامی پرچم لہرا چکا تھا اور کفر و باطل کے ہزاروں قلعے حق و اسلام کی ٹھوکر سے مسمار ہو چکے تھے اور قیصر و کسریٰ کے تخت و تاج مسلمان مجاہدوں کے گھڑوں کی ٹاپوں سے روندے جا چکے تھے اور کفر و شرک کا سیدہ توبد اسلام کے پرستاروں کے نیزوں سے چھلنی ہو چکا تھا۔ ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں فسق و فجور کا تار بکیوں اور ظلم و ستم کی راتوں میں حق و صداقت کے چراغ جل چکے تھے۔ نیکی و ہدایت کے فانوس روشن ہو چکے تھے اور عدل و انصاف کا آفتاب طلوع ہو چکا تھا۔ اور روم و شام کے قیصر و کسریٰ! نہادند کے فیروزان اور ایران کے یزدگرد کی تمام قوت منطمی بھر لشکر اسلام کے غازیوں کے مقابلہ میں خاک میں مل چکی تھی۔ اور اصفہان۔ ہمدان۔ رے۔ طبرستان۔ آذربائیجان۔ آرمینیا۔ فارس۔ کرمان۔ سیستان۔ حمص اور بیت المقدس کے در و دیوار مجاہدین اسلام کے نعروں سے گونج رہے تھے۔ اور پھر تعجب تو یہ ہے کہ کفر و باطل کے اکھاڑے کے ان پہلوانوں نے ان عربی چمروا ہوں سے شکست کھائی۔ جو تھوڑا عرصہ پہلے منفرق قبیلوں کی صورت میں بٹے بٹے تھے اور جو باہمی عداوت و نفرت کی بنا پر ایک دوسرے سے نبرد آزما رہتے تھے اور

ذرا سی ناراضگی کے باعث کئی کئی سال تک ان کی جنگ ختم نہ ہوتی تھی۔

اور پھر چیرانی تو اس بات کی ہے کہ ایک طرف تو عراق و ایران کے نامور شہسوار روم و شام کے بہادر جنگجو۔ مصر و یمن کے مشہور سپہ سالار نہادند و عدائین کے مغرور سورے اور تروگرد۔ فیروزان۔ جالبینوس۔ ہرقل۔ ہرمزان اور رستم جیسے نامور پہلوان تھے۔ جن کے پاس فوجوں کی کثرت۔ جنگی ساز و سامان کی فراوانی۔ تلواروں، نیزوں، گھوڑوں اور ہاتھیوں کی بہنات بھی تھی۔ لیکن ادھر شکر اسلام کیا تھا؟

دلق پوشوں کی ایک مٹھی بھر جماعت۔ صبر کوششوں کا ایک چھوٹا سا گروہ! دین کے پرستاروں کا ایک معمولی سا ٹولہ اور محمد علیہ السلام کے غلاموں کا ایک مختصر سا قبیلہ۔ جن کی پیشانیوں پر مسجدوں کے نشان تھے اور ہاتھوں میں گڑھی ہوئی تلواریں۔ جن کے جسموں پر لمبی لمبی کھدر کی قبائیں تھیں اور سروں پر لیشمی عمامے۔ جن کے پاس کھانے کے لئے جو کے سنتے تھے۔ اور لڑنے کے لئے بے نیام شمشیریں اور تھکستہ سے نیزے۔ وہ کون تھے؟

حضرت سعد بن ابی وقاصؓ۔ حضرت عبیدہ بن جراحؓ۔ حضرت عمرو بن العاصؓ۔ حضرت عاصم بن عمروؓ۔ حضرت مثنیٰ بن عمارؓ۔ حضرت شریک بن عمروؓ۔ حضرت قحطبانہؓ اور حضرت خالد بن ولیدؓ رضی اللہ تعالیٰ عنہم یہ تھے اسلام کے وہ بہادر و جانباذ سپہ سالار

اور دین کے سرفروشی و سربرکت مجاہد اور حق و ایمان کے جیالے و  
متوالے غازی جو خاکِ ماریہ سے طوفان بن کر اٹھے اور پھر عراق  
و ایران اور روم و شام تک چھا گئے۔

اور ان مجاہدین اسلام کی کمان اسی خلیفہ دوم حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ میں تھی جو کبھی مسجدِ نبوی میں  
بیٹھ کر جنگ کا نقشہ دیکھا کرتے تھے اور کبھی منبرِ رسول پر چڑھ  
کر میدانِ نہاوند میں لڑنے والے ساریہ کو آواز دیا کرتے تھے۔  
یا ساریہ الجبل۔ کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچ جاؤ۔

اور یہ وہی خلیفہ دوم ہیں جن کو شیعہ حضرات اپنے دین  
ایمان کی کمزوری کی بنا پر نعوذ باللہ مسلمان ہی نہیں سمجھتے  
ان حقایق کے پیش نظر اگر کوئی شخص سکندرِ اعظم جنگیز خان  
اور نپولین کی فتوحات کی بنا پر ان کو خراجِ عقیدت پیش کرنا  
ہے۔ تو پھر اسلام کے اس خلیفہ دوم حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات  
کو نظر انداز کر کے ان کی شان و عظمت کا اقرار نہ کرنا ایک بہت  
بڑی بددیانتی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں  
نہ صرف یہ کیا کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی چھائی  
ہوئی اسلامی فتوحات کی بساط کو روم و شام اور عراق و  
ایران تک پھیلا کر کفر و شرک کے اندھیروں میں توجید و اسلام  
کے چراغ جلائے اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں حق و  
ہدایت کا نور پھیلا یا بلکہ باقاعدہ طور پر خطہٴ ارضی پر ایک

اسلامی سائنس کی بنیاد رکھ کر ایک ایسا نظام حکومت دنیا کے سامنے پیش کیا۔ جس کی خوبیوں کا غیر بھی اقرار کرنے پر مجبور ہیں!

ایک ایسا صاف ستھرا معاشرہ قائم کیا۔ جس کی بڈلت مسلمانوں کے دکھ سکھ میں اور مصائب راحتوں میں بدل گئے۔ ایک پاکیزہ ماحول کو جنم دیا۔ جس کی طویل ہر ایک کو امن و سکون کی دولت نصیب ہو گئی۔

فاروق اعظم کے نظام سلطنت۔ ان کی طرز حکومت۔ ان کے معاشی نظام۔ ان کے عدل و انصاف۔ ان کے اخلاق و کردار۔ ان کی اسلام دوستی۔ توحید پرستی۔ محبت رسول اور ان کی فتوحات کو دیکھتے ہوئے ایک انگریز مورخ بھی یہ کہنے پر مجبور ہو گیا ہے کہ اگر حضرت عمرؓ دو سال اور زندہ رہتے تو دنیا میں اسلام کے سوا اور کوئی مذہب نظر نہ آتا۔

## حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حرم اسلام ہیں

آفتاب رسالت طلوع ہو چکا تھا جس کی نورانی کرنوں سے کفر و شرک کے ایوانوں میں آہستہ آہستہ توحید و اسلام کی روشنی پھیل رہی تھی! سرچشمہ نبوت پھوٹ چکا تھا جس کے آب رواں سے ضلالت و گمراہی سے اجڑی ہوئی کھینچا ہوئی ہوئی سیراب ہو کر حق و ہدایت کے سبزہ میں تبدیل ہو رہی تھیں۔

ماہتاب ہدایت نمودار ہو چکا تھا۔ جس نے حق و صداقت کے حسین چہرہ پر فسق و فجور کے چھائے ہوئے سیاہ بادلوں کا نقاب اٹھا کر نیکی و شرافت کا نور بکھیر دیا تھا۔

چمنستان رسالت مہک اٹھا تھا جس کی کیفیت و مستی میں ڈوبی ہوئی خوشبو نے ساکتان مکہ مکرمہ کے دل و دماغ کو معطر کرنا شروع کر دیا تھا۔

قرآن پاک نازل ہو چکا تھا۔ جس کی فصاحت و بلاغت کے سامنے عرب کے بڑے بڑے ادیبوں کی قلمیں ٹوٹ رہی تھیں اور مشہور شاعروں کی زبانیں گنگ ہو رہی تھیں۔

اور دعوت رسالت کو قبول کرتے ہوئے حضرت ابو بکر صدیق! حضرت ابو طلحہ بن عبد اللہ! حضرت عبدالرحمن بن

عوف! حضرت سعد بن ابی وقاص! حضرت عثمان بن عفان! حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔ حضرت زبیر بن عوام اور حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم حلقہ بگوشی اسلام ہو چکے تھے۔

جوں جوں دعوت حق کا دامن پھیلنا گیا توں توں مشرکین مکہ کی اس کے خلاف آتش غضب تیز ہوتی گئی اور عرب کے ان

ظالم بت پرستوں نے بیکس و بے بس مسلمانوں پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑنے شروع کر دیئے۔ تاکہ یہ بے دست و پا ہو کر پھر

بت پرستی کی لعنت میں مبتلا ہو جائیں۔

حضرت عمرؓ مسلمانوں کو قسم قسم کے عذاب پہنچانے اور طرح طرح

دیتیں دینے والے مخالفین اسلام کے ساتھ برابر کے شریک تھے

اور قدم قدم پر فرزندانِ توحید کے راستوں میں کانٹے بچھاتے اور جس مسلمان پر بھی ان کا یس چلتا اسے مارنے سے دریغ نہ کرتے! سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چنار پر وکاروں کو اپنے دامنِ رحمت میں چھپا کر جب کبھی موقع ملتا تو قیل ہوا اللہ کی صدا کے حق بلند کر کے اس سکوت کو توڑ دیتے جو بت پرستی کے باعث مگر مگر مگر کی فضا میں ایک منحوس دیو کی طرح مسلط ہو چکا تھا۔ رسول اکرم علیہ السلام کفارِ مکہ اور مشرکینِ عرب کی پے در پے چہرہ دستیوں اور ان کے ظلم و ستم کو دیکھ کر میہ محسوس کرتے کہ اسلام کی گاڑی کو آگے چلانے کے لئے فولادی پہیوں کی ضرورت ہے اور ان مخالفینِ توحید کے مقابلہ کے لئے کسی طاقتور اور جرمی انسان کا ہونا لازمی ہے۔

چنانچہ اس اشد ضرورت کو پوری طرح محسوس کرنے کے بعد آخر ایک دن محبوبِ خدا علیہ السلام کے دستِ مبارک دعا کے لئے اٹھ ہی گئے اور کئی والے آقائے دو عالم علیہ السلام کی نگاہِ انتخاب ان دو میں سے ایک پر پڑی جو اس وقت کے نامور بہادروں میں مشہور تھے۔ ایک ابی جہل بن ہشام اور دوسرے عمر بن الخطاب!

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۹۰۹۔  
حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے ان دونوں میں ایک کے مسلمان ہو جانے کے لئے یہ دعا فرمائی :-

اللهم اعزنا الا سلا با بی جمل بن هشام و لبعمر  
 بن الخطاب۔ کہ اے اللہ اپنے دین و اسلام کو ابو جہل  
 بن ہشام یا عمر بن خطاب سے عزت بخش۔  
 بے دست و پا مسلمانوں پر ہر قسم کی سختیاں روا رکھنے  
 اور ان توحید پرستوں پر طرح طرح کے ظلم ڈھانے کے بعد  
 یکا یک حضرت عمرؓ کے مزاج نے پلٹا دکھایا اور وہ سوچنے لگے  
 کہ آخر یہ کیسا پیارا دین ہے اور یہ کیسا رسول ہے اور یہ  
 کیسے عزم و استقلال کے مالک انسان ہیں کہ ہمارے ظلم و  
 ستم کے باوجود بھی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں اور  
 ہماری پتھروں کی بارش میں بھی محمد رسول اللہ کا نعرہ نکاتے  
 ہیں اور تیلیتی ہوئی ریت پر لیٹ کر بھی اپنے نئے دین سے منہ نہیں  
 پھیرتے!

آخر ان بیچاروں کا کیا قصور ہے کہ جس کی سزا میں ان کو  
 ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جائے اور ان کو اذیتیں دی جائیں سزا  
 قصور تو محمدؐ علیہ السلام کا ہے جس نے قریش کے اتحاد کو پارہ پارہ  
 کر کے انتشار پھیلا دیا ہے اور ہمارے خداؤں کی عبادت کو  
 شرک کہہ کر ہاشمی سرداروں کی توہین کی ہے اور ہمارے آباؤ اجداد  
 کے دین کو کفر بنا کر لوگوں کو اپنے جاری کردہ نئے دین کی طرف  
 بلاتا ہے تو کیوں نہ اس کا ہی قصہ پاک کر کے اپنے خداؤں کی عزت  
 آبرو و بچالی جائے اور قریشی سرداروں کے تنگ و وقار کو قائم  
 رکھا جائے اور ہمیشہ کے لئے اس نئے دین کا خاتمہ کروایا جائے۔

وہ پھر سوچتے کہ یہ تو ٹھیک ہے کہ محمد علیہ السلام کو قتل کر کے  
 یہ سب کچھ کیا تو جا سکتا ہے لیکن اس کو قتل کرنا بھی تو آسان  
 نہیں ہے۔ اس لئے کہ میری بھی برادری کے چند آدمی اس کے  
 دامن میں آچکے ہیں۔ اور پھر حمزہ جیسے شہ زور۔ عبیدہ بن  
 جراح جیسے بہادر، عبدالرحمن بن عوف جیسے جنگجو۔ سعد بن  
 ابی وقاص جیسے جتھی اور ابو بکر جیسے جانثار بھی اس کے پروردگار  
 میں! پھر یہ بھی سنا ہے کہ اس کی آواز میں لطافت۔ اس کی  
 گفتگو میں مٹھاس اور اس کی کلام میں شیرینی ہے اور جب کبھی  
 وہ اپنے اوپر نازل ہونے والی کلام پڑھتا ہے تو سنتے والے  
 کیفیت و مستی کے دریا میں ڈوب جاتے ہیں۔ اور کیا ایک ایسے  
 شخص کو محض اس لئے قتل کر دینا جائز ہے۔ جو یہ کہتا ہے کہ میرا  
 رب اللہ ہے ۹

رسول معظم کے بارے میں حضرت عمرؓ کا اس طرح سوچنا۔ دین  
 اسلام کے متعلق یوں غور کرنا اور مسلمانوں کے یقین پر یہ بیچ و تاب  
 کھانا کیا کوئی اتفاقی امر تھا؟  
 نہیں۔ بلکہ دعائے مصطفیٰ علیہ السلام قبول ہو چکی تھی  
 رضائے محمدؐ علیہ السلام کام کر چکی تھی اور قدرت اسلام کی  
 عزت و توقیر بڑھانے دین حق کو قوت بخشنے اور توحید و رسالت  
 کے اعلان کو دوردور تک پہنچانے کے لئے رسول اکرم علیہ السلام کی  
 مرضی کے پیش نظر حضرت عمرؓ کو منتخب کر چکی تھی۔  
 رات اسی کش مکش میں گزر گئی۔ صبح ہوئی تو حضرت عمرؓ نے



لکھ کے باروتی بازاروں میں یہ آواز سن کر قریشی سرداروں کی طرف سے متفقہ طور پر یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ اپنی اور اپنے خدو کی آبرو بچانے کی خاطر جو شخص محمد علیہ السلام کو قتل کرے گا اسے سونے اور چاندی کے خزانوں سے مالا مال کر دیا جائے گا۔

بس پھر کیا تھا حضرت عمرؓ کی آتش غضب بھڑک اٹھی اور ہاتھ میں فولادی شمشیر لے کر پورے قہر و غضب میں محمد ﷺ علیہ وسلم کو قتل کرنے کے مصمم ارادہ سے چل پڑے۔ لیکن وہ نہیں جانتے تھے کہ میری اس فولادی تلوار پر دعائے مصطفیٰ علیہ السلام کا منضاطی اثر ہو چکا ہے۔ اور میں جس شمشیر سے محمد ﷺ علیہ وسلم کو قتل کرنے جا رہا ہوں اس کے پاس جا کر یہ موم کی ایک بتی کی طرح نورِ نبوت سے بگھل جائے گی۔ اور اس کا سر لینے کی بجائے مجھے اپنا سرد بنا پڑے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایمان لایبکی مختلف روایتیں ہیں لیکن سب معتبر روایت یہ ہے کہ ایک دن وہ باقی اسلام علیہ السلام کو قتل کرنے کے مصمم ارادہ سے شمشیر بدست نکلے ابھی راہ میں ہی تھے۔ حضرت نعیم بن عبداللہ مل گئے۔ پوچھا اے عمر! آج غضبناک حالت میں ننگی تلوار لے کر

کہاں جا رہے ہو؟

کہا! محمد کو قتل کر کے اسلام کا نام و نشان مٹانے اور نئے دین کی شمع بجھانے جا رہا ہوں!

فرمایا۔ مگر تمہارا یہ خیال غلط اور ارادہ نامناسب ہے!

اور تم کبھی بھی اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتے؟

یو چھا کیوں؟

جواب ملا۔ وہ نورِ خدا ہے۔ جو تمہاری پھونکوں سے نہیں بچھ سکتا۔

کہا۔ نہیں۔ آج ایسا ہی ہو گا! میری تلوار پہاڑوں کے ٹکڑے کر سکتی ہے تو کیا محمدؐ کا سر نہیں اڑا سکتی؟

فرمایا نہیں!

یو چھا۔ کیوں؟

جواب ملا۔ اس کے سر پر خدا کا سایہ ہے!

کہا۔ کیا کعبہ میں رکھے ہوئے ہمارے خداؤں کے علاوہ کوئی اور بھی خدا ہے؟

فرمایا۔ ہاں۔ ہے۔ اپنے چچا زاد بھائی سعیدؓ بن زید اور اپنی بہن فاطمہؓ بنت خطاب سے جا کر پوچھو۔ وہ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں!

بس پھر کیا تھا۔ یہ سن کر کہ میری بہن اور بہنوئی دونوں اسلام لائے ہیں۔ عمرؓ کی آنکھیں غصہ سے اور بھی سرخ ہو گئیں! حضرت خبابؓ فاطمہؓ کو قرآن پڑھا رہے تھے کہ دروازہ کھٹکا۔ فاطمہؓ نے پوچھا کون سے؟

گر جینے ہوئے کہا۔ میں تمہارا بھائی عمرؓ ہوں دروازہ کھ لو۔

خباثتِ حضرت عمرؓ کی کڑکنتی ہوئی آواز سن کر ایک گونے میں  
چھپ گئے۔ فاطمہؓ نے قرآنِ پاک کے اجزا کو دامن میں چھپا کر  
اور یہ خیال کر کے دروازہ کھول دیا۔ کہ آج محبت آزمائی  
جائے گی!

حضرت عمرؓ اندر آئے۔ غضبناک لہجے میں پوچھا۔  
کیا کر رہے تھے؟  
بہن نے بڑے حوصلہ سے جواب دیا۔ قرآنِ پاک پڑھ رہی  
تھی!

اچھا تو تم بھی مسلمان ہو چکے ہو؟  
کہا۔ ہاں۔  
غصہ سے کہا۔ محمدؐ کا کلمہ چھوڑ دو۔ ورنہ تمہیں ہلاک  
کر دیا جائے گا۔

بہن نے پھر بڑی جرات سے کہا۔  
ہم اس کلمہ پر قربان ہونے کو تیار ہیں۔  
حضرت عمرؓ سعیدؓ کی طرف لپکے۔ بہن نے دامن  
کھینچ لیا؟

بھائی نے بہن کو پھر اتنا پٹیا۔ کہ بدن سے خون کے  
قوارے بہ نکلے اور بیہوش ہو کر فرش پر گر پڑی۔  
ہوش آیا تو بھائی نے پھر پوچھا۔  
کہو۔ کیا ارادہ ہے۔ محمدؐ صلی اللہ علیہ وسلم کا

دامن چھوڑو گی کہ نہیں؟

جواب ملا نہیں۔ ہم ساری دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں۔  
 بہن اپنے بھائی کو چھوڑ سکتی ہے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ السلام  
 کے دامن کو نہیں چھوڑ سکتی۔

جواب ملا نہیں۔ — ہم ساری دنیا کو چھوڑ سکتے ہیں  
 بہن اپنے بھائی کو چھوڑ سکتی ہے۔ لیکن محمد صلی اللہ علیہ السلام کے  
 دامن کو نہیں چھوڑ سکتی ہے اور ہمیں جو دین و ایمان کی دولت  
 حق و ہدایت کے خزانے اور قرآن و اسلام کی مروشنی مل گئی  
 ہے۔ ہم اس سے اب محروم نہیں ہو سکتے اور حقیقت و معرفت  
 کی جو بلندی ہمیں بیسرا چکی اس سے اب گر نہیں سکتے۔

اے عمر! اگر تو ہمیں شکنجوں میں کسے۔ بوٹیاں کتوں سے  
 بچوالے! پھانسی کے تختے پر لٹکا دے۔ اور بھی جو چاہو ظلم و ستم  
 کرے۔ مگر ہمارے دلوں سے اب نہ تو محبت مصطفیٰ علیہ السلام  
 ہی نکل سکتی ہے اور نہ ہی دین و ایمان کا نور پھیکا پڑ سکتا ہے  
 حضرت عمرؓ یہ تو پہلے ہی جانتے تھے کہ اسلام قدرت کا پھیلا  
 ہوا ایک ایسا مضبوط جال ہے کہ اس میں جو بھی ایک بار پھنس  
 جاتا ہے۔ وہ نکلنا نہیں اور حق و ایمان محمد علیہ السلام کی  
 عطا کی ہوئی ایک ایسی دولت ہے کہ جس کے مقابلے میں یہ  
 لوگ دنیا کی تمام نعمتوں کو پلے نہیں باندھتے۔ یہی ایمان افروز  
 نظارہ اپنے بہنوئی اور بہن میں دیکھا تو بول اٹھے۔  
 بہن۔ — وہ قرآن جو تم پڑھ رہی تھی مجھے بھی سناؤ۔

پھر فاطمہ رضی اللہ عنہا نے بڑے ہی درد و سوز سے سورہ طہ کی چند آیتیں تلاوت کیں۔

یہاں نے قرآن پڑھا۔ عمر رضی اللہ عنہ کی تغیر بر بدل گئی۔ آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے اور گردن جھکا دی۔ اور فرمایا۔

کتنا پیارا کلام ہے! خبابؓ یہ سن کر گونے سے نکل آئے۔ اور کہا۔ عمر! معلوم ہوتا ہے۔ قرآن پاک نے تمہارے دل کی سیاہی دھو ڈالی ہے۔ اور قدرت نے تمہیں حق و اسلام کی گاڑی چلانے کے لئے چن لیا ہے اور ہمارے پیارے نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول ہو چکی ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی آواز میں فرمایا۔ ہاں۔ ایسا ہی

ہے! خبابؓ! میری راہنمائی کرو اور مجھے دربار رسالت میں لے چلو۔

رسول اکرم علیہ السلام حضرت ارقم رضی اللہ عنہ کے گھر قیام پذیر تھے اور حضرت حمزہؓ پہرہ دے رہے تھے۔ خبابؓ نے عمر رضی اللہ عنہ کا دامن پکڑا اور کہنے لگے سوئے باپ رحمت لے چلے۔

سنگی تلوار ہاتھ میں تھی اور آنکھوں سے آنسو ٹپک رہے تھے۔ مکہ کے کافر جبران تھے اور آسمان کے فرشتے خوش۔ قریشی سردار رورہے تھے اور قدرت مسکرا رہی تھی۔

مسلمانوں نے عمرؓ کو شمشیر بدست آتے دیکھا۔ تو پکارا اٹھے۔  
خبردار رہا ہوشیار ہو جاؤ۔ عرب کا ایک بہادر جنگی تلوار ہاتھ  
میں لئے آرہا ہے۔

حضرت حمزہؓ نے فرمایا۔ آتا ہے تو آنے دو۔ اگر عمر نیک  
بیتنی سے آیا ہے تو ہم اس کا استقبال محبت سے کریں گے۔  
اور اگر بُرے ارادہ سے آیا ہے۔ تو پھر اسی کی تلوار سے اس  
کی گردن اڑا دی جائے گی!

محبوبِ خدا علیہ السلام نے سنا۔ تو فرمایا۔ دروازہ کھول  
دو۔ عمرؓ کو میں نے خود بلا یا ہے۔ اور اس کو رات میں نے خدا  
سے مانگا تھا۔

دُعا قبول ہو گئی ہے اور خدا نے عمرؓ مجھے دے دیا ہے۔  
حضرت عمرؓ اندر آگئے۔ مسلمانوں نے گردنیں جھکا دیں۔  
حمزہؓ نے تلوار میان میں کر لی۔ اور مصطفیٰ علیہ السلام نے  
دامنِ رحمت پھیلا دیا۔

امام الانبیا صلّ اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور حضرت  
عمرؓ کی چادر کا کنارہ پکڑا اور جھٹکا دے کر فرمایا۔ عمرؓ! کس  
ارادے سے آئے ہو؟ عرض کی۔ آپ پر اور آپ کے خدا پر  
ایمان لانے کے لئے!

اور پھر اس طرح مکہ مکرمہ کا ایک بہادر جوان کلمہ طیبہ پڑھ  
کر حریمِ اسلام میں داخل ہو گیا۔

ایوانِ کفر میں زلزلہ آگیا۔ باطل کی دیواریں ہل گئیں آسمانوں

کے دروازے کھل گئے۔ فرشتوں نے جھوم کر مبارکباد دی۔  
 مشرکین مکہ کے گھروں میں صفِ ماتم بچھ گئی۔ اسلام کی  
 قوت بڑھ گئی۔ دین کے چمنستان میں بہار آگئی۔ سخن کا بول  
 بالا ہوا۔ فطرت مسکرائی اور آسمان دین و ایمان پر ایک اور  
 نجمِ سحر نمودار ہو گیا۔

ابن ماجہ شریف صفحہ ۱۱۱۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں :-

لما سلم عمر نزل جبرائیل فقال یا رسول  
 اللہ صلّ اللہ علیہ وسلم لقد استبشرا اهل  
 السماء یا سلام عمر۔ کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ اسلام لائے۔ تو حضرت جبرائیل علیہ السلام نازل ہوئے  
 اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام تمہارے اسلام لانے پر  
 آسمان والوں کی طرف مبارکباد ہو۔

اس حدیثِ پاک سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عمر رضی  
 اللہ تعالیٰ عنہ کو حریمِ اسلام میں داخل کرنے اور حق و اسلام  
 کی سر بلندی و عظمت کے لئے صرف رسول اکرم علیہ السلام  
 ہی بنیاب نہیں تھے۔ بلکہ آسمانوں کے فرشتے بھی بڑے شوق  
 سے اس کی راہ دیکھ رہے تھے!

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی جوش و خروش اور  
 اسی غیرت و حمیت سے اسلام میں داخل ہوئے۔ جس جوش  
 و غیرت سے وہ پہلے دینِ حق کی مخالفت کیا کرتے تھے اسی لئے

لئے وہ مسلمان ہونے کے بعد کفار مکہ کے قہر و غضب۔ سزاران  
 قریش کے ظلم و ستم اور اپنی برادری کے بہادروں کی خون آشام  
 شمشیروں سے خوفزدہ ہو کر چھپ کے نہیں بیٹھے تھے بلکہ جب  
 نبی کریم علیہ السلام نے مکان کے ایک کونے میں چھپ کر نماز  
 پڑھتی جا ہی تو اسلام کے اس مرد مجاہد نے عرض کی یا رسول  
 اللہ علیہ السلام چونکہ خدا بھی ایک اور سچا ہے۔ آپ بھی برحق  
 نبی ہیں اور عمر بھی مسلمان ہو چکا ہے۔ اس لئے اب نماز  
 حجروں میں چھپ کر پڑھنے کی بجائے کعبہ میں بروسر عام ہو گی۔  
 اور پھر اس سرفروش غلام نے اپنی شمشیر بڑاں کو ہوا میں  
 لہرایا اور بلند آواز سے پکارا۔

اے مکہ کے بہادر کافرو! اور اے قریش کے جنگجو سوارو!  
 خطاب کا بیٹا عمرؓ مسلمان ہو چکا ہے اور کعبہ میں نماز پڑھتے  
 جا رہا ہے۔ جس نے اپنی بیوی کو بیوہ کرنا ہو وہ نکل آئے۔ جس  
 نے اپنی زندگی کو ختم کرنا ہو وہ دیکھ لے۔

حکمہ جدیدی صفحہ ۲۱-۲۲۔ مآب اول ایرانی۔ شیعہ مجتہد حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اسلام لانے کے متعلق اس طرح لکھتا  
 ہے۔ کہ تبلیغ اسلام اور دین کی پڑھتی ہوئی قوت کو دیکھ کر  
 ابو جہل بدبخت و اسلام اور باقی اسلام کا سخت دشمن ہو گیا۔  
 اور ایک دن اس نے اعلان کیا۔ کہ جو بھی محمد صلی اللہ علیہ  
 وسلم کو قتل کرے گا۔ میں اسے دو کہانوں والے ہزار اونٹ  
 دوں گا۔ مال و دولت کے خزانے دوں گا۔ مصری ریشمی



نحال۔ یعنی چادر کے علاوہ اور بھی بہت کچھ دوں گا۔  
 عمر فریچوں شنید آں سخن گفتنش  
 بجنید عسرق طبع در تنش  
 عمر نے جب ابو جہل کا یہ اعلان سنا۔ تو طبع و حرص  
 نے جوش مارا۔

ابو جہل سے قسم لی کہ اس بات پر قائم رہیں۔  
 من امروز خدمت رسانم بجا  
 بیارم بہ پیشت سر مصطفیٰ  
 کہ میں آج یہ خدمت بجا لاتا ہوں اور مصطفیٰ علیہ السلام  
 کا سر تیرے سامنے پیش کرتا ہوں۔  
 ابو جہل سے قسم لے کر اور نبی کریم علیہ السلام کے قتل کے  
 ارادہ سے عمر فریچوں تلوار لے کر نکلے۔ تو راستہ میں کسی نے اسے  
 بتایا۔

کہ ہمیشہ ات نیز با جفت خویش  
 گرفت است دین محمد بہ پیش  
 کہ تیری بہن اور اس کا خاوند دونوں محمد کے دین کو  
 قبول کر چکے ہیں۔  
 عمر فریچوں یہ سن کر اور بھی غضبناک ہو گئے۔ اور کہا کہ میں پہلے  
 ان دونوں کو قتل کرتا ہوں۔  
 دروازہ پر پہنچے۔ تو  
 محول آمد بہ پیش در ایستاد صدائے شنید و باں گوش داشت

تواندر سے آواز آرہی تھی۔

تشنید آنکہ می خواند مرد نکو

کلامیکہ تشنید بد مثل او

عمر نے سنا کہ اس کا بہنوئی ایسا کلام پڑھ رہا ہے  
جو اس نے اس کی مثل پہلے نہیں سنا تھا۔

پھر عمر نے اپنے بہنوئی اور اپنی بہن کو مارنا شروع کیا۔  
بہن نے کہا۔

بیاند دواں خوا ہرش نوحہ گر

بگفتش چہ خوا ہی زمانے عمر

بہن روتی ہوئی آگے بڑھی اور کہا اے عمر تو ہم سے

کیا چاہتا ہے۔

اگر شاد گردی ز ماور ملول

نمودیم دین محمد قبول

اے عمر اگر تو ہم سے خوش ہو یا ناراض ہم نے تو دین  
محمد قبول کر لیا ہوا ہے۔

کنوں گرگشی سر برداریم پیش

ولے برنگردیم از دین خویش

اب اگر تو ہمیں جان سے بھی مار ڈالے تو بھی ہم اپنے دین

حق سے پھر نہیں سکتے۔

جب عمر نے ہمشیرہ سے یہ بات سنی تو معلوم کر لیا کہ واقعی

اب یہ دین اسلام کو نہیں چھوڑیں گے۔

گفتش چه دیدی تو از مصطفیٰ

کہ گشتی بدیش چنین مبتلا

عمر رضی نے اپنی بہن سے کہا۔ کہ تو نے مصطفیٰ میں کیا دیکھا ہے

کہ اس نئے دین میں مبتلا ہو گئے ہو۔

بلقدا کلامِ خدائے جلیل

کہ آرد با و حضرت جبرائیل

بہن نے کہا۔ کہ ہم نے خدا کا کلام سنا ہے۔ جو اس پر جبرائیل

لاتے ہیں۔

حضرت عمر رضی کی اسلام و باقی اسلام کے حالات قلبی شقاوت

و عداوت اطاعت و محبت میں تبدیل ہو گئی۔ اور فرمایا:-

عمر گفت ز اں قول معجز اساس

اگر یاد داری بخواں بے ہراس

کہ اگر ایسا معجزانہ کلام تجھے یاد ہے۔ تو بے خوف و خطر پڑھو۔

برو خواہرش آئیہ چند خواند

عمر گوش چوں کردیراں بماند

بہن نے قرآن پاک کی چند آیات پڑھیں۔ تو حضرت عمر رضی

سن کر حیران رہ گئے۔

از اں پس بگشتند با ہم رواں

بنزد رسول خدائے جہاں

پھر تمام مل کر محبوب خدا علیہ السلام کی طرف روانہ

ہو گئے۔ صحابہ کرام نے عمر رضی کو اس حالت میں آتے دیکھا۔ تو

حیران ہوئے اور نبی کریم علیہ السلام کو بتایا۔

چنین گفت پس عم خیر البشر

کہ غم نیست بر سہ کشتائیدہ دور

حضور علیہ السلام کے چچا حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ دروازہ

کھول دو اور کوئی غم نہ کر دو۔

اگر آزارہ صدق آندہ مرحبا

وگر باشد اورا بخاطر دغا

بہ تیغی کہ وارد حائل عمر

تنش را سبکسار سازم ز سر

کہ اگر عمر نیک ارادہ سے آیا ہے تو مبارک و مرحبا اور

اگر اس کے دل میں کوئی دھوکا و فریب اور بد نیتی ہے تو پھر

میں اسی کی تلوار سے اس کا سرتن سے جدا کر دوں گا۔ حضرت

عمرؓ اندر گئے۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے اسے عزت سے

بٹھایا اور بغلیں ہوئے۔

تمام صحابہ نے نعرۃ تکبیر بلند کیا۔ دین کو تقویت ملی۔ کلمی

والا خوش ہوا۔ فرشتوں نے مبارکباد دی۔

صحابہ نے غرض کی یا رسول اللہ اب نماز کعبہ میں ادا

کرنی چاہیے۔ حضور علیہ السلام نے منظور فرمایا۔

بسوئے حرم آشکارا روند

نماز جماعت بجا آورند

ناسخ التواریخ سف۔ شیخ حضرت کی معتبرا و مستند تاریخ

کی کتاب کا مصنف حضرت عمرؓ کے اسلام لانے سے متعلق یوں لکھتا ہے :-

عرض کرو یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم از بہر آن آمدہ  
 ام کہ کیش مسلمان فی گیرم و کلمہ توحید بر زبان رانم۔ پیغمبر صلی  
 اللہ علیہ وسلم از اسلام عمرؓ چنان شاد شد کہ بیانات بلند تکبیر  
 گفت و تکبیر آن حضرت را اصحاب شنیدند و ہمہ بہ یک باز تکبیر  
 گفتند و باستقبال عمرؓ بیروں آمدند۔ و آنگاہ عمرؓ ظفت یا رسول  
 اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کافراں لات و عزی را آشکارا پرستش  
 میکنند چہرہ بید خدائے اینہانی پرستش کرد۔ پس آہنک کعبہ  
 کردند۔ کہ حضرت عمرؓ نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض  
 کی۔ یا رسول اللہ علیہ السلام میں مذہب اسلام قبول کرنے اور  
 کلمہ توحید پڑھنے کے لئے آیا ہوں۔ نبی کریم علیہ السلام حضرت  
 عمرؓ کے اسلام لانے سے اتنے خوش ہوئے کہ بلند آواز سے تکبیر  
 کہی اور سارے صحابہ کرامؓ حضرت عمرؓ کے استقبال کے لئے باہر  
 نکل آئے۔ پھر اسی وقت حضرت عمرؓ نے عرض کی۔ اے اللہ کے  
 رسول کافر تو لات و عزی کی پوجا کھل کر ظاہر کریں اور ہم اپنے  
 خدائے برحق کی عبادت چھپ کر کیوں کریں۔ پس پھر تمام صحابہ  
 کرامؓ اپنے نبی پاک کی قیادت میں کعبہ کی جانب روانہ ہوئے۔  
 اور اس شان سے چلے گئے۔

عمرؓ از جانب پیغمبر و ابو بکرؓ از طرف دیگر و علی علیہ السلام  
 از پیش و اصحاب از ونبال رواں شدند و عمرؓ با شمشیر خویش

آز پیش حملہ بھی رفت وازاں سوئے کفار قریشیاں چناں می  
پنداشتند کہ عمرؓ رسولِ خدا را آسیب خواهد رسانید۔ ناگاہ  
دیدتا کہ پیش رسولِ خدا با شمشیر حائل کردہ می آہ۔ گفتن ہوا  
عمر بر چہ گوئہ۔ گفت یا رسولِ خدا ایمان آوردم و اگر کسے از  
شما بنا لا ائقی جنبش کند با ہمیں تیغش کیفر کنم و این شعر گفت۔  
مَا لِي اَرَ اَكُمُ كُلَّكُمْ قِيَامًا      اَلْكَهْلُ وَالشَّبَابُ وَالْاَفْلَامَا  
قَدْ بَعَثَ اللهُ لَنَا اِمَامًا      حَمْدًا اَقْدَشَرَ عِ الْاِسْلَامَا  
حَقًّا وَقَدْ يَكْبِسُ الْاَصْنَامَا      نَدَبٌ عَنْهُ الْخَالُ وَالْاَعْمَامَا  
کہ عمرؓ نبی کریم علیہ السلام کے ایک طرف ابو بکرؓ دوسری جانب  
علی علیہ السلام آگے آگے اور دوسرے اصحابہ کرامؓ پیچھے پیچھے  
ہوئے۔ اور حضرت عمرؓ اپنی شمشیر گردن پہ لٹکائے ہوئے رسول  
خدا علیہ السلام کی اردل میں چلے آ رہے ہیں۔ کفار مکہ نے دیکھا  
تو بولے۔ اے عمرؓ تیری یہ کیا حالت ہے؟  
عمرؓ نے جواب دیا۔ کہ میں رسولِ خدا علیہ السلام پر ایمان  
لے آیا ہوں۔

اگر تم میں سے کوئی بھی اپنی حماقت و نا لائقی کی وجہ  
سے ناجائز حرکت کرے گا تو میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔  
اور پھر حضرت عمرؓ نے یہ اشعار پڑھے :-  
کیا وجہ ہے کہ میں تمہیں یہاں کھڑا ہوا دیکھ رہا ہوں۔  
بوترسھوں۔ جوانوں اور بچوں کو بھی۔ اللہ کریم نے ہمارے  
لئے ایک امام مبعوث فرمایا ہے جس کا نام نامی اسم گرامی محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ہے۔ جس نے سچا دین ہمارے لئے جاری کیا۔ اور وہ عبتوں کو توڑ دیں گے اور ہم ان سے اپنے ماموؤں اور چچاؤں کو دوسرے ہٹا دیں گے۔

پس کافراں از عجز در خشم شدند و آہنگ کردنا و عمر نیز یہ پشتوانی علی علیہ السلام با ایشاں در آویختہ آں جماعت را از کعبہ بکنار کرد و رسول خدا دور کعت نماز بگذاشت۔ پس کافر غصتے میں آگئے اور غضبناک ہو گئے اور انہوں نے حضرت عمرؓ کے قتل کا ارادہ کر لیا۔ لیکن عمرؓ نے حضرت علیؓ کی مدد سے انہیں کعبہ سے دور ہٹا دیا۔ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ابو جہل کے گھر تنہا گئے۔ اور اپنے اسلام کا اعلان کیا۔

شیعہ حضرات کے پہلے دور کے منصف مزاج مجتہدین مفسرین اور مورخین کے ان روشن حقائق کے بعد بھی اگر موجودہ دور کے بے ادب۔ گستاخ۔ متعصب اور تبرائی شیعہ گروہ کی آنکھوں سے صحابہ کرامؓ کے خلاف بغض و عناد کی پٹی اگر نہیں کھلتی اور انہیں اگر ان رُشد و ہدایت کے ستاروں کی چمک دکھائی نہیں دیتی۔ تو اسے بذخمتی و بدقسمتی کے ساتھ ساتھ ضلالت و گمراہی کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے۔

شیعہ مورخ کیسے اچھے اور دانشکاف الفاظ میں حضرت عمرؓ کے ایمان لانے کے متعلق لکھتا ہے۔ کہ

● رسول خدا علیہ السلام نے خوشی منائی۔

- — بلند آواز سے تکبیر کہی۔
- — نماز کعبہ میں اعلانِ نبی پڑھی گئی۔
- — کفارِ مکہ نے عمرؓ کے قتل کا ارادہ کیا۔ تو حضرت علیؓ کی مدد کے لئے سینہ سپر ہو گئے۔

● — ابو جہل کے گھرا پنچے اسلام کا اعلان کیا۔

● — دوسرے صحابہ کرام حضور علیہ السلام کے مرید تھے۔

مگر حضرت عمرؓ رسولِ خدا کی مراد تھے۔ اس لئے کہ مراد مانگ کر حاصل کی جاتی ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی حضرت عمرؓ کو خدا تعالیٰ سے مانگ کر حاصل کیا تھا۔

ہجرت کا حکم ملتے ہی سب سے پہلے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ

تعالیٰ عنہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ اپنے محبوب حقیقی کی حفاظت کرتے ہوئے مکہ مکرمہ کی حسین وادی سے آدھی

رات کے وقت چھپ کر نکل گئے اور پھر آہستہ آہستہ دوسرے مسلمان بھی مشرکین مکہ کے خوف سے چوری نکلنے گئے۔ لیکن جب

حضرت عمرؓ نے مکہ کی مقدس گلیوں کو چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کی تو چھپ کر اور چوری نہیں کی۔ بلکہ علی لا اعلان مکہ سے نکلے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ آفرین ہے خطاب کے بیٹے عمرؓ پر کہ اس شان سے ہجرت کی کہ قریش کے بڑے بڑے سواروں نے دم بخود ہو کر رہ گئے۔

تلوار گلے میں لٹکائی۔ کمان کندھے پر رکھی۔ تیروں کو ہاتھوں



میں سنبھالا اور ایک نیزہ کمر سے باندھا اور سیدھے کعبہ کی طرف  
بڑی شان بے نیازی سے چل پڑے!

کعبہ اس وقت قریش سے بھرا پڑا تھا۔ پہلے انہوں نے  
بڑی شان و شوکت سے کعبہ کے گرد سات چکر لگائے پھر  
بڑے ہی سکون و اطمینان سے نماز پڑھی اور پھر قریش کی  
ایک ایک ٹولی کے پاس گئے۔ اور بلند آواز سے لاکھ لاکھ  
قریشی سرداروں! خطاب کا بیٹا آج اپنے وطن کو چھوڑ کر جا  
رہا ہے۔ اگر تم میں ہمت ہے۔ تو روک لو۔ عمر بن مکتوم کی  
مقدس گلیوں اور کعبہ کے حسین نظاروں کو چھوڑ کر مدینہ  
جا رہا ہے۔ اگر اپنی بیویوں کو بیوہ اور اپنے بچوں کو یتیم کرنا  
چاہتے ہو۔ تو میدان میں نکل آؤ۔

لیکن اس مرد مومن کو جواب دینے کی کسی کو بھی جرأت نہ ہوئی  
اور وہ اسلام کا سرفروش مجاہد تلوار ہوا میں بہراتا لاکھارتا اور مجروح  
فراق کے اشعار پڑھنا ہوا مکہ کی بستی سے نکل گیا۔ ریاض النظرہ  
جلد ۱۔ صفحہ ۲۵۸۔ نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۱۶۱۔

یہ ہے اس مومن کامل کی قوت ایمانی اس مجاہد اسلام کا باہر  
جلال۔ اس دین کے ستون کی شان و عظمت اور اس خلیفہ دوم  
کے رخ کردار کی مقدس و بے دارغ تصویر جو شیعہ حضرات کی اندھی  
آنکھوں کو نظر نہیں آتی۔

اور نظر آئے کبھی کیونکر۔ دوپہر کے وقت بھی سورج کی روشنی  
چمکاؤر کو نظر نہیں آتی۔ حالانکہ اس کی آنکھیں ہوتی ہیں!

ریاض النظرہ جلد ۱ - صفحہ ۲۵۷ - عن ابن عباس قال لما  
 اسلم عمر قال المشركون انتصف القوم منا -  
 حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت  
 عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب اسلام لائے تو مشرکین مکہ نے اس کا ان  
 الفاظ میں افسوس کیا کہ آج ہماری آدھی قوم ہم سے علیحدہ ہو  
 ہو گئی ہے۔

اس معتبر روایت سے حضرت عمرؓ کی شخصیت تکھڑ کر سامنے آ  
 جاتی ہے کہ وہ کس بلند شان و عظمت کے مالک تھے۔ کہ قریش مکہ  
 ان کے وجود کو اپنی پوری قوم کا نصف جانتے تھے۔ اس لحاظ  
 سے ان کی تعداد دہزاروں تھی یا لاکھوں حضرت عمرؓ ان کی مجموعی  
 تعداد کے نصف تھے۔

# قرآن پاک اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسلام اور کفر کی پہلی جنگ۔ توحید اور شرک کا پہلا تصادم۔ حق اور باطل کی پہلی لڑائی اور نیکی و بدی کا پہلا مقابلہ میدان بدر میں ہوا۔ جس میں نصرتِ خداوندی فرشتوں کی فوج کی صورت میں نازل ہوئی اور مٹھی بھر مسلمانوں کو کفار مکہ کے ایک عظیم لشکر کے مقابلہ میں فتح نصیب ہوئی۔ جس سے نہ صرف قرظندان توحید اسلام کی سارے عرب میں دھاک بیٹھ گئی۔ بلکہ اس فتح نے دنیا کی تاریخ کو بھی ایک نئے راستے پر ڈال دیا۔

اس جنگ میں دشمنوں کے ستر آدمی گرفتار کئے گئے بن میں اکثر قریش کے بڑے بڑے سردار بھی تھے۔ خصوصاً حضرت عباسؓ اور حضرت عقیل بن ابی طالب۔ ان قیدیوں کے متعلق سب سے زیادہ غضبناک روئے حضرت عمرؓ کا تھا۔ وہ ان سب کو قتل کر دیتا چاہتے تھے! قیدیوں کو چونکہ کسی نہ کسی صورت میں اپنی جانیں بچاتی تھیں۔ اور وہ جانتے تھے کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ رحمدل اور رقیق القلب ہیں۔ اس لئے وہ ان کے پاس گئے۔ اور کہا کہ ہمیں بچایا جائے۔ حضرت ابو بکر نے امام الانبیا علیہ السلام سے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام ان کو احسان کے طور پر رہا کر

کر دیا جائے۔ نہیں تو ان سے حسب استطاعت فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے اس سے مسلمانوں کو مالی فائدہ بھی حاصل ہو جائے گا۔ اور آپ کی شانِ رحمت کا سورج اور بھی چمک اٹھے گا۔

تفسیر کبیر جلد ۲ - صفحہ ۳۸۷ - رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیرانِ بدر کے بارے میں اپنے غلاموں سے مشورہ کیا حضرت ابو بکرؓ نے پھر عرض کی۔ یا رسول اللہ علیہ السلام یہ آپ کی قوم اور برادری کے لوگ ہیں۔ ان سے فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اگر یہ ایمان نہیں لائے تو خیر، شاید ان کی اولادیں راہِ راست پر آجائیں۔

حضرت عمرؓ جوش و غضب میں کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام یہ تو ٹھیک ہے کہ یہ لوگ آپ کی قوم اور برادری کے ہیں۔ لیکن دین - مذہب - اسلام اور حق کے مقابلے میں قوم - قبیلہ - برادری اور زبان بھائی کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ کَذَا بُوَدُكَ وَ آخِرُ جُوْدِكَ فَقَدْ مَسَّهُمْ وَ آخِرُ بِ اَعْنَا قَهْمُ۔ کہ ان لوگوں نے آپ کو جھٹلایا اور کہہ کر تم سے نکالا۔ اٹھو اور ان کی گردنیں اڑا دو۔ عقیل کو علیؓ کے حوالے کرو۔ اور عباس کو حمزہ کے سپرد کرو۔ اور میرا قلاں رشتہ دار میرے ذمہ کر دو۔ تاکہ بھائی بھائی کو قتل کرے، باپ بیٹے کو مارے اور بیٹا باپ کو ہلاک کرے۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اِنَّ مِثْلَكَ يَا اَبَانُكَ مِثْلَ اَبْرَاهِيْمَ۔ کہ اے ابو بکرؓ تیری مثال تو حضرت ابراہیمؑ کی طرح ہے۔ جنہوں نے یہ فرمایا تھا۔ کہ جس نے میری اطاعت کی وہ

میرا ہے۔ اور جس نے میری نافرمانی کی۔ اس کے لئے اے اللہ تو غفور  
رحیم ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح ہے۔ جنہوں نے فرمایا  
تھا۔ کہ اے اللہ اگر تو ان کو عذاب دے گا۔ تو یہ تیرے ہی بندے  
ہیں اور اگر بخش دے گا۔ تو تو عزیز و حکیم ہے۔ وَمِثْلِكَ يَا عَمُّ  
مِثْلُ نُوحٍ - اور اے عمر تیری مثال تو حضرت نوح علیہ السلام  
کی طرح ہے۔ جنہوں نے فرمایا تھا۔ کہ یا اللہ زمین پر کسی کا فر کو نہ رہنے  
دے۔ اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح جنہوں نے فرمایا تھا۔  
كُلُّوا قِرَادَةً خَاسِيَةً -

آخر کار رحمتِ دو عالم علیہ السلام نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے  
کو پسند فرماتے ہوئے ان سے قیدی لے کر رہا کر دیا۔ لیکن اس کے  
بعد فوراً یہ آیات نازل ہوئیں۔ جن میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
کے فیصلے کی کُلّی طور پر تائید کی گئی ہے :-  
پارہ عناء - سورة انقال - سورة فتح :-

مَا كَانَ لِنَجِيِّ أَنْ يَكُونَ لَهُ أُسْرَى حَتَّى يُتَخَنَ فِي الْأَرْضِ  
تُرِيدُونَ عَرَضَ الدُّنْيَا وَاللَّهُ يُرِيدُ الْآخِرَةَ وَاللَّهُ  
عَزِيزٌ حَكِيمٌ وہ نہیں ہے شایاں نبیؐ کو کہ ہوں اس کے پاس جنگی  
قیدی اس وقت تک کہ وہ غلبہ حاصل کرے ملک میں، تم چاہتے ہو  
مال و دنیا کا اور اللہ چاہتا ہے آخرت اور اللہ ہے بڑا زبردست  
حکمت والا۔

لَوْلَا كِتَابٌ مِّنَ اللَّهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِيمَا أَخَذْتُمْ عَذَابٌ  
عَظِيمٌ اگر نہ ہوتا د مقنن حکم اللہ کا پہلے سے تو ضرور پہنچا تمہیں

اس بارے میں جو لیا تم نے دغدیا عذاب بڑا۔

مدینہ منورہ میں عبداللہ بن ابی ابن سلول منافقین مدینہ کا سردار تھا۔ جس کی درپردہ اسلام دشمنیوں اور دین حق کے مخالف سازشوں کی بنا پر اس کا نفاق ظاہر ہو چکا تھا۔ اس کے مرنے پر اس کا بیٹا عبداللہ جو صحیح معنوں میں مسلمان اور اسلام کا پیروکار تھا۔ نبی کریم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی یا رسول اللہ میرا باپ مر گیا ہے۔ اس کا جنازہ آپ پڑھائیں۔ اگر آپ نے جنازہ نہ پڑھایا۔ تو پھر کوئی مسلمان بھی نہ پڑھائے گا!

رحمتِ دو عالم صلّ اللہ علیہ وسلم نے خامی بھری۔ اور جب جنازہ پڑھانے کے لئے اٹھے۔ فَقَامَ عُمَرُ فَحَالَ بَيْنَ رَسُولِ اللَّهِ وَبَيْنَ الْقَبِيلَةِ۔ حضرت عمرؓ کھڑے ہو گئے۔ اور رسول اکرم علیہ السلام اور قبیلہ کے درمیان حائل ہو کر امام الانبیاء صلّ اللہ علیہ وسلم کو وہ فرمانِ خدایا دلا یا جو منافقین کے کہنے پر نبی کریم علیہ السلام نے ان کے بخشش کی دعا فرمائی تھی۔ تو ارشاد ہوا تھا:-

پارہ عنا سورة التوبة۔ آیت عنہ :- اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ اِنَّ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِينَ مَرَّةً فَلَنْ يَغْفِرَ اللَّهُ لَهُمْ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ؕ کہ اے میرے محبوب علیہ السلام ان منافقین کے لئے آپ بخشش کی دعا کریں یا نہ کریں اور اگر آپ شتر بار بھی دعا کریں گے تو میں ان کو معاف نہیں کروں گا۔ اس لئے کہ اللہ اور اس کے

رسول کے ساتھ کفر کیا ہے اور اللہ تعالیٰ قاسقین کو ہدایت نہیں دیتا۔ اس کے جواب میں رحمتِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ میں اکہتر بار دُعا کر دوں گا۔

فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما خير في الله -  
کہ مجھے خدا تعالیٰ کئی اختیار دے دیا ہو اسے۔ فقامر عمر فاخذ  
بثوب رسول الله - حضرت عمرؓ اٹھے اور نبی کریم علیہ السلام  
کا دامن پکڑ کر کہا۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مقصد یہ تھا۔ کہ نبی کریم علیہ السلام  
اس اسلام کے دشمن اور دین کے باغی کا جنازہ نہ پڑھائیں۔  
تفسیر کبیر جلد ۲ - صفحہ ۲۸۲ - مسلم شریف جلد ۲ - صفحہ ۲۷۶ -  
جبریل علیہ السلام فوراً یہ آیت پاک لے کر نازل ہوئے۔ ولا تصل  
علی احد منہم مات ابد اولاً تقم علی قبرہ۔ کہ اے  
میرے محبوب پاک علیہ السلام ان منافقین کے مرنے پر ان کی نماز  
جنازہ نہ پڑھاؤ اور نہ ہی اس کی قبر پر کھڑے ہوؤ۔  
یہ آیت قرآن بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تائید  
میں نازل ہوئی۔

اس سے پہلے جب ابن سلول بیمار ہوا تھا۔ تو اس نے نبی  
کریم علیہ السلام کو بلا کر کہا تھا۔ ان یصلی علیہ اذا مات۔  
وليقوم علی قبرہ۔ کہ میرے مرنے کے بعد میرا جنازہ بھی پڑھانا  
اور میری قبر پر بھی کھڑے ہونا جسے رحمتِ کائنات علیہ السلام  
نے اپنی شانِ رحمت کے پیش نظر منظور فرمایا تھا۔

اس نے کفن کے لئے نبی کریم علیہ السلام کے بدن مبارک سے لگی ہوئی قمیض بھی طلب کی تھی۔ جو رسول اکرم علیہ السلام نے عطا کر دی تھی۔ تو حضرت عمرؓ نے عرض کی تھی۔ لہم تعطی قمیصاً المر جس النجس۔ کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے اپنی قمیض مبارک اس منافق کو کیوں دی ہے۔ تو سید المرسلین علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ لعل اللہ ان یدخل بہ الفانی الا سلام۔ کہ میری یہ قمیض اس منافق کو تو کوئی فائدہ نہیں دے گی۔ لیکن مجھے اُمید ہے کہ میری اس قمیض کی برکت سے ایک ہزار کافر مسلمان ہو جائیں گے!

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ رسول اکرم علیہ السلام نے یہ جانتے ہوئے بھی کہ یہ منافق ہے اور اسلام کا دشمن ہے اپنی قمیض کیوں عطا کی تھی؟

تو اس کے کئی جواب ہیں۔

۱۔ ان العباس عمر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لما اخذ اسیراً بیدر ولہمجد والہ قمیصا وکان رجلاً طویلاً منہ عید اللہ قمیصہ۔

کہ حضرت عباسؓ نبی کریم علیہ السلام کے چچا جب جنگ بدر میں قیدی بن کر آئے تو ان کے بدن پر قمیض نہیں تھی۔ تو اس عبداللہ بن سلول نے اپنی قمیض دے دی تھی۔ امام الانبیا علیہ السلام نے اس کا بدلہ دیا۔



۲۔ ان ابنہ عبد اللہ بن ابی کان من الصالحین  
وان الرسول اکرمہ۔ کہ ابن ابی کا بیٹا عبد اللہ نبیک  
اور صالح مسلمان تھا۔ جس کی نبی کریم علیہ السلام بڑی عزت  
کیا کرتے تھے۔ اور قمیض لینے وہی آیا تھا۔

۳۔ خداوند کریم نے بتا دیا تھا۔ کہ آپ کی قمیض کی برکت سے  
ایک ہزار منافقین خلوص سے اسلام میں داخل ہوں گے۔  
۴۔ رسول اکرم علیہ السلام کی شانِ رحمت ہر شے پر غالب تھی۔  
اور وہ کسی کو محروم رکھنا نہیں چاہتے تھے۔

۵۔ خدا تعالیٰ نے اپنے محبوب پاک علیہ السلام کو حکم فرمایا ہوا  
تھا۔ واما السائل فلا تنهر۔ کہ کسی سوالی کو اپنے  
دروازہ سے خالی نہ رکھتا اور نہ جھٹکنا۔

ابن سلال منافق کا بیٹا بھی رحمتِ دو عالم علیہ السلام اور  
شہنشاہِ کونین صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر سوالی بن کے آیا تھا۔  
بہر حال ولا تصل علی احد منہم مات ابدا ولا تقدر  
علی قبرہ۔ حضرت عمرؓ کی تائید میں نازل ہوئی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کرتے تھے کہ یا رسول اللہ علیہ السلام  
ازواجِ مطہرات سے پردہ کرائیے۔ لیکن آپ نظر انداز کر دیتے!

ایک دن ہم المومنین حضرت سودہؓ جو طویل القامت  
تھیں قضائے حاجت کے لئے باہر نکلیں۔ تو حضرت عمرؓ نے ان  
کو دیکھ کر فرمایا۔ سودہؓ میں نے آپ کو دیکھ لیا ہے۔ مطلب یہ تھا  
کہ اللہ کی طرف سے پردہ کا حکم نازل ہو جائے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا

اور خدا تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی تائید فرماتے ہوئے ان کی خواہش کے مطابق آیاتِ حجاب نازل فرمادیں۔

پارہ ۲۱۔ سورۃ احزاب۔ آیت ۳ تا ۷

لَيْسَاءَ النَّبِيِّ مَنْ يَأْتِ مِنْكُنَّ بِمَا حَشَىٰ مُبَيِّنَةٌ يُضَعَّفُ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ ۖ وَكَانَ ذَٰلِكَ عَلَى اللَّهِ يَسِيرًا ۝

اے ازواجِ نبوی جو کرے گی تم میں سے بے حیائی کھلی دیا جائے گا اُسے عذاب دگنا اور سے یہ بات اللہ پر آسان ہے۔

وَمَنْ يَفْعَلْ مِنْكُنَّ بِهٖ وَرَسُولِہٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا  
لَوْ تَهَا أَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ ۖ وَأَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيمًا ۝

اور جو فرما نبوداری کرے تم میں سے اللہ اور اُس کے رسول کی اور عمل کرے نیک تو ہم دیں گے اُسے اُس کا اجر دگنا اور ہم نے تیار کر رکھی ہے اس کے لئے روزی عزت کی۔

لَيْسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدٍ مِّنَ النِّسَاءِ ۚ إِنَّ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَيَطْبَعَ الَّذِي فِي قَلْبِهِ مَرَضٌ وَقَلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوفًا ۚ ۝ اے ازواجِ نبوی تم نہیں ہو کسی اور عورت کی طرح اگر تم تقویٰ اختیار کرو تو نہ کرو (نامحرم سے) وہی بات کہ توقع کرنے لگے وہ شخص جس کے دل میں مرض ہے اور تم کہو بات معقول۔

پھر ارشاد ہوتا ہے :-

پارہ ۲۲۔ سورۃ احزاب آیت ۵۹۔

يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّأَزْوَاجِكَ وَبَنَاتِكَ وَنِسَاءِ الْمُؤْمِنِينَ يُدْنِينَ عَلَيْهِنَّ  
مِنَ جَلَابِئِبِهِنَّ ۚ ذَٰلِكَ أَدْنَىٰ أَنْ يُعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۚ وَكَانَ

اللَّهُ عَفْوَرًا رَّحِيمًا اے نبی! کہہ دیجئے اپنی بیبیوں اور بیٹیوں اور مسلمانوں کی عورتوں سے کہ لٹکا لیا کریں اپنے اوپر سے کچھ اپنی چادریں یہ دبات، زیادہ قریب ہے اس سے کہ وہ پہچانی جائیں پس انہیں ایذا نہ پہنچائی جائے اور اللہ بڑا بخشنے والا رحم والا ہے۔

ریاض النظرہ جلد ۱ صفحہ ۲۶۷۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۷۔ اہل مکہ نبیذ پینے کے عادی تھے۔ حضرت عمرؓ بھی عہد جاہلیت میں پیتے تھے۔ مدینہ منورہ جانے کے بعد بھی مسلمان نبیذ کا استعمال کرتے رہے!

حضرت عمرؓ نے محسوس کیا کہ یہ چیز تمام برائیوں کی جڑ ہے اگر یہ کسی طرح حرام ہو جائے تو کوئی لڑائی و جھگڑا اور کوئی برائی و فساد نہیں ہوگا۔ انہوں نے نبی اکرم علیہ السلام سے پوچھا۔ اور پھر اس مردِ حق پرست نے بارگاہِ رب العزت میں خود ہی عرض کی یا اللہ مسلمانوں کو شراب کے بارے میں کوئی حکم فرما دو۔ چنانچہ یہ آیت پاک نازل ہوئی :-

پارہ ۷۱۔ سورۃ البقرۃ۔ آیت نمبر ۲۱۹ :-

يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ يُسْأَلُونَكَ مَآذًا يَنفِقُونَ قُلِ الْعَفْوَ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ الْآيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ۗ لا پوچھتے ہیں آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق کہہ دیجئے ان میں گناہ ہے بڑا اور کچھ فائدے بھی ہیں لوگوں کے لئے اور ان کا گناہ بہت بڑا ہے ان کے نفع سے اور پوچھتے ہیں آپ سے کہ کیا خرچ

کریں در راہِ خدای میں، کہہ دیجئے کہ جو زائد ہو ایسے ہی کھول کر بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے آیتیں تاکہ تم غور کرو۔  
 چونکہ اس آیت میں شراب کی کلی طور پر ممانعت نہیں فرمائی گئی تھی اس لئے بعض مسلمان رات کو پی لیتے تھے اور جب وہ نماز پڑھتے تو انہیں کچھ بھی معلوم نہ ہوتا تھا کہ ہم کیا پڑھ رہے ہیں۔  
 اس مردِ حق شناس نے پھر عرض کی اے اللہ! میں شراب کے متعلق کوئی ہدایت فرما۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی: پارہ ۵  
 مَسْوَةٌ النَّسَاءِ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَرَىٰ حَتَّىٰ تَعْلَمُوا مَا تَقُولُونَ وَلَا جُنُبًا إِلَّا عَابِرِي سَبِيلٍ حَتَّىٰ تَغْتَسِلُوا۔ اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس حال میں تم مست ہوؤ اور قنیکہ تم جان لو جو کچھ تم کہتے ہو اور نہ جنابت کی حالت میں مگر عبور کرتے ہوئے راستہ جنت تک کہ تم غسل نہ کرو۔  
 اس آیت پاک میں شراب پوری طرح حرام نہیں ہوئی تھی۔ اور مسلمان چونکہ عہد جاہلیت میں اس کے بہت ہی عادی تھے اس لئے انہوں نے ترک نہ کی البتہ نماز کے اوقات میں پرہیز کرنے لگے۔

ایک دن حضرت عمرؓ نے ایک انصاری اور ایک مہاجر کو آپس میں لڑتے دیکھا اور دونوں نشے میں تھے تو پھر بارگاہِ خداوندی میں عرض کی اے اللہ! میں شراب کے بارے میں کوئی مفصل ہدایت فرما۔  
 اس پر شراب کے بارے میں آخری آیت نازل ہوئی :-

پارہ ۶ - سُوْرَةُ الْمَائِدَةِ - آیت ۹۰ :- يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْأَنْصَابُ وَالْأَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلٍ

الشَّيْطَانِ فَاجْتَنِبُوهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ۝ اے ایمان والو! بیشک

شراب اور جوا اور بت اور پانسے ناپاک شیطان فی عمل ہیں۔ سو ان

سے بچتے رہو تا کہ تم فلاح پاؤ۔

إِنَّمَا يَرِيدُ الشَّيْطَانُ أَنْ يُوقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبُغْضَ

الْحَمْرُ وَالْمَيْسِرَ۔ کہ شیطان تمہارے درمیان بغض و عناد و شراب

و رجوئے کے ذریعہ سے پیدا کرنا چاہتا ہے اور اللہ کے ذکر سے روکنا

چاہتا ہے۔

اب مسلمانوں کے دل میں کھٹکا پیدا ہوا کہ ہم تو اسلام لانے سے

بے پیا کرتے تھے اس جرم کا کیا بنے گا۔ تو مسلمانوں کی تسلی و اطمینان

کا خاطر پھر یہ آیت نازل ہوئی :-

پارہ ۷ آیت المائدہ۔ سورۃ ۹۳ :- لَيْسَ عَلَيْكَ الَّذِينَ

كُنْتُمْ تَعْمَلُونَ لَصَلِحْتِ جُنَاحٌ وَإِذَا طَعِمْتُمْ إِذَا مَا اتَّقَوْا

وَإِذَا مَنُّوا وَعَمِلُوا لَصَلِحْتِ تَقَرَّ اتَّقَوْا وَآمَنُوا ثَمَّ اتَّقَوْا

وَإِحْسَنُوا وَاللَّهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِينَ ۝ نہیں ان لوگوں پر

جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک کوئی گناہ اس میں جو کھا چکے جبکہ ائمہ

میں سے کیا اور ایمان لائے اور عمل کئے نیک پھر بچتے رہے اور ایمان

لائے پھر محتر ز رہے اور نیکی کی اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو۔

حرم شراب کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیٹابی

اور پھر بارگاہ رب العزت میں بار بار عرض کرنا ان کی اسلام

دوستی! حق پرستی اور ان کے مومن کامل ہونے کی ایک بین دلیل ہونے

کے ساتھ ساتھ یہ حقیقت بھی تسلیم کرنی بھی ضروری ہو جاتی ہے

کہ اس موہبیہ کامل نے شراب کی وجہ سے پیدا ہونے والی تمام دینی و اخلاقی بیماریوں کا قلع قمع کرنے کی خاطر اور گناہ و معصیت کی اس اصل جڑ کو کاٹنے کے لئے اور اس کے مضر اثرات سے بندگانِ خدا کو محفوظ رکھنے کی غرض سے جو نیا زمانہ نہ قدم اٹھایا وہ نہ صرف یہ کہ عالم اسلام ہی کے لئے باعثِ رحمت ہے بلکہ پوری نسل انسانی پر بھی ایک احسانِ عظیم ہے۔

پارہ ۵ سورۃ النساء آیت ۷۴: - اَلْمُرْتَدِّۤیْنَ

یَزْعُمُوْنَ اَللّٰهُمَّ اِنَّمَا اُنزِلَ اِلَیْكَ مِمَّا اُنزِلَ مِنْ قَبْلِكَ یُرِیْدُوْنَ اَنْ یَّتَّخِذُوْا اِلَیَّ الطَّاغُوتِ وَقَدْ اُمِرُوْا اَنْ یَّكْفُرُوْا بِهٖ ط اے میرے محبوب پاک علیہ السلام کیا تو نے

دیکھا نہیں ہے ان لوگوں کو جو گمان اور دعویٰ کرتے ہیں کہ ہم پر لائے ہیں جو اتر تیری طرف جو تجھ سے پہلے اور چاہتے ہیں کہ قصہ یا مقدمہ کا فیصلہ کرانے کے لئے شیطان کی طرف لے جاویں۔

قرآن پاک کی یہ آیت پاک بھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت اور ان کی تائید میں نازل ہوئی۔ بلکہ یہ وہی آیت ہے جس نے اس مردِ حق پرست کو فاروقِ اعظم کا خطاب بخشا۔ ان کے دین و ایمان پر مہرِ مثبت کر دی۔

تفسیر خازن صفحہ ۳۹۷ - تفسیر کبیر جلد ۳ - صفحہ ۲۷۸ :-  
بشر نامی ایک منافق اور ایک یہودی کے درمیان کسی بات میں جھگڑا ہو گیا۔ فقال الیہودی ننتقلق الی محمد علیہ السلام وقال المنافق بل ننتقلق الی کعب بن الاشرف

فیصلہ کرانے کے لئے اس یہودی نے کہا کہ ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس چلتے ہیں۔ وہ اگرچہ رسول اکرم علیہ السلام کو نبی تو نہیں مانتا تھا۔ لیکن یہ جانتا تھا کہ محمد علیہ السلام جو فیصلہ کرتا ہے۔ وہ صحیح ہوتا ہے اس لئے کہ اس کا ہر فیصلہ خدا کا فیصلہ ہوتا ہے!

لیکن اس منافق نے کہا کہ نہیں بلکہ کعب بن اشرف کے پاس چلتے ہیں یہ بھی منافقوں کے گروہ کا سردار تھا اور قرآن نے اسے ہی طاغوت جیسے بُرے لفظ سے پکارا ہے۔

.. یہودی نے جب اصرار کیا۔ تو وہ منافق بھی مان گیا اور دونوں نبی اکرم علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ حاکم دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں کے بیان سننے کے بعد یہودی کے حق میں فیصلہ کر دیا۔ جب عدالت مصطفیٰ علیہ السلام سے فیصلہ سن کر باہر نکلے تو منافق نے کہا کہ مجھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ منظور نہیں ہے۔

اس یہودی نے کہا۔ ا تطلق بتا الیٰ اعس۔ کہ چلو عمر کے پاس چلتے ہیں۔

پھر دونوں اس مرکز عدل و انصاف کے پاس گئے۔ یہودی نے کہا کہ اس سے پہلے محمد علیہ السلام نے فیصلہ میرے حق میں کر دیا ہے لیکن یہ ان کے فیصلہ کو نہیں مانتا۔ آپ نے پوچھا کیا یہ ٹھیک ہے؟

اس نے کہا ہاں!

حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ذرا ٹھہرو۔ میں اندر سے ہواؤں  
 فَدَاخَلَ عُمَرَا الْبَيْتَ وَأَخَذَ السَّيْفَ۔ پس حضرت  
 عمرؓ گھر گئے اور تلوار پکڑی اور باہر آکر اس منافق کو قتل  
 دیا اور فرمایا ہکذآ اَقْضَىٰ بَيْنَ مَنْ لَّمْ يَرْضَ لِقَضَائِهِ  
 اللَّهُ وَرَسُولُهُ۔ کہ جو خدا و رسول کے فیصلہ کو نہیں مانتا  
 عمرؓ اس کا فیصلہ تلوار سے کیا کرتا ہے۔

پس مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی۔ وَقَالَ جَبْرِيلُ  
 عُمَرَ قَرَأَ قَبْلَ بَيْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ فَسَمِعَ الْفَارُوقَ۔  
 اور حضرت جبریل علیہ السلام نے کہا۔ تحقیق عمرؓ نے حق اور  
 باطل کے درمیان فرق کر دیا۔ پس اسی دن سے حضرت عمرؓ  
 تعالیٰ عنہ کا خطاب لقب فاروق ہو گیا۔

قرآن پاک کی ان آیات کی روشنی میں یہ حقیقت روز  
 کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ اسلام میں حضرت عمر فاروقؓ  
 اللہ تعالیٰ عنہ کا وجود مقدس اسلام کی شان و عظمت بڑھ  
 دین و شریعت کی بنیادوں کو مضبوط بنانے۔ نیکی و شرافت  
 روشنی پھیلانے اور حق و باطل کے درمیان فرق پیدا کرنے کے  
 لئے ایک ستون کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور انہیں وجوہات  
 بنا پر وہ بارگاہ نبوت و رسالت میں بھی معزز و محترم تھے  
 حریم قدرت و فطرت میں بھی مقبول و منظور تھے۔  
 نہ شہنشاہِ دو عالم نے ہی ان کی کوئی آرزو ٹھکرائی اور  
 ہی ریتِ دو جہاں نے ان کی کسی رائے کو پامال کیا۔



نبوت ہر معاملہ میں ان سے مشورہ طلب کرتی رہی اور قدرت کی طرف سے ہر مقام پر ان کی رائے کی تائید میں قرآن نازل ہوتا رہا۔ ان کا کیا ہوا کوئی فیصلہ نہ ہی نبی اکرم علیہ السلام نے کبھی نا منظور کیا اور نہ ہی خداوند تعالیٰ نے کبھی رد کیا۔

جو انہوں نے کہہ دیا۔ وہ فرش پر بھی ہو گیا۔ اور عرش پر بھی۔ مگر افسوس ہے شیعہ حضرات کے بغض و عناد پر کہ وہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی کچھ نہیں جانتے اور سب کچھ سمجھتے ہوئے بھی کچھ نہیں سمجھتے۔ نہیں تو نہ سہی۔ اس لئے کہ

فاروق اعظم کی شان و عظمت کسی کے ماننے یا نہ ماننے کی محتاج نہیں ہے۔ ان کے مراتب و مدارج کوئی دنیا کا بد قسمت تسلیم کرے یا نہ کرے ان کے وقار و مقام میں کوئی فرق نہیں آتا۔ اور ان کی شان میں اگر کوئی بے ادبی یا گستاخی کرتا ہے تو یہ اس کے اپنے دین و ایمان کی کھیتی کی بربادی کی دلیل ہے۔ ان کی عزت و آبرو اور ان کے کمال و احترام میں کوئی فرق نہیں آئے گا۔ وہ پھر بھی فاروق اعظم ہی رہیں گے۔

یہ فریب خوردہ حضرات تو اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ بھلا جس مومن کامل کی تمناؤں کو نہ رسول اکرم علیہ السلام ہی پا مال کریں۔ اور نہ خدا تعالیٰ ہی اس کے کئے ہوئے فیصلوں کو رد کرے۔ اور زبان نبوت جس کی مدح سراٹی فرمائے اور لسان قدرت جس کی رائے کے مطابق کلام کرے۔ تو پھر کوئی ایسے مرد حق پرست کا کیا بگاڑ سکتا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ - ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 فرماتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے واقفت  
 ربی فی ثلاث فی مقام ابراہیم و فی الحجاب و فی اساری  
 بدس۔ کہ تین مقامات پر میری اور خدا تعالیٰ کی منشاء میں موافقت  
 ہوئی۔ مقام ابراہیم کے بارے میں! ازواجِ مطہرات کے پردہ  
 کے متعلق اور جنگِ بدر کے قیدیوں کے سلسلہ میں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۰۔ حضرت ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ فرماتے ہیں۔ کہ دوسرے انسانوں پر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ  
 عنہ سے افضل ہیں۔ اس لئے کہ ان کی اور اللہ تعالیٰ کی رائے ایک  
 ہو گئی۔ اسیرانِ بدر کے متعلق۔ ازواجِ مطہرات کے پردے کے  
 بارے میں و بدعوۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم و برایہ  
 فی ابوبکر۔ اور نبی کریم علیہ السلام لانے کے لئے دعا کرنے میں  
 اور حضرت ابوبکرؓ کو خلیفہ اول منتخب کرنے کے سلسلہ میں۔

# احادیث نبویؐ اور فاروقِ اعظمؓ

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۰ - مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۵ -

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷ - حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے سنا آپ نے فرمایا بَيْنَنَا اَنَا نَا لِمُرَّ رَا مِئْتِنِي عَلٰی قَلْبِي عَلَيْنَا رَا تَوْءُ - کہ میں سویا ہوا تھا کہ میں نے اپنے آپ کو ایک کنوئیں پر دیکھا جو پتھروں اور اینٹوں سے تیار کیا ہوا تھا اور اس کنوئیں پر ایک ڈول تھا۔ میں نے اس کنوئیں سے جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا پانی نکالا پھر وہ ڈول حضرت ابو بکرؓ نے پکڑ لیا۔ اور ایک دو ڈول ہی نکالے کہ کمزور ہو گئے واللہ یغفر له ضعفه۔ اللہ ابو بکرؓ کی اس کمزوری کو معاف کرے۔ نبی کریم علیہ السلام کا یہ فرمانا اس لئے نہیں تھا کہ وہ کمزوری حضرت ابو بکرؓ کا گناہ تھا بلکہ ایک عام محاورے عرف عام اور روزِ مرہ کی آپس کی کلام کے طور پر تھا جیسے کوئی یوں کہے کہ فلاں نے یہ کام کیا ہے اللہ اس پر رحم کرے۔

ثم استخالت غرّاً فاخذها ابن خطاب فلم  
اربع بقصر يا من الناس ينزع عنهم حتى ضرب  
الناس بغطين - پھر وہ ڈول بڑا اور بھاری ہو گیا اور اسے

حضرت عمرؓ نے پکڑ لیا۔ پس میں نے آدمیوں میں سے کسی کو اتنا بہادر  
 قوی اور باہمت نہیں دیکھا۔ کہ حضرت عمرؓ بڑوں پر ڈول پر ڈول سے  
 جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ لوگ اس کتوئیں پر اتنے اکٹھے ہو گئے کہ  
 جیسے اونٹ اور بکریاں کسی چشمے کے چاروں طرف بیٹھ جاتے ہیں۔

اس حدیث پاک میں اس طرف اشارہ ہے کہ حضرت عمرؓ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت اور دوران امت میں لوگ چشمہ  
 اسلام سے سیراب ہو کر اپنی دین و ایمان کی کھیتیوں کو سرسبز و  
 شاداب کریں گے! اور حضرت عمرؓ کے ہاتھوں علیہ السلام ہو گا  
 عظمت دین بڑھے گی۔ اور فتوحات اسلامیہ میں وسعت ہوگی

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۰۹۔  
 حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام  
 نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ جَعَلَ الْحَقَّ عَلَى لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلْبِهِ۔ کہ  
 تحقیق خدا تعالیٰ نے حضرت عمرؓ کی زبان پر بھی حق جاری کر دیا ہے۔  
 اور دل میں بھی حق سمودیا ہے۔ یعنی ان کی زبان سے نکلی ہوئی ہر  
 بات حق و ہدایت پر مبنی ہوتی ہے۔ اور ان کے دل میں بھی حق و صداقت  
 کے علاوہ بھی کوئی چیز نہیں پیدا ہوتی۔ ابو داؤد میں حضرت ابو ذرؓ  
 رضی اللہ تعالیٰ عنہ یوں فرماتے ہیں۔ ان اللہ وضع الحق علی  
 لسان عمر یقول بہ۔ کہ تحقیق اللہ کریم نے حق و ہدایت کو  
 حضرت عمرؓ کی زبان پر رکھ دیا ہے وہ جب بھی بولتے ہیں حق ہی  
 فرماتے ہیں۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۴۔ دلائل النبوة کے حوالہ سے حضرت

علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں اِنَّ السَّيِّئَةَ تَنْطِقُ  
 عَلٰی لِسَانِ عُمْرٍ۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پاک سے  
 اطمینان قلب کے موقیٰ ٹپکتے ہیں۔ سکون دل کے دریا بہتے ہیں اور  
 راحت جان کے پھول جھڑتے ہیں۔ مطلب یہ کہ ان کی گفتگو سے  
 اطمینان قلب اور سکون دل حاصل ہوتا ہے۔

بخاری شریف جلد ۱۔ صفحہ ۵۲۰۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۵۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے  
 ہیں۔ کہ معراج کی رات کو میں جنت میں داخل ہوا۔ میں نے وہاں  
 ایک خوبصورت محل کے صحن میں ایک عورت دیکھی۔ میں نے پوچھا۔  
 یہ محل کس کا ہے۔ کہا گیا بعمر بن الخطاب کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے لئے ہے۔  
 میں نے ارادہ کیا کہ اس محل میں داخل ہو جاؤں۔ مگر اے عمر رضی اللہ عنہ تیری  
 غیرت یاد آگئی۔ فَقَالَ عُمَرُ يَا بَنِيَّ أَنْتَ وَأُخْتِي يَا رَسُولَ اللَّهِ  
 صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَعْدَيْكَ آغَارُ۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے  
 عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام میرے ماں باپ آپ پر قربان  
 کیا میں نے آپ پر غیرت کھانی تھی۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۸۔ ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۰۹۔

حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول معظم علیہ  
 السلام نے فرمایا۔ لَوْ كَانَتْ بَعْدِي نَبِيٌّ لَكَانَ عِنْدَ بَنِي الْخَطَّابِ۔  
 کہ اگر بعد میں میرے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہوتا۔  
 یہاں یہ خیال رہے کہ کسی کی شان و عظمت اور تعریف و مدح کو  
 مبالغہ کے طور پر بیان کرنے وقت امر محال کی نسبت بھی جائز ہے۔

نبی کریم علیہ السلام کے بعد کسی نبی کا آنا محال عقلی و عادی ہے۔  
لیکن آپ نے چونکہ حضرت عمرؓ کی شان و تعریف کو مبالغہ کے طور پر  
بیان فرمایا ہے اس لئے اس امر محال کا ذکر فرما دیا ہے۔

اس حدیث پاک سے پوری طرح واضح ہوتا ہے کہ حضرت  
عمر رضی اللہ تعالیٰ میں وہ تمام صفات موجود تھیں جو ایک نبی میں  
ہوتی ہیں اور وہ جو ہر رسالت جو کسی رسول میں ہوتا ہے حضرت  
فاروق اعظمؓ اس جوہر سے بیگانہ نہیں تھے۔

بخاری شریف جلد ۱ - صفحہ ۵۲۱ - مسلم شریف جلد ۱۰ صفحہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ پہلی امتوں  
میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جو ملہم اور محدث ہوتے تھے۔ فَإِنَّ يَكُ  
فِي أُمَّتِي أَحَدًا فَإِنَّهُ عُنُسٌ۔ پس میری امت میں اگر کوئی ایسا شخص  
ہے تو وہ حضرت عمرؓ ہے۔ محدث و ملہم کی زبان پر فرشتے بولتے  
ہیں یعنی اس شخص کی کیفیت یہ ہوتی ہے۔ کہ فرشتے اس سے جو  
کچھ کہتے ہیں وہ وہی دوسرے انسانوں کو کہہ دیتا ہے۔

ثابت ہوا کہ حضرت عمرؓ الہامات الہی سے بھی سرفراز تھے۔

حدیث پاک میں جو آن يَكُ كَالْفِظِّ آيَا ہے کہ اگر کوئی ہے۔

یہ صرف انتہائے وثوق کے لئے ہے۔ جیسے کوئی شخص کسی کو کہے کہ

اگر دنیا میں میرا کوئی یار ہے تو تو ہے تو اس کلمہ سے اس کی دوستی

و یاری کے پکے ہونے کی دلیل ہے۔ مطلب یہ کہ تو واقعی میرا صحیح

معنوں میں یار ہے۔ اسی طرح حضرت عمرؓ بھی واقعی اور صحیح معنوں

میں محدث و ملہم تھے!

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۱ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۷ -

حضرت ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میں نے خواب میں لوگوں کو دیکھا علیہم قمیض فمئھا ما ینبغ اللہم ان کے جسموں پر قمیضیں تھیں کسی کی قمیض اس کی سینے تک تھی اور کسی کی کم قمیض علیٰ عمرہ وعلیہ قمیض اجرہ قالوا فمأؤلہ یارسول اللہ قال الدین۔ پھر حضرت عمرؓ مجھ پر پیش ہوئے یعنی میرے سامنے آئے تو ان کی قمیض زمین تک لٹکی ہوئی تھی غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس خواب کی تعبیر کیا ہے۔ فرمایا الدین۔ مطلب یہ کہ حضرت عمرؓ کی بدو دین میں وسعت پیدا ہوگی اور دور دور تک دین کا بکھیرے گا۔ بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۰ - مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۶ -

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۵۶ - حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو کہ عشرہ مبشرین میں سے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن حضرت عمرؓ نے رسول معظم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہونے کی اجازت طلب کی۔ و عندہ نسوة من قریش۔ اس وقت نبی کریم علیہ السلام کے پاس قریش کی عورتیں بیٹھی تھیں۔ وہ ازواج مطہرات تھیں یا کوئی اور۔ اور وہ بلند آواز سے بول رہی تھیں۔ جب حضرت عمرؓ اندر گئے۔ فقمن فبادروت الحجاب۔ تو وہ عورتیں جلدی سے اٹھ کر پردے کے پیچھے ہو گئیں۔ فدخَلَ عمرُ ورسول اللہ یضحک فقال اضحک اللہ

اللَّهُ بِسْمِكَ يَا رَسُولَ اللَّهِ - حضرت عمرؓ نے فرمایا - تو دیکھا  
 کہ رسولِ خدا علیہ السلام مسکرا رہے ہیں - حضرت عمرؓ نے عرض  
 کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا تعالیٰ آپ کو ہمیشہ خوش و  
 خرم رکھے یعنی مسکراتا رکھے - کیا بات ہے - سید المرسلین صلی اللہ  
 علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں ان عورتوں پر تعجب کر رہا ہوں کہ جو نبی  
 انہوں نے تیری آواز سنی - دوڑ کر برسے کے پیچھے ہو گئی ہیں حضرت  
 عمرؓ نے ان کو فرمایا -

يَا عَدُوَّاتِ اَنْفُسِهِنَّ اَلْمَبْنِيَّ وَ اَلتَّهْبِيَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ  
 کہ اے اپنی جانوں سے دشمنی کرنے والی عورتو! تم نے مجھ سے تو  
 خوف کھایا لیکن نبی کریم علیہ السلام سے تمہیں ڈر نہیں آیا - تو ان  
 عورتوں نے جواب دیا - اے عمرؓ آپ دین کے معاملہ میں سخت  
 ہیں اور کلمی والا آقائے دو جہاں صلی اللہ علیہ السلام رحمت ہی  
 رحمت ہے -

رسولِ خدا علیہ السلام نے فرمایا - اے عمرؓ ان پر دین کے معاملات  
 میں اور بھی سختی کرو -

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ مَا لِقَيْكَ الشَّيْطَانَ سَابِغًا  
 فَمَا قَطُّ اِلَّا سَلَكَ نَجًّا غَيْرَ نَجِّكَ - امام الانبياء صلی اللہ علیہ  
 وسلم نے فرمایا - مجھے قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں  
 میری جان ہے اے عمرؓ تمہاری راہ پر چلنے والے کو کبھی شیطان  
 بہکا نہیں سکتا - جس نے تمہاری راہ چھوڑ دی - اسے شیطان  
 نے پکڑ لیا -



تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۶۵ تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۹: - اِنَّهُ بَعَثَ  
 جَبِيْنًا وَاَفْرَسًا عَلَيْهِمْ رَجُلًا يُّدْعٰى سَارِيَةَ بِنَ الْحَصِيْنِ  
 قَبِيْنًا عُمَرُ يَوْمَ الْجُمُعَةِ يَخْطُبُ جَعَلَ يَصِيْحُ - يَنَادِي فِيْ  
 خُطْبَةٍ وَهُوَ عَلٰى الْمَنْبَرِ يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ ثَلَاثًا قَالَتْ عَلِيٌّ  
 ابْنُ اَبِيْ طَالِبٍ فَكَتَبْتُ تَارِيْحَ تِلْكَ الْكَلِمَةِ -

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نہاوند پر لشکر کشی کی اور  
 حضرت ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو امیر لشکر بنایا۔ وہاں جنگ  
 شروع تھی اور یہاں حضرت عمر جمعۃ المبارک کا خطبہ ارشاد  
 فرما رہے تھے کہ اچانک آپ نے نگاہ اٹھائی اور تین دفعہ بلند  
 آواز سے پکارا۔ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو۔ حضرت علی  
 المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے اس دن کی تاریخ  
 لکھی۔

چند دنوں کے بعد مسلمانوں کو وہاں فتح نصیب ہوئی اور ایک  
 شخص فتح کی خوشخبری لے کر دربار خلافت میں حاضر ہوا۔ حضرت  
 عمر نے پوچھا۔ فتح کیسے ہوئی۔

اُس نے جواب دیا۔ کہ لڑائی میں شکست ہو رہی تھی۔ کہ عین  
 جمعہ کے وقت اچانک ہمارے کانوں میں تین دفعہ یہ آواز آئی۔  
 يَا سَارِيَةَ الْجَبَلِ - فَغَلَبْنَا بِبَرَكَتِ ذَا لِكَ الصَّوْتِ -  
 پس ہمیں اس آواز کی برکت سے فتح حاصل ہو گئی۔

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور جمعہ کا خطبہ  
 دے رہے ہیں۔ اور ادھر تین ہزار دو سو میل کے فاصلے پر نہاوند

میں شکر اسلام کو لڑتا ہوا بھی دیکھ رہے ہیں۔

اور ایسا کرتے بھی کیوں نہ جب نبی اکرم علیہ السلام نے ان کو یہ فرمایا تھا۔ انت متی بمنزلة البصر۔ کہ اے عمرؓ تم میری آنکھ ہو۔ پھر حضرت عمرؓ کا اتنے فاصلہ سے میدان جنگ کو دیکھ لینا کوئی بڑی بات نہیں تھی۔

اس میں سید المرسلین صلوات اللہ علیہ وسلم کا معجزہ بھی ہے۔ اور حضرت عمرؓ کی کرامت بھی۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۶۵۔ امام رازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ۔  
وَقَعَتِ الزَّلْزَلَةُ فِي الْمَدِينَةِ فَضَرَبَ عُمَرُ رَاةَ عَلِيٍّ  
الْأَرْضِ فَقَالَ اسْكُنِي بِإِذْنِ اللَّهِ فَسَكَنْتُ وَمَا حَدَّثْتُ  
النَّاسَ لَكِ بِالْمَدِينَةِ بَعْدَ ذَلِكَ۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آگیا۔ پس حضرت عمرؓ نے جلال میں آکر اپنا ڈرہ زمین پر مارا۔ اور فرمایا۔ اے زمین اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ پس زمین ٹھہر گئی۔ اور پھر مدینہ منورہ میں اس کے بعد کبھی زلزلہ نہیں آیا۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۲۶۵۔ اَنَّ رَسُولَ مَلِكِ رُومٍ  
جَاءَ إِلَى عُمَرَ فَطَلَبَ الدَّارَةَ فَطَنِيَّ اَنَّ دَارَةَ مِثْلُ قُصُودِ  
الْمُلُوكِ فَقَالُوا لَيْسَ لَهُ ذَلِكَ وَإِنَّمَا هُوَ فِي الصُّمَاءِ۔

روم کے بادشاہ نے ایک آدمی کو حضرت عمرؓ کے قتل کی خاطر بھیجا۔ وہ مدینہ منورہ آیا۔ اس نے لوگوں سے پوچھا کہ تمہارے خلیفہ کا محل کہاں ہے۔ اس کا خیال تھا کہ عمرؓ کا محل بھی تمہارے

بادشاہوں کی طرح ہوگا۔

مسلمانوں نے اس کو بتایا کہ ان کا کوئی محل نہیں ہے وہ تو صحرا میں اینٹ کا تکیہ لگا کے سوئے ہوئے ہیں۔

وہ قاصد جو حضرت عمرؓ کو قتل کرنے کے ارادہ سے آیا تھا

صحرا میں آیا۔

رَأَى عُمَرَ وَضَعَ دُرَّتَهُ تَحْتَ رَأْسِهِ فَعَجَبَ الرَّسُولُ  
مِنْ ذَلِكَ وَقَالَ إِنَّ أَهْلَ الشَّرْقِ وَالْغَرْبِ يَخَافُونَ  
مِنْ هَذَا الْإِنْسَانِ! اُس نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ اپنے درہ  
کو سر کے نیچے رکھ کر سوئے ہوئے ہیں۔

پس وہ شخص یہ نظارہ دیکھ کر حیران ہو گیا۔ کہ یہ ہے وہ

انسان جس سے مشرق و مغرب والے خوف کھاتے ہیں!

اُس نے قتل کرنے کے لئے تلوار اٹھائی۔ اَخْرَجَ اللَّهُ مِنْ

الْأَرْضِ أَشَدَّيْنِ۔ کہ اللہ تعالیٰ نے زمین سے دو شیر نکال  
دئے! اُس نے تلوار پھینک دی اور مسلمان ہو گیا۔

تفسیر کبیر جلد ۵۔ صفحہ ۲۶۵۔ تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۰۔ مصر کا دریا

نیل ہر سال ایک نوجوان کنواری لڑکی کا خون لے کر بہتا تھا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ جب مصر کے گورنر ہوئے تو لوگوں نے

شکایت کی۔ آپ نے فرمایا کہ زمانہ جاہلیت کی کوئی چیز باقی

نہیں رہنے دی جائے گی۔ چنانچہ حضرت عمرو بن العاصؓ نے

حضرت عمرؓ کو سارا ماجرا لکھا۔ فاروق اعظمؓ نے حضرت عاصؓ کو

ایک خط لکھا۔ کہ تم نے اچھا کیا ہے کہ عہد جاہلیت کے ہر نقش کہن

کو مٹانے کی کوشش کر رہے ہو اور ایک رقعہ دریائے نیل کی طرف لکھا۔ فَإِنْ كُنْتُ تَجْرِي مِنْ قِبَلِكِ فَلَا تَجْرِي وَأَنْ كَانَتْ اللَّهُ تَجْرِيكَ فَأَسْأَلِ اللَّهَ الْوَاحِدَ الْقَهَّارَ أَنْ يَجْعَلَ يَكُ - کہ اے دریائے نیل اگر تو اپنی مرضی سے چلنا ہے تو نہ چل اور اگر تجھے اللہ تعالیٰ چلانا ہے تو پھر میں اسی خدا کے نام پر تجھے حکم دیتا ہوں کہ چل۔

حضرت العاص فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت عمرؓ کا وہ رقعہ دریائے نیل کو پھینک دیا۔ صبح کو دیکھا تو سِتَّةَ عَشْرًا ذَرَا عًا۔ کہ سولہ گز پانی دریائے نیل میں بہ رہا تھا۔ اور آج تک بھی بہ رہا ہے اور قیامت تک بہتا رہے گا۔

نزهت المجالس جلد ۳ صفحہ ۱۸۸۔ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رات کو خواب میں نبی کریم علیہ السلام کے پیچھے نماز پڑھی۔ پھر ایک عورت کھجوریں لے آئی۔ رسول اکرم علیہ السلام نے ایک کھجور میرے منہ میں ڈال دی۔ میں بیدار ہوا تو میرے دل میں شوق تھا کہ امام الانبیاء صل اللہ علیہ وسلم سے کھجور کھا کر مزہ لوں۔ چنانچہ میں مسجد پہنچا۔ دیکھا تو حضرت عمرؓ نماز پڑھا رہے ہیں۔ میں نے بھی پیچھے نماز پڑھی۔ پھر میں نے دیکھا کہ وہی رات والی عورت کھجوریں لے کر آئی ہے۔ وَدَخَعَ بِيْنَ يَدَيَّ عُمَرُ فَأَخَذَ زَطْبَةً فَمَجَّعَهَا فِي فَمِي۔

حضرت عمرؓ نے میرے سامنے رکھ دیں۔ اور ایک کھجور میرے منہ میں ڈال دی۔ میں نے ایک اور لینے کی خواہش ظاہر کی تو حضرت

عمرؓ نے فرمایا۔ لَوْ زَادَكَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 الْبَارِحَةَ لَبُرْتُ نَاكَ۔ کہ اگر رات کو رسول خدا علیہ السلام ایک  
 سے زیادہ دیں ہوتیں تو میں بھی زیادہ دے دیتا۔ حضرت علیؓ  
 فرماتے ہیں کہ میں حضرت عمرؓ کی اس بات پر بڑا حیران ہوا تو حضرت  
 عمرؓ نے فرمایا يَا عَلِيُّ أَلَمْؤُومِن يَنْظُرُ بِنُورِ الدِّينِ۔ کہ مومن دین  
 کے نور سے سب کچھ دیکھتا ہے۔

حضرت علیؓ نے فرمایا۔ آپ نے ٹھیک فرمایا ہے۔ میں نے رات  
 کو نبی کریم علیہ السلام کو ایسا ہی کرتے دیکھا ہے۔  
 یہ ہیں اس لہر کے عدل و انصاف۔ منبع لطف و کرم۔ سرچشمہ  
 رحم و شفقت۔ جسمہ حق و صداقت اور پیکر عشق و عطف کے عارف  
 کمالات جن کے ایمان و اسلام کی خاطر شہنشاہ دو جہاں علیہ السلام  
 نے بارگاہ رب العزت میں اپنی جھولی پھیلا دی۔ اور پھر اپنے دامن  
 رحمت میں لے کر فاروق اعظم کا خطاب عطا فرمایا۔ جن کی رائے  
 کے مطابق وحی الہی نازل ہوتی رہی۔ جن کے فیصلوں کی تائید خود  
 خدا تعالیٰ کرتا رہا۔ اور جس نے فتوحات اسلام کی حقیقی بنیاد  
 رکھ کر مصر و یمن۔ روم و شام اور عراق و ایران کے ظلمتگروں کو  
 دین و ایمان کی روشنی پھیلائی۔ حق و اسلام کے چراغ جلائے اور  
 رشد و ہدایت کی قندیلیں روشن کیں۔

مگر افسوس ہے۔ کہ شیعہ حضرات قرآن و حدیث اور اپنے بھی  
 مہند بن کی کتابوں کو ٹھکرا کر دین و ایمان کے اس کامل ماہتاب  
 کا طرف تھوکتے ہیں۔ مگر وہ ان کے اپنے ہی چہروں پر پڑتا ہے!

حالانکہ محبانِ اہل بیت کے ان جھوٹے دعویداروں پر حضرت  
عمرؓ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ دنیا کے تمام شیعہ حضرات قیامت  
تک اس احسان کا بدلہ دینے کی کوشش کریں تو بھی ان احسانانہ  
کے پہاڑوں کا ایک ذرہ بھی ادا نہیں کر سکتے۔

میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ملکہ ایران حضرت بی بی شہر بانو  
کو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نکاح میں کس نے دیا۔  
اور یہ نکاح کس نے پڑھایا؟

شیعہ حضرات تو شاید اپنی قلبی شقاوت کے باعث اس کا جواب  
نہ دے سکیں اور شرم کے مارے خاموش رہیں لیکن اس حقیقت  
سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ ایسا کرنے والے وہی خلیفہ دوم  
حضرت عمرؓ تھے جن کو یہ لوگ مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔

اس ایمان افروز حقیقت کے بعد یہ تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ  
آج کے یہ سید زادے اسی شہر بانو کی اولاد ہیں جس کا نکاح حضرت  
عمرؓ نے امام حسینؓ سے پڑھایا تھا۔

اور اگر یہ مان لیا جائے کہ حضرت عمرؓ نعوذ باللہ مسلمان نہیں  
تھے۔ تو پھر وہ نکاح جائز نہیں رہتا۔ اور اگر نکاح جائز نہ ہو  
تو پھر سادات کے حسب و نسب میں فرق لازم آتا ہے۔ مگر  
دکھ تو یہ ہے کہ ان کو اور سب کچھ منظور ہے لیکن حضرت عمرؓ  
کو مسلمان ماننا منظور نہیں ہے۔

آج کے ایران کی شیعہ سلطنت بھی انہیں کی مرہونِ منت  
ہے مگر یہ عجیب بات ہے کہ یہ لوگ ان کو مسلمان بھی نہیں مانتے اور

ان کے فتح کئے ہوئے ملک پر حکومت بھی کر رہے ہیں  
 سچ تو یہ ہے کہ تاریخ اسلام سے اگر اس مومنین کا مل با فاتح  
 اعظم اور مونس دین کو خارج کر دیا جائے۔ تو پھر اسلامی  
 تاریخ کے سنہری ابواب میں سوائے سفید کاغذوں کے اور کچھ  
 بھی نہیں رہ جاتا۔

اگر شیعہ حضرات نکاہوں سے بعض وعناد کی پٹی اتار کر عمر  
 فاروق کی عظمت کو دیکھیں اور دلوں سے تعصب و عداوت  
 کی سیاہی کو دھو کہ اس مردِ حق پرست۔ حق گو اور حق شناس  
 کے محاسن و کمالات پر غور کریں تو انہیں نہ صرف اس مُرادِ مصطفیٰ  
 کا کامل الایمان پکا اور سچا مسلمان اور محبوبِ خدا علیہ السلام  
 کا وفادار ساتھی۔ با اعتماد دوست اور فاتحِ اعظم ہونا نظر آئیگا  
 بلکہ دامادِ علی المرتضیٰ ہونا بھی دکھائی دے گا!  
 اگر دامادِ مصطفیٰ ہونے میں بہت بڑی فضیلت ہے تو دامادِ  
 مرتضیٰ ہونے میں بھی بہت بڑی سعادت ہے۔

علی دامادِ نبی علیہ السلام ہے اور عمر رضی اللہ عنہما دامادِ علی رضی اللہ عنہما ہے۔  
 علی دامادِ امام الانبیا علیہ السلام ہے اور عمر رضی اللہ عنہما دامادِ امام الاولیاء رضی اللہ عنہما ہے۔

اُمّ کلثوم بنت علی وفاطمہ کا نکاح حضرت عمر کے سائے

فروع کافی جلد ۲۔ صفحہ ۱۲۱ کتاب النکاح۔ باب فی تزویج  
 اُمّ کلثوم۔ شیعہ حضرات کی معتبر کتاب ہے جس کے مصنف رئیس المتدین

الشیخ الامام الحافظ ثقہ الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب الکلیدی  
الرازی سے اور اس کتاب کے متعلق شیعہ حضرات کا اعتقاد یہ ہے  
کہ مصنف نے یہ کتاب امام المنتظر یعنی امام ہمدی کی خدمت میں پیش  
کی تو انہوں نے فرمایا ہذا کان لشیعتنا۔ کہ یہ کتاب ہم شیعوں  
کے لئے کافی ہے کسی اور کتاب کی ضرورت نہیں ہے۔

**پہلی دلیل :-** عَنْ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَلَيْهِ السَّلَامُ فِي تَزْوِجِ  
أُمِّ كَلثُومٍ فَقَالَ إِنَّ ذَا لِكَ فَرَجٍ غُصْبِنَاؤُ - امام جعفر  
سے مروی ہے کہ آپ سے ام کلثوم کے نکاح کے متعلق پوچھا گیا  
آپ نے فرمایا۔ یہ ایک حیا تھی۔ یا یہ ایک رشتہ تھا۔ جو ہم سے چھپا  
لیا گیا ہے۔

**دوسری دلیل صفحہ ۱۴۱ :-** امام جعفر سے مروی ہے  
فرماتے ہیں۔ لَمَّا خَطَبَ إِلَيْهِ قَالَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ إِنَّهَا  
صَبِيَّةٌ قَالَ فَلَقِيَ الْعَبَّاسُ فَقَالَ لَهُ مَا لِيَ ابْنِي بِأَسْفَقًا  
وَمَا ذَكَ قَالَ خَطِيبَتِ الْإِلِيِّ بْنِ أَخِيكَ فَرَدَنِي أَمَا وَاللَّهِ  
لَا عُدُونَ زَهْمًا وَلَا أَدْعَ بَلْ كُنْمُ مَلَكًا مَلَا أَلَا هَدِ مَتَهَا  
قِيَمَنَ عَلَيْهِ شَاهِدِينَ بَانَهُ سَرَقَ وَلَا قَطْعَنَ بِيَمِينِهِ قَاتَا  
العباس فاخبره وساله ان يجعل الاصل اليه فجعله  
کہ حضرت علیؑ کو جب بیٹی کے رشتہ کے متعلق کہا گیا۔ تو فرمانے لگے  
وہ ابھی نابالغ ہے۔ تو حضرت عمرؓ حضرت عباسؓ سے ملے۔ اور  
فرمانے لگے کہ مجھے کیا ہوا ہے۔ مجھے کوئی بیماری لگی ہے۔ تو حضرت  
عباسؓ نے کہا۔ آخر بات کیا ہے۔ تو آپ کہنے لگے۔ کہ میں نے آپ



بھتیجی یعنی حضرت علیؑ سے رشتہ طلب کیا ہے اور انہوں نے انکار کر دیا ہے۔ خدا کی قسم میں تم سے زمزم واپس لے لوں گا اور تمہارے لئے عزت کا کوئی مقام نہ چھوڑوں گا۔ اور حضرت علیؑ پر چوری کے دو گواہ کھڑے کر کے انکا دایاں ہاتھ کٹوادوں گا۔ حضرت عباسؑ حضرت علیؑ کے پاس آئے اور ساری گفتگو سنا لی۔ اور ساتھ ہی سوال کیا کہ اُمّ کلثومؑ کے نکاح کا معاملہ میرے سپرد کر دیجئے۔ آپ نے ایسا ہی کیا۔

**تیسری دلیل :-** فروع کافی جلد ۲ - صفحہ ۱۱۳ - عبداللہ بن

اور معاویہ بن عمار کہتے ہیں کہ ہم نے امام جعفرؑ سے سوال کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عورت عدت کہاں گزارے اپنے گھر میں یا جہاں چاہے؟ تو آپ نے فرمایا۔ بَلْ حَيْثُ شَأْتُ لَمْ قَالَ اِنَّ عَلِيًّا صَلَوَاتِ اللّٰهِ عَلَيْهِ لَمَّا مَاتَ عَمْرُ اَتَى اُمَّمَ كَلْثُومَ فَاَخَذَ بِيَدِهَا فَانْطَلَقَ بِهَا اِلَى بَيْتِهِ۔ بلکہ جہاں چاہے پھر فرمایا جب عمر فوت ہوئے۔ تو حضرت علیؑ اُمّ کلثومؑ کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

**چوتھی دلیل :-** فروع کافی جلد ۲ - صفحہ ۱۱۳ - سلیمان بن خالد

کہتے ہیں کہ میں نے حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سوال کیا کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے وہ عدت کہاں گزارے؟ آگے پہلا ہی مضمون ہے۔

**پانچویں دلیل :-** بحاس المومنین صفحہ ۸۲ مطبوعہ طہران (ایران)

قاضی سید نور اللہ شوشتری۔ در کتاب استغاثہ وغیر آں مسطور است

کہ چوں عمر بن خطاب جہت ترویج خلافت فاسدہ خود داعیہ ترویج  
 ام کلثوم و خیر حضرت امیر نمود و ان حضرت جہت امامت حج مکرراً اظہار  
 باو امتناع نمود۔ آخر عمر عباسی را بنزد خود طلبید و سوگند خوردہ گفت  
 کہ اگر علی را بدامادی من راضی نمی سازی آنچه در دفع او ممکن باشد خواہم  
 کرد۔ و منصب ستفایہ حج و زمزم را از تو خواہم گرفت۔ عباس ملاحظہ  
 نمود کہ اگر این نسبت واقع نشد آن فقط غلیظ تر تکب چنان امر ناصواب  
 خواہد شد از حضرت امیر علیہ السلام التماس و الحاح نمود کہ نکاح آن مطہرہ  
 و مظلومہ را با و تفویض نماید و چون مبالغہ عباس در این باب از حد  
 گذشت آنحضرت از روی اکراہ ساکت شدند تا آنکہ عباس از خود  
 ارتکاب ترویج او نمود و جہت الحفاء نائیرہ فتنہ او را با منافی ظاہر  
 الاسلام عقد فرمود:

ترجمہ:- کتاب استغاثہ وغیرہ میں منقول ہے کہ جب حضرت  
 عمر بن خطاب نے اپنی خلافت کو ترویج دینے کے لئے حضرت علیؓ کی بیٹی  
 کا رشتہ طلب کیا۔ تو آپ نے دوبارہ حجت قائم کرنے کے لئے انکار کر دیا۔  
 آخر کار حضرت عمرؓ نے حضرت عباسؓ کو اپنے پاس بلایا اور قسم کھا کر کہا  
 کہ اگر تو نے حضرت علیؓ کو میری دامادگی کے لئے راضی نہ کیا تو پھر جو  
 کچھ بھی مجھ سے بن نہ پڑائیں کروں گا۔ اور ستفایہ حج اور زمزم مجھ سے  
 چھین لوں گا۔ جب حضرت عباسؓ نے یہ معلوم کیا۔ کہ یہ سخت آدمی  
 اس ناروا معاملہ کو اسی طرح کرے گا۔ جیسا کہ اس نے کہا ہے تو حضرت  
 عباسؓ نے حضرت علیؓ سے چہٹ کر التماس کی کہ اس مطہرہ مظلومہ کا  
 نکاح کا معاملہ میرے پیرو کر دیجئے۔ جب حضرت عباسؓ اس بارہ

میں حد سے گزر گئے۔ تو حضرت علیؑ نے بصورتِ اکراہ خاموشی اختیار کر لی۔ یہاں تک کہ حضرت عباسؑ پھر اپنے آپ اس نکاح کے مرتکب ہوئے اور بھڑکنے والے فتنہ کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کی خاطر منافق ظاہرِ الاسلام کے ساتھ عقد کر دیا۔

**بہ چھٹی دلیل:** کتاب تہذیب الاحکام جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۸ مطبوعہ عراق۔ شیخ ابو جعفر محمد بن علی طوسی۔ یہ کتاب شیعہ حضرات کے نزدیک مسلم شریف کے پائے کی ہے۔ کتاب الطلاق۔ باب عداۃ النساء فیما رواہ محمد بن یعقوب۔ عبداللہ بن سنان اور معاویہ بن عمار راوی ہیں۔ کہ امام جعفر سے سوال کیا گیا۔ کہ جس عورت کا خاوند فوت ہو جائے۔ وہ عدت کہاں گزارے۔ فرمایا۔ جہاں چاہے۔ ان علیا لہما توفی عمر اتی ام کلثوم فانطلق بہما الی بیتہ۔ کہ تحقیق جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے۔ تو حضرت علیؑ اپنی بیٹی ام کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے گھر لے آئے۔

**ساتویں دلیل:** الاستبصار فیما اختلف من الاخبار۔ شیخ ابو جعفر محمد بن علی طوسی۔ یہ کتاب بھی شیعہ حضرات کے نزدیک صحاح اربعہ میں شمار کی جاتی ہے۔ جلد ۳۔ صفحہ ۱۸۶۔ مطبوعہ جعفری لکھنؤ۔

مذکورہ بالا روایات کے مطابق یعنی اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو وہ عدت کہاں گزارے۔ جواب دیا گیا۔ جہاں چاہے گزارے۔ جب حضرت عمرؓ فوت ہوئے۔ تو حضرت علیؑ اپنی بیٹی ام کلثوم کو اپنے گھر لے آئے۔

آٹھویں دلیل :- کتاب تہذیب الاحکام جلد ۲ - صفحہ ۳۸۰۔  
کتاب المیراث مطبوعہ عراق - شیخ طوسی - عن جعفر عن ابیہ قال  
ماتت ام کلثوم بنت علی و ابنہما زید بن عمر ابن الخطاب  
فی ساعة واحدة لایدری الیہما ہلک قبل فلم یورث  
احدہما من الاخر و صلی علیہما جمیعاً۔

ترجمہ :- حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے  
باپ حضرت امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ  
ام کلثوم بنت علیؑ اور اس کا بیٹا زید بن عمر بن خطاب ایک ہی  
وقت میں فوت ہوئے۔ یہ نہیں معلوم ہو سکا۔ کہ ان میں پہلے کون فوت  
ہوا اور وہ دونوں ایک دوسرے کے وارث نہ بن سکے اور ان  
دونوں پر نمازہ جنازہ اٹھی پڑھی گئی تھی۔

انصاف پسند اہل ایمان غیر متعصب اہل دین اور راسخ العقیدہ  
اور حق شناس حضرات سے درخواست ہے کہ شیعہ حضرات کی ان  
معتبر کتابوں اور ان کے بلند پایہ محدثین کے پیش کردہ حقائق پر  
بنی روایات پر غور کریں اور پھر فیصلہ کریں کہ اسلام کی جس نامور  
ہستی اور دین کے جس بہادر جرنیل مجسمہ عدل و انصاف پیکر جاہ و  
جلال اور حق و باطل میں فرق کرنے والے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
کی ذات اقدس پر شیعہ حضرات جس انداز سے رکیک حملے کرتے ہیں  
اور ان پر جو دہمات قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔ وہ کہانتک  
درست ہیں۔

اور پھر غور کریں کہ ام کلثوم بنت علیؑ کا نکاح حضرت عمرؓ کے

ساتھ کیسے مکروہ انداز اور گندے الفاظ میں اقرار کیا گیا ہے  
 فروع کافی کی دوروائتوں میں تو ظاہر کیا گیا ہے کہ پہلے یہ نکاح  
 جبراً کیا گیا۔ غصبناہ۔ یعنی ہماری شرم و حیا غصب کر لی گئی۔  
 دوسرے الفاظ میں اغوا کر لی گئی۔ نعوذ باللہ ایک عام آدمی  
 کی غیرت یہ برداشت نہیں کرتی کہ اس کی لڑکی کو کوئی جبراً اٹھا کر  
 لے جائے چہ جائیکہ کہ ہل اتی۔ مشکل کشا۔ اور شیر خدا کی صاحبزادی  
 ہو۔ یہاں تو اگر خدا نخواستہ کسی کے ساتھ ایسا کوئی حادثہ پیش آ  
 جائے تو غیرت و حیا کی ایسی آگ بھڑک اٹھتی ہے کہ گھروں کے گھر  
 جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور قتل و غارت کا ایسا بازار گرم ہو جاتا  
 ہے کہ فریقین کے خاندانوں کے نام و نشان تک مٹا دئے جاتے ہیں۔  
 اور پھر کئی کئی سال تک عدالتی کارروائی جاری رہتی ہے۔ مگر  
 تعجب ہے کہ مرکز سادات۔ منبع ولایت۔ فاتح خیبر۔ قائل مرحب۔  
 اسد اللہ الغالب اور امام المشارق والمغرب حضرت علی المرتضیٰؑ  
 اور وارث رائے تطہیر۔ اخلاق مصطفیٰ کی زندہ تصویر۔  
 خاتون جنت اور پیکر عصمت و عفت حضرت فاطمہؑ کی صاحبزادی  
 ہو لیکن خاموشی اور سکوت ہو۔ کمزوری اور بزدلی ہو اور  
 بے حسی اور بے اعتنائی ہو۔

ہاں ٹھیک ہے ایسا ہی ہوا۔ مگر۔ کیوں؟  
 اس لئے کہ معاملہ جبر و اکراہ کا نہیں تھا۔ غصب و اغوا کا  
 نہیں تھا اور چوری و سیلہ زوری کا نہیں تھا۔ بلکہ یہ نکاح  
 خوشی سے کیا گیا۔ رضا مندی سے کیا گیا۔ اور باہمی محبت و پیار



اور اگر حضور علیہ السلام سات سال کی لڑکی سے نکاح اور پھر نو  
 سال کی زوجہ محترمہ سے خلوت صحیح کر سکتے ہیں اور جب حضرت علیؓ  
 نو سال کی زوجہ مفترسہ سے شب زفاف بسر کر سکتے ہیں تو پھر حضرت  
 عمرؓ کا نکاح اگر گیارہ برس کی لڑکی سے کر دیا گیا تو کونسا حرج ہے۔  
**اعتراف دوم:-** یہ اُمّ کلثوم حضرت علیؓ کی بیٹی نہیں تھی۔  
 بلکہ کوئی اور اُمّ کلثوم ہے۔ فروع کافی میں اُمّ کلثوم بنت علیؓ نہیں ہے  
**جواب:-** مرآة العقول شرح فروع و اصول مطبوعہ عراق۔  
 صفحہ ۲۲۸ باب فی قصہ تزویج اُمّ کلثوم بنت امیر المومنین صفحہ ۱۹۔  
 یدل علی تزویج اُمّ کلثوم بنت امیر المومنین من عمر  
 مرآة العقول صفحہ ۱۹ ان امیر المومنین زوج فلانا ابنتہ  
 اُمّ کلثوم۔ یعنی حضرت علیؓ امیر المومنینؓ نے فلاں یعنی عمرؓ سے اپنی  
 بیٹی اُمّ کلثوم کا نکاح کر دیا۔

**اعتراف سوم:-** یہ اُمّ کلثوم ابو بکرؓ کی بیٹی تھی علیؓ کی  
 نہیں تھی۔

**جواب:-** اگر یہ اُمّ کلثوم حضرت ابو بکرؓ کی بیٹی تھی تو پھر یہ  
 تسلیم کرنا پڑے گا کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے تعلقات  
 بہت ہی اچھے اور دوستانہ تھے جس کی بنا پر ان کی لڑکی پر رش  
 حضرت علیؓ کر رہے ہیں۔ اگر ایسا نہیں۔ تو پھر حیدر بنائے ہیں۔ کہ  
 حضرت صدیقؓ کی بیٹی حضرت علیؓ کے گھر کیسے آگئی جبکہ وہ دشمن تھے۔  
**اعتراف چہارم:-** حضرت علیؓ نے بخران کی ایک جنتی  
 کو حکم دیا کہ تو اُمّ کلثوم کی صورت اختیار کرے۔ اس کا نکاح عمرؓ سے کیا گیا۔

جواب:- یہ اعتراض کرنے والے شیعہ حضرات اپنے دماغ کا معائنہ کرائیں۔ نہ اسے عقل تسلیم کرتی ہے اور نہ ہی نقل۔  
جلاء العیون۔ مطبوعہ ایران صنف ۸۲ ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں۔ کہ  
جب حضرت علیؑ نے ابو جہل کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ کیا اور حضرت  
فاطمہؑ کو پتہ چلا تو وہ ناراض ہو کر گھر سے نکلیں۔ چوں شب شد حضرت امام  
حسنؑ را بردوش راست و حسینؑ را بردوش چپ گرفت و دستِ امّ  
کلثوم را بدستِ راست خود گرفت۔ کہ جب رات ہوئی تو حضرت سیدہؑ نے  
حسنؑ کو اور حضرت امام حسینؑ کو کندھوں پر اٹھایا اور امّ کلثوم کا ہاتھ  
پکڑ کر اپنے باپ کے پاس آگئیں۔

آگے یوں ہے کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا بیٹی اٹھو۔ جب آپ  
اٹھیں رسول خدا امام حسنؑ را برداشت فاطمہؑ امام حسینؑ را برداشت  
و دستِ امّ کلثوم را گرفت از خانہ بسوئے مسجد آمدند۔ نبی کریم علیہ  
السلام نے حضرت امام حسنؑ کو اٹھایا حضرت فاطمہؑ نے حضرت امام  
حسینؑ کو اٹھایا اور امّ کلثوم کا ہاتھ پکڑ کر گھر سے مسجد میں آگئے۔  
صفحہ ۷۷:- جب خاتونِ جنت کا وصال پاک ہوا۔ تو حضرت علیؑ  
بیٹھے تھے اور حسنؑ و حسینؑ ان کے سامنے بیٹھے رو رہے تھے اور ان کے  
رونے سے متاثر ہو کر لوگ رو رہے تھے امّ کلثوم بنزد قبر حضرت رسولؐ آئند۔  
کہ امّ کلثوم نبی کریم علیہ السلام کی قبر شریف پر آ کر گریہ زاری کرنے لگی۔  
ان روشن حقائق کے بعد بھی شیعہ حضرات اپنی کم علمی۔ جہالت۔ تعصب  
عناد اور دشمن فاروقِ اعظمؑ کی بنا پر اس مردِ مجاہد۔ مردِ کامل اور مراد  
مصطفیٰ علیہ السلام پر عوذ باللہ کفر و نفاق اور ظلم و ستم کے فتوے لگاتے



ہیں تو پھر یہ دین و مذہب سے بغاوت۔ قرآن و حدیث کی مخالفت اور کتاب و سنت سے دشمنی کی دلیل ہے۔ اور یہ ہے بھی درست۔ اس لئے کہ یہی ایک ایسا فرقہ ہے۔ جس کا نہ تو قرآن پر ہی ایمان ہے۔ اور نہ ہی حدیث پر۔ اور نہ ہی اس کا کوئی مذہب ہے۔ اور نہ ہی کوئی دین۔ اور نہ ہی اس کے کوئی اصول ہیں اور نہ ہی کوئی اخلاق۔

بس یہ ایک یہودی النسل ابن سبأ کی ایک سیاسی تحریک ہے۔ جو ہمیشہ اسلام کے خلاف نبرد آزما رہی ہے۔ اور حضرت عثمان غنی کی خلافت سے لے کر آج تک اس تحریک نے ہزاروں رنگ اور بھیس بدلے ہیں۔ اور ہر ممکن کوشش کی۔ کہ صحیح و اصلی اسلام کے مقابلہ میں اپنی طرز کا ایک ایسا غلط اور نقلی اسلام دُنیا کے سامنے پیش کیا جائے۔ جس میں نہ تو اللہ تعالیٰ کی عظمت و قدرت اور خدائی و کبریائی کا کہیں نشان ہو اور نہ ہی نبوت و رسالت کا کوئی مقام و احترام باقی رہے۔ نہ ہی صحابہ کرام کی عزت و آبرو محفوظ رہ سکے۔ اور نہ ہی اولیائے عظام کا کوئی ادب و لحاظ نظر آئے۔

نہ ہی قرآن پاک کی اصلی و صحیح صورت دکھائی دے۔ اور نہ ہی حدیث مصطفیٰ علیہ السلام کے حسین و جمیل نقوش کی کوئی حقیقت ہو۔

اور نہ کوئی اصول ہو نہ کوئی ضابطہ۔ نہ اخلاق اور نہ حیا۔ سب کا اور ہر جگہ انکار ہی انکار۔ یہاں تک کہ اب تو اس خطرناک

تحریک نے اپنا کلمہ اور اذان تک نئی بنا لی ہے۔

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ وعلی ولی اللہ  
 ووصی رسول اللہ و خلیفۃ رسول اللہ بلا فصل۔  
 مسلمانوں کو اسلام کے خلاف اس منظم تحریک سے ہوشیار  
 رہنا چاہیے۔

بہر حال۔ میں نے ام کلثوم بنت علیؓ و فاطمہؓ کا حضرت عمرؓ  
 کے ساتھ کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے۔ وہ مسلک اہل حدیث کے  
 ایک متبحر عالم اور فاضل خطیب مولانا محمد صدیق صاحب لائپوی  
 کی مختصر سی لیکن جامع کتاب نکاح ام کلثوم سے اخذ کیا اور ان کی  
 اجازت سے اپنی کتاب مقامات صحابہ میں نقل کر دیا ہے :

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## سیرت و کردار

کسی انسان کی عظمت و شان دیکھنے کے لئے اس کی ذاتی زندگی کے ہر پہلو کا پتہ کرنے کے ساتھ ساتھ اس کی سیرت اور اس کے کردار کو بھی ملاحظہ کیا جاتا ہے اور جہاں تک حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذاتی زندگی اور ان کے سیرت و کردار کا تعلق ہے یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کہ ان کا دامن ہر قسم کی آلودگی سے پاک اور ہر طرح کے داغ سے صاف ہے۔

ایمان میں پختگی۔ عشق رسولؐ۔ اتباع سنت۔ خوفِ خدا۔ زہد و عبادت۔ تواضع و انکساری اور صبر و تحمل ان کی زندگی کے ہر پہلو میں نمایاں نظر آتے ہیں۔

بیت المال کا قیام۔ رعایا کی نگہداشت۔ مساواتِ محمدیؐ۔ ملکی و فوجی نظام اور غیر مسلموں سے سلوک آپ کی سیرت کا طرہ انبیاء ہے۔ اور اسلام کے اس عظیم فرزند نے جس انداز سے آئینِ خلافت اور نظامِ سلطنت مرتب کیا اس کی مثال آج تک دنیا کی کوئی قوم اور کوئی حکمران پیش نہیں کر سکا۔

آج کی دنیا کے ترقی یافتہ اور مہذب ممالک کے حکمران مزبوروں سے ہمہ دی۔ محنت کشوں سے پیار۔ غریبوں کی حمایت اور مفلسوں کی اعانت کے دعویدار ہونے کے ساتھ ساتھ جمہوریت و مساوات کے

علمبردار تو بنتے ہیں لیکن عملی طور پر کچھ بھی نہیں اور یہ سب کچھ عوام کو دھوکا  
و فریب دینے کے لئے محض زبانی جمع خرچ — جلسوں میں اعلان —

اخباروں میں بیانات اور کاغذی کارروائی کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔

لیکن اس مرد مومن — مومن کامل — مجاہد اسلام — عاشق  
رسول اور مراد مصطفیٰ یعنی حضرت عمر فاروقؓ کی مفلسوں کی اعانت —  
غریبوں کی حمایت — بچوں کے وراثت اور جمہوریت و مساوات کے

عملی نمونوں کو اگر انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو ایک متلاشی حق

انسان پر یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ فرمان مصطفیٰ علیہ السلام صحابی

کا انجوم کے مطابق اسلام کے اُفق پر حضرت عمرؓ ایک روشن ستارہ ہے

جس نے کفر و شرک کے اندھیروں میں توحید و اسلام کی روشنی پھیلائی

اور ظلمتِ کدہ جہاں میں حق و ہدایت کی ضیا پاشی کی اور خوابِ غفلت میں

سونے والوں کو صبحِ تاباں کا پیغام دیا۔

آج کونسا ایسا حکمران ہے جو رات کو گشت کر کے فاقہ مستوں کا پتہ

کرے — آج کونسا ایسا شہنشاہ ہے جو اپنے کندھوں پر خوراک کا

سامان اٹھا کر بھوک سے بلکتے ہوئے بچوں کو کھانا کھلائے — آج کونسا

ایسا تاجدار ہے جو اپنی بیوی کو دائی بنا کر کسی مسافر عورت کے پاس بھیجے

اور آج کونسا ایسا سلطان ہے جو غلام کو تو اونٹنی پر بٹھائے اور خود پیدل

چلے نہیں — کوئی نہیں —

مگر عمر فاروقؓ — انہوں نے یہ سب کچھ کر کے دکھایا

۱۔ آدمی رات کا وقت ہے — خلیفۃ المسلمین گشت کرتے کرتے وہاں

پہنچ گئے جہاں مدینہ کے باہر ایک قافلہ اُترا ہوا تھا — ایک بچہ کے رونے

کی آواز آئی۔ بچے کی ماں سے فرمایا اسے چپ کرانے کی کوشش کرو۔  
میرالمومنین آگے گزر گئے۔ واپس مڑے تو بچہ ابھی تک رو رہا تھا۔  
ماں سے فرمایا۔ تو بڑی ظالم ہے۔

ماں نے جواب دیا۔ بچے کے رونے کا سبب یہ ہے کہ میرالمومنین  
نے حکم دے رکھا ہے کہ بیت المال سے بچوں کو وظیفہ اس وقت تک نہ دیا  
جائے جب تک کہ وہ دودھ نہ چھوڑے۔ میں بچے کا دودھ چھڑا  
یہی ہوں اور یہ رو رہا ہے۔ حضرت عمرؓ کی آنکھیں آنکھیاں ہو گئیں  
اور آہ بھر کر فرمایا۔ اے عمرؓ تیری گردن پر کتنے بچوں کا خون ہوگا۔  
واپس آکر منادی کرادی کہ بچوں کا وظیفہ ان کی پیدائش کے وقت ہی سے  
قرر کر دیا جائے۔

۲۔ رات کا کافی حصہ گزر چکا ہے۔ رعایا سوئی ہوئی ہے اور  
میرالمومنین جاگ رہے ہیں۔ دارالامارت سے اُٹھے۔ بھیس بدلا  
اور غوام کی خبر گیری کے لئے مدینہ سے دُور نکل گئے۔ دیکھا کہ ایک  
گھونپڑی میں ایک عورت کچھ پکار رہی ہے اور بچے اس کے پاس رو  
رہے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے عورت سے پوچھا۔

بچے کیوں رو رہے ہیں؟

جواب ملا۔ کئی دن سے فاقہ سے ہیں۔ انہیں بہلانے کے لئے

گھوٹ موٹ کی ہنڈیا آگ پر رکھی ہے۔

خلیفۃ المسلمین نے سنا تو آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔

بیت المال آئے۔ خوراک کا سامان اٹھایا۔ غلام اسلم نے

عرض کی — آقا بوجھ اٹھانے کے لئے غلام حاضر ہے —

فرمایا — کہ کیا کل قیامت کو بھی میرا بوجھ اٹھاؤ گے؟

غلام خاموش ہو گیا —

خوراک کا سامان لے کر اس جھونپڑی میں پہنچے — عورت کو

سامان دیا — وہ کھانا پکانے لگی — آپ ایک طرف ہو کر بیٹھ

رہے —

عورت نے کھانا پکایا — بچوں کو کھلایا — بچے خوش ہو گئے

عورت بولی — امیر المومنینؑ ہونے کے حقدار تم ہو مگر نہیں!

فرمایا — مائی مجھے معاف کرو — میں ہی عمر ہوں —

۳۰۔ عشا کی نماز سے فارغ ہو کر تنہا مدینہ منورہ سے باہر چلے گئے

ایک چھوٹی اور بوسیدہ سی چھولدری میں چسپراج جل رہا تھا۔

دروازہ پر ایک نوجوان پریشانی و مایوسی کے عالم میں

تصویر غم بن کر بیٹھا آہیں بھر رہا تھا —

امیر المومنینؑ نے پوچھا —

جوان تم کون ہو؟

جواب ملا — مسافر ہوں!

تسرمایا — اُداس کیوں ہو؟

عرض کی — بیوی کے بچہ پیدا ہونے کا وقت ہے — دروازہ

شروع ہو چکا ہے — مگر دائی کا کوئی انتظام نہیں — مسافر ہو

مفلس ہوں — سنا تھا کہ خلیفہ عمرؓ نے ایسے انتظامات کر

ہیں — مگر معلوم ہوتا ہے وہ سب صرف مدینہ والوں کے لئے ہیں

اور میں مسافر ہوں! یہ سنا۔۔۔ آنکھیں اشکبار ہو گئیں۔۔۔ اور فرمایا بھائی گھبراؤ نہیں میں ابھی کسی دائی کا بندوبست کر دیتا ہوں! گھر آئے۔۔۔ اپنی بیوی سے فرمایا۔۔۔ بیشک امیر المومنین کی بیوی ہو کر فوراً اٹھو اور آج ایک مسافر اور غریب کی جھونپڑی میں دائی بن کر جاؤ۔ تاکہ آئندہ آنے والی نسائیں یہ جان لیں کہ مسلمانوں کے حکمران اور ان کی بیگمات صرف خوشنما بنگلوں۔۔۔ زنگین کوٹھیوں اور کلب گھروں میں عیاشی کرنے کے لئے ہی نہیں ہوتیں بلکہ مفلس کی بیٹی کے ننگے سر کو ڈھانپنے کے لئے بھی ہوتے ہیں۔۔۔ غریب کے بیمار بچے کی عیادت کے لئے بھی ہوتے ہیں اور قالینوں اور ریشمی پردوں سے نکل کر کسی مزدور کے گھر نہیں دائی بن کر بھی جانا پڑتا۔۔۔

وفادار بیوی فوراً اٹھی۔۔۔ حضرت عمرؓ کے ساتھ چل دی!

جا کر فرمایا۔۔۔ بھائی دائی حاضر ہے۔۔۔

امیر المومنینؓ کی زوجہ محترمہ نے بڑی خوش اسلوبی اور احسن طریقہ

سے اپنا فرض ادا کیا۔۔۔

اللہ کریم نے انہیں خوبصورت لڑکا عطا کیا۔۔۔ حضرت عمرؓ

بیوی کو اندر بھیج کر خود اس نوجوان سے ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔

اندر سے آواز آئی!

امیر المومنینؓ۔۔۔ آپ کو مبارک ہو۔۔۔ خدانے انہیں

لڑکا عطا کیا ہے۔۔۔

امیر المومنینؓ کا نام سن کر وہ نوجوان تڑپ گیا۔۔۔ اور پاؤں

پکڑ کر عرض کی۔۔۔ آقا معاف کر دو۔۔۔

فرمایا۔۔۔ نہیں بھائی۔۔۔ تم معاف کر دو کہ تمہیں اتنی تکلیف ہوئی  
۴۔ ایک دفعہ شام کے سفر سے واپس آرہے تھے۔ راستہ میں ایک کٹی  
میں ایک بوڑھی عورت دیکھی۔ قریب گئے۔ سلام کیا اور پوچھا۔  
مائی عمر کے متعلق بھی کچھ جانتی ہو؟

جواب ملا۔۔۔ ہاں۔۔۔ وہ شام سے چل پڑا ہے۔ اس نے مال غنیمت  
تقسیم کیا ہے۔ مگر مجھے ابھی تک کچھ بھی نہیں ملا۔۔۔

فرمایا۔۔۔ اماں اتنی دُور سے عمر تمہارے حال کا کیسے پتہ کر سکتا ہے  
عرض کی۔ تو پھر اسے خلافت کرنے کا کیا حق ہے؟  
یہ سن کر حضرت عمرؓ بہت روئے اور کئی دن تک گڑ گڑا کر خدا تعالیٰ  
سے معافی مانگتے رہے۔۔۔

۵۔ ایک دفعہ بیت المال کا اُونٹ گم ہو گیا۔ اس کی تلاش میں  
ادھر ادھر پھرنے لگے۔ اسی دوران ایک قبیلہ کا سردار احنت  
بن قیس ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ اس نے عرض کی۔ یا امیر المؤمنین  
آج کیا ہوا؟

فرمایا بیت المال کا اُونٹ گم ہو گیا ہے اس کی تلاش میں سرگرداں  
ہوں۔۔۔

عرض کی گئی حضور۔۔۔ کسی غلام کو حکم دے دیتے۔  
فرمایا۔۔۔ عمرؓ سے بڑھ کر دنیا میں کوئی غلام نہیں ہے!  
۶۔ آپ کے بیٹے حضرت عبداللہؓ نے ایک اُونٹ فروخت کرنے کے لئے بازار  
بھیجا۔ آپ کو پتہ چلا۔۔۔ بیٹے سے پوچھا کیا ماجرا ہے؟  
عرض کی۔ یا امیر المؤمنین۔۔۔ میں نے اسے خرید کر سرکاری چراگاہ



میں چھوڑ دیا تھا۔۔۔۔۔ اب ذرا موٹا تازہ ہو گیا ہے تو فروخت کر رہا ہوں۔۔۔۔۔ فرمایا چونکہ یہ اونٹ سرکاری چراگاہ کی گھاس کھا کر موٹا ہوا ہے۔ اس لئے تمہیں اس کی قیمت خرید ہی ملے گی۔۔۔۔۔

۷۔ بیت المقدس کی فتح کے بعد جب اس کی کنجیاں لینے کے لئے وہاں تشریف لے گئے تو کیفیت یہ تھی کہ لباس سادا۔۔۔۔۔ ہاتھ میں ڈرہ اور زبان پر قرآن پاک کی تلاوت تھی۔۔۔۔۔ خود تو بیدل چل رہے تھے اور غلام گھوڑے پر سوار تھا۔۔۔۔۔

عیسائی سرداروں نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ مسلمانوں کے جس حکمران کے جاہ و جلال سے فرش زمین لرزتا ہے۔۔۔۔۔ جس کے رعب و ودبہ سے بڑے بڑے شہ زوروں کے بدن کانپ اٹھتے ہیں۔ جس کی عبیت و سطوت سے کفر و باطل کے قلعے مسمار ہو جاتے ہیں اور جس کی جنگی مہارتوں اور چالوں کی بدولت ہر میدان جنگ میں فتح اس کے قدم چومتی ہے اور جس کی تیغ برآں نے قیصر و کسریٰ کا غرور۔۔۔۔۔ جالینوس کا تکبر۔۔۔۔۔ ہرمزان کا گھمنڈ، رستم کا فخر اور دوسرے بڑے بڑے شہسواروں کا کبر و ناز خاک میں ملا دیا ہے۔۔۔۔۔ اس کی اپنی بھی میرانہ شان و شوکت۔۔۔۔۔ شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ اور سردارانہ بود و باش ہوگی۔ اور ریشمی لباس ہوگا۔۔۔۔۔ زرق برق قبا ہوگی۔ موتیوں سے جڑی ہوئی چادر ہوگی۔ اور سر پہ شاہی چھتر کا سایہ ہوگا۔ مگر۔۔۔۔۔ بیت المقدس کے عیسائی سردار امیر المومنین کی سادگی۔ انکساری۔ تواضع اور جھکی ہوئی گردن دیکھ کر حیران رہ گئے۔۔۔۔۔ پھر بھی انہوں نے زرق برق لباس اور عمل و جاہرت کا ایک قیمتی ہار پیش کیا۔۔۔۔۔ اپنے فرمایا۔۔۔۔۔ سلام کی عزت و عظمت ہی کافی ہے۔۔۔۔۔

## سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

اسم گرامی عثمان — ابو عمرو ابو عبد اللہ کنیت اور غنی و ذوالنورین لقب تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق کی تبلیغ پر چونتیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۶ علامہ جلال الدین سیوطی بحوالہ ابن سعد :-  
 لما سلم عثمان بن عفان اخذ له عمه الحكم بن العاص بن امية فوثقه رباطا وقال ترعب عن ملة ابائك الى دين محمد والله لا ادعك ابدا حتى تدع انت عليه — فقال عثمان والله لا ادع ابدا ولا افارقه -

جب حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام قبول کیا تو آپ کے چچا حکم بن عاص نے ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی میں اذیت ناک تشدد کر کے قید کر دیا اور کھانا پینا بھی بنا کر دیا۔ اور کہتا تھا کہ تو نے اپنے آبا و اجداد کے دین کو چھوڑ کر نبی دین قبول کر لیا ہے۔ خدا کی قسم میں تجھے اس وقت تک نہ چھوڑوں گا جب تک کہ تو اسلام کو چھوڑ کر اپنے پرانے دین پر نہ آجائے یہ سب کچھ ہونے کے باوجود بھی آپ فرماتے کہ میں اب کبھی بھی دین اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا چاہے مجھے موت بھی آجائے۔ بھلا عشق رسول کے ان منوالوں اور حسن مصطفیٰ علیہ السلام کے ان شیرازیوں کے متعلق یہ گمان

بھی کیسے کیا جا سکتا ہے کہ نعوذ باللہ کسی وقت بھی اُن کے ایمان میں کمزوری واقع ہوئی ہوگی یا ان کے پائے ثبات میں کبھی لغزش پیدا ہوئی ہوگی جنہوں نے ہر دکھ- ہر مصیبت- ہر اذیت اور ہر قسم کے ظلم و ستم اور جبر و تشدد کو نبیؐ کے عشق میں ہنس کر برداشت کیا مگر دین و اسلام کے دامن کو نہیں چھوڑا تھا۔ لقد رضی اللہ عن المؤمنین اذ یبايعوننا الخ قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ سیدنا عثمان غنیؓ کی شان و عظمت اور ان کے فضائل و محاسن کی ایک روشن دلیل ہے۔ اور سچ پوچھو تو انہیں کی بدولت واقعہ بیت رضوان وقوع پذیر ہوا اور انہیں کی حمایت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے وفادار ساتھیوں اور اطاعت گزار غلاموں سے حضرت عثمان غنیؓ کا بدلہ لینے کیلئے جہاد پر بیعت لی۔ گذشتہ صفحات میں اس کی پوری تفصیل و تفسیر گزر چکی ہے۔ قارئین کی یادداشت کے لئے اس آیت پاک سے جو رموز و نکات واضح ہوتے ہیں اور حضرت عثمان غنیؓ کی جو شان و فضیلت نمایاں ہوتی ہے دوبارہ پیش کی جاتی ہیں۔

۱۔ حضرت عثمان غنیؓ اسلام اور پیغمبر اسلام کے سفیر بن کر مکہ مکرمہ گئے تھے۔ اور سفیر کسی ایسے شخص کو ہی بنایا جاتا ہے جو اپنی حکومت کا پکا اور سچا و فادار ہو اور حکومت وقت کو اس پر مکمل اعتماد اور پختہ بھروسہ ہو۔

۲۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ایک دست مبارک کے متعلق فرمایا یہ عثمانؓ کا ہاتھ ہے۔ اور نبی کا ہاتھ دست قدرت ہے لہذا دست عثمانؓ بھی دست قدرت ہوا۔

۳۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ عثمانؓ میرے بغیر خانہ کعبہ کا طواف نہیں کرے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ قریش مکہ نے

کہا کہ تم اکیلے طواف کر سکتے ہو تو اس عاشق صادق نے جواب دیا کہ  
خدا کی قسم اپنے محبوب پاک کے بغیر عثمانؓ طواف کعبہ نہیں کرے گا۔  
یس ثابت ہوا کہ حضور علیہ السلام اپنے یار کی پٹی یاری۔ غلام کی  
وفا داری۔ دوست کی اطاعت شعار ی اور اس کی محبت و عقیدت  
کو پوری طرح جانتے تھے۔

۴۔ سیدنا عثمان غنیؓ کو اگر کسی نے دکھ پہنچایا تو اس کے خلاف نبرد آزما  
ہونا مسلمانوں پر فرض ہے اور اگر انہیں قتل کیا گیا تو پھر حکومت  
وقت پر ان کے خون کا قصاص لینا ضروری ہے۔

پھر ایسے مجسمہ نیکی و شرافت۔ پیکر شرم و حیا اور کامل انسان  
کے ایمان میں شک کرنا خدا و رسول سے بغاوت نہیں تو اور کیا ہے۔  
اور جس مرد مومن نے اپنی ساری دولت دین و اسلام کی خدمت کے  
لئے اور غریبوں اور مفلسوں اور یتیموں و مسکینوں کی دستگیری کے لئے  
وقت کر دی ہو اور جو اپنی رقم اور اپنا غلہ جا ختمندوں میں تقسیم کرتے  
رہے ہوں اور جنہوں نے سب سے پہلے حبشہ کی طرف ہجرت کی ہو اور  
جس کا خلق خلق محمدیؐ کی زندہ تصویر ہو اور جو ہر وقت اس انتظار میں رہتے  
ہوں کہ دین و ملت پر کوئی اقتدار پڑے تو نبیؐ کے حکم کے مطابق اپنا تن۔

من۔ دھن نچھا ور کر کے دین و دنیا کی فلاح و سعادت حاصل کرے ایسی مقبول  
خدا اور منظور مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہستی پاک پر نعوذ باللہ منافقت کا الزام  
لگانا اور ان کے دین و ایمان کے مقدس دامن پر طعن و تشنیع اور مکروہ و اہیسا  
قسم کے داغ لگانے کی کوشش کرنا بے دینی نہیں تو اور کیا ہے اور دین و  
اسلام کی مخالفت نہیں تو اور کیا ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## احادیث نبوی میں!

# شانِ عثمانِ غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۷ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۰ -  
حضرت اُمّ المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں :-  
کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مضطرباً فی بیته  
کا شفا عن فخذیه اوسا قیہ - کہ ایک دن نبی کریم علیہ السلام اپنے  
گھر میں اس حالت میں لیٹے ہوئے تھے کہ آپ کی ران مبارک یا پنڈلیاں  
مبارک تنگی تھیں کہ حضرت ابو بکرؓ نے اجازت طلب کی۔ حضور علیہ السلام  
نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ اور رسول پاک اسی حالت میں رہے۔  
تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ نے اندر آنے کی اجازت مانگی۔ نبی کریم  
علیہ السلام نے انہیں بھی اجازت دے دی اور آپ پھر بھی اسی حالت  
میں رہے۔ پھر حضرت عثمان غنیؓ نے اندر آنے کی اجازت طلب کی تو  
فجلس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فسوی ثبابہ - تو رسول  
مکرم علیہ السلام اٹھ کر بیٹھ گئے اور اپنے کپڑے درست کر لئے۔ یعنی  
اپنی برہنہ پنڈلیوں پر چادر مبارک دے دی۔  
جب یہ تینوں حضرات چلے گئے۔ تو میں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ  
السلام میرا باپ ابو بکر آیا تو آپ اسی حالت میں رہے اور پھر حضرت عمرؓ

کے لئے بھی۔ مگر جب حضرت عثمان غنیؓ حاضر ہوئے تو آپ نے کپڑے بھی  
ٹھیک کر لئے اور اٹھ کر بھی بیٹھ گئے۔ تو رسول پاک علیہ السلام نے فرمایا  
الا استنحی من رجل تسنحی منه الملائکة۔ کہ کیا میں اس آدمی سے  
جیانہ کروں جس سے خدا کے فرشتے بھی حیا کرتے ہیں۔ مطلب یہ کہ جس مرد  
کامل کی تعظیم و توقیر فرشتے بھی کرتے ہیں کہ میں اس کی عزت و آبرو میں کیوں  
فرق لاؤں۔

اس حدیث پاک سے کوئی یہ شبہ نہ کر بیٹھے کہ حضرت ابو بکرؓ اور جناب  
عمرؓ سے تو نبی کریم علیہ السلام نے شرم نہ کھائی اور ان کی تعظیم و  
تہ کی اور نہ ہی ان کے متصب جلیبہ سے انہیں ہٹانے کی کوشش کرے۔  
اس لئے کہ جہاں محبت ہوتی ہے وہاں تکلف نہیں کیا جاتا۔ ان سے  
محبت کا تقاضا تھا کہ کپڑا درست کرنے کا تکلف نہ کیا اور حضرت عثمانؓ  
کے لئے ان کی طہارت و پاکیزگی اور شرم و حیا کو اور بھی روشن کرنا مقصود  
تھا۔ جیسا کہ دوسری حدیث شریف میں اس کی وضاحت ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۷، ۲ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:-

ان عثمان رجل حی وانی خثیت ان اذنت له علی تلک

الحال ان لا یبلغ الی فی حاجتہ۔ کہ تحقیق عثمان غنیؓ بہت ہی شریف ہیں  
اور مجھے ڈر تھا کہ اگر میں نے اسے اسی حالت میں اندر آنے کی اجازت دے  
دی تو اپنی حاجت روائی کے لئے میرے پاس نہیں آئے گا۔ غرضیکہ  
سیدالانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کی فضیلت و عزت اور  
تعظیم و توقیر کو اس انداز سے بیان فرمایا ہے کہ ان کی شرم و حیا کی صفت  
کو فرشتوں کے لئے بھی باعث رشک بنا دیا اس لئے کہ ان التحیا صفة

جميلةٌ من صفات الملائكة۔ کہ حیا فرشتوں کی صفاتِ حسنہ میں سے  
ایک اچھی صفت ہے لیکن میرے عثمانؓ کی حیا ایسی ہے کہ فرشتے بھی اس  
سے حیا کرتے ہیں۔ —

حدیثِ رسول مقبول علیہ السلام سے جب یہ ثابت ہو گیا ہے کہ  
سیدنا عثمان غنیؓ مجسمہ حیا ہیں۔ پیکر حیا ہیں اور مرکز حیا ہیں تو آؤ  
اب احادیثِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی حیا کی تعریف سنیں۔  
اور پھر حق و انصاف کی نگاہ سے دیکھیں اور فیصلہ کریں کہ اس شک  
ملائکہ کی شان و عظمت کی شمع کو پھونکیں مارتے والے یہ شیعہ حضرات  
کہا تک بھٹکے ہوئے ہیں۔ —

ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۸۶۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۳۱۔ حضرت  
ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم  
نے فرمایا الحیا من الایمان والایمان فی الجنۃ والبداء من  
الجفاء والجفاء فی النار۔ کہ حیا ایمان سے ہے اور ایمان جنت میں  
ہے اور بے حیائی جفا ہے اور جفا جہنم میں ہے۔ مطلب یہ کہ حیا دار اور  
شرم وغیرت رکھنے والا مسلمان جنتی ہے اور بے حیا آدمی جہنم میں جائیگا!  
مسلم شریف مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۴۴۔ بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۹۰۳  
حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی پاک صلی اللہ  
علیہ وسلم نے فرمایا۔ الحیا لایاتی الا بخیر۔ دوسری روایت میں  
ہے الحیا وخیر کلہ۔ کہ حیا والا مسلمان جب بھی کوئی کام کرے گا۔  
اچھا ہی کرے گا۔ یعنی حیا کرنے والا سوائے نیکی و بھلائی کے اور کوئی  
کام نہیں کرتا اور حیا تمام کی تمام نیکی ہی نیکی ہے۔ بھلائی ہی بھلائی ہے۔

اور ایمان ہی ایمان ہے۔۔۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۳۲ - ابن ماجہ شریف - حضرت زید بن طلحہ  
رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ان  
لکل دین خلقا وخلق الا نسلہم الاحیاء۔ کہ ہر دین کی کوئی صفت اور  
خصلت ہوتی ہے اور اسلام کی صفت اور خصلت حیا ہے۔۔۔

مذکورہ بالا احادیث مصطفیٰ علیہ السلام سے یہ حقیقت پوری طرح  
واضح ہو جاتی ہے کہ شرم و حیا رکھنے والے مسلمان سے کبھی بُرائی نہیں ہو  
سکتی اور اس کا ہر عمل رضائے خداوندی کے عین مطابق ہو گا اور اس  
کا ہر قدم اور اس کی زندگی کا ہر لمحہ دین و شریعت اور حق و ہدایت کی  
تفسیر ہو گا۔ اس لئے کہ جب کسی مرد مومن میں حیا و شرم کی اعلیٰ صفات  
پیدا ہو جاتی ہیں تو پھر وہ جب غائب الغائب خدا سے ڈر کر کوئی بُرا  
کام نہیں کرتا تو وہ یہ کیسے قبول کرے گا کہ دنیا کے انسان اس کی کسی  
بے حیائی پر اسے لعن طعن کریں۔۔۔

یہ تو ایک عام مسلمان کی شان ہے تو وہ عثمان غنیؓ جس کی شرم و  
حیا فرشتوں کے لئے بھی باعث رشک ہو اس کی عظمت کا کیا ٹھکانہ ہو گا۔  
۱۔ حیا ایمان سے ہے اور مومن جنت میں جائے گا اور حضرت عثمان  
غنیؓ کامل الحیاء والا ایمان ہیں۔

۲۔ حیا اسلام کی صفت اور خصلت ہے۔ اور عثمان غنیؓ مجسمہ حیا ہیں۔

۳۔ حیا میں نیکی ہی نیکی ہے۔ اور عثمان غنیؓ پیکر حیا ہیں!

۴۔ حیا فرشتوں کی صفات میں سے ایک اچھی صفت ہے۔ اور

عثمان غنیؓ مرکز حیا ہیں۔



بخاری شریف جلد ۱ - صفحہ ۵۲۲ - حضرت ابی عمر والقرشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور علیہ السلام نے فرمایا - من یحضر بدر و منہ فله الجنة فحضر ہا عثمان و قال من جہز جيش العسرة فله الجنة فجهز عثمان — کہ آج جو بھی بڑا رومہ کے کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دے گا - اس کے لئے جنت ہے۔ اور جس نے بھی جيش العسرة یعنی تنگی و تنگدستی کی جنگ یعنی جنگ تبوک کے لئے تیاری کی اس کے لئے بھی جنت ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲۱ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶ - حضرت عبدالرحمن بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں امام الانبیاء علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا و هو یحث علی جيش العسرة اور حضور علیہ السلام جيش العسرة کی تیاری کے لئے مسلمانوں کو ترغیب دلا رہے تھے کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی ما آتت بعید باحلاسما و اقاتلنا بہا میرے ذمہ ایک شوا و نٹ بیع ان کے تمام ساز و سامان کے نبی کریم علیہ السلام نے پھر ترغیب دلائی۔ حضرت عثمان غنی پھر کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ دو شوا و نٹ بیع ساز و سامان کے۔ حضور علیہ السلام نے پھر ترغیب دلائی۔ حضرت عثمان غنی پھر کھڑے ہوئے اور عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے ذمہ تین شوا و نٹ بیع ساز و سامان کے۔ حضرت عبدالرحمن فرماتے ہیں - رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

۱۰ حضرت عثمان غنی نے وہ کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

یخزل عن المنبر وهو يقول ما علی عثمان ما عمل بعد هذا -  
 کہ میں نے دیکھا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم منبر پاک سے نیچا تر رہے  
 تھے اور یہ فرما رہے تھے کہ آج کے بعد حضرت عثمانؓ کے اس عمل کے بعد  
 اسے کوئی چیز نقصان نہیں پہنچائے گی۔ یعنی اس نیکی کے بعد حضرت عثمان  
 غنیؓ جو بھی چاہے کرے اس کے اعمالِ حسنہ کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔  
 جیسا کہ جنگِ بدر میں شریک ہونے والے مسلمانوں کے لئے یہ اعام ملا۔  
 اعملوا ما شئتم فقد غفرت لکم۔ کہ اس کے بعد تم جو چاہو سو  
 کرو میں نے تمہیں بخش دیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص ۵۶۱۔ حضرت عبدالرحمن ابن سمرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 فرماتے ہیں۔ جاء عثمان الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم یالف دینار  
 فی کمہ حین جہز جيش العسرة فنثرها فی حجرہ فرأیت النبی  
 صلی اللہ علیہ وسلم یقلبا فی حجرہ ونہو یقول ما ضرت عثمان ما  
 عمل بعد الیوم من تین۔ کہ حضرت عثمان غنیؓ نبی کریم علیہ السلام کے  
 پاس آئے جبکہ حضور علیہ السلام غزوہ تبوک کی تیاری کر رہے تھے۔  
 حضرت عثمانؓ نے ایک ہزار دینار نبی پاک علیہ السلام کی جھولی میں ڈال  
 دئے۔ عبدالرحمنؓ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضور علیہ السلام کو دیکھا  
 وہ اس رقم کو اپنے دامنِ اقدس میں اچھال رہے تھے اور فرما رہے  
 تھے کہ آج کے بعد حضرت عثمان غنیؓ کا ہر عمل نیک ہی ہوگا اور کوئی چیز  
 اسے کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۲۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۷۸۔ حضرت ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ

فرماتے ہیں۔ میں حضور علیہ السلام کے ساتھ انصار کے کسی بتان میں گیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور حکم فرمایا کہ بغیر اجازت کے کسی کو اندر نہ آنے دینا۔ فجار جل فصر باب الباب۔ پس ایک آدمی آیا۔ اس نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ میں نے پوچھا کون ہے۔ جواب ملا ابو بکرؓ۔ میں نے عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابو بکرؓ آئے ہیں اور اندر آنے کی اجازت چاہتے ہیں۔ قال ائذن له ولبشر یا آلجنہ۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسے اجازت دے دو۔ اور ساتھ ہی اسے یعنی ابو بکرؓ کو جنت کی خوشخبری بھی دے دو۔ اور پھر عمرؓ کے لئے بھی ایسا ہی فرمایا اور پھر حضرت عثمان غنیؓ کے لئے بھی۔ گویا کہ درجنت کھلا ہے جو آئے گا اسے جنت کی خوشخبری دی جائیگی۔ حضرت عثمانؓ کے متعلق فرمایا۔ علی بلوی تصبیہ یعنی اس پر عظیم مصائب نازل ہونگے۔ حضرت عثمانؓ کو اس کی اطلاع دی گئی۔ تو فحمد اللہ ثم قال اللہ المستعان کہ اللہ نگہبان ہے۔

ترمذی شریف جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۲۔ عن جابر قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم مجنازة رجل لیصلی علیہ نقیل یا رسول اللہ ما رأیناک تدرکت الصلوة علی احد قبل هذا قال انہ یبغض عثمان فابغضہ اللہ۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک آدمی کا جنازہ پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ لیکن حضور علیہ السلام نے اس کا جنازہ نہ پڑھایا۔ — غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اس سے پہلے تو ہم نے آپ کو نہیں دیکھا کہ آپ نے کسی کا جنازہ نہ پڑھایا ہو۔ تو نبی پاک علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ عثمان غنیؓ کے بارے میں بغض رکھتا ہے۔ گویا کہ یہ اللہ تعالیٰ سے بغض رکھتا ہے۔ اگر بغض علی کفر

ہے تو بغضِ عثمانؓ بھی کفر ہے۔

غزوہ تبوک اس وقت پیش آیا جبکہ مسلمانوں کے پاس نہ کوئی سامانِ خوراک تھا اور نہ ہی سامانِ جنگ۔ نہ ہی ان کے پاس گھوڑے تھے اور نہ ہی تلواریں تھیں۔ شدت کی گرمی تھی اور تنگی و عسرت و کا زمانہ تھا۔ قرآنِ پاک میں اس کی تصویر یوں ہے :-

ولا علی الذین اذا ما اتوک لتحملہم قلت لا اجد ما

احملکم علیہ تولوا واعینہم تفیض من الایم مع حزنا الا

بجد واما ینفقون۔ اور ان پر بھی کوئی الزام نہیں ہے جو مسلمان تیرے

پاس آئے اور کہا کہ ہمیں بھی سواریاں دو تاکہ ہم بھی جہاد کریں تو تو نے

کہا کہ میرے پاس سواریاں نہیں ہیں کہ تمہیں دوں پھر وہ واپس

لوٹ گئے اور آنکھوں سے آنسو جاری تھے اس افسوس میں کہ ہمارے

پاس بھی سواریاں ہوتی اور خرچ ہوتا۔

اور صرف یہی نہیں تھا کہ ان کے پاس لڑنے کا سامان نہیں تھا۔

بلکہ قحطِ سالی تھی اور مسلمانوں کو کئی کئی دن تک کچھ کھانے کو نہیں ملتا تھا۔

اس لئے اس غزوہ کو بعثتِ العسرة کہا جاتا ہے۔

لیکن جب نبی کریم علیہ السلام نے منبرِ پاک پر کھڑے ہو کر مصارفِ

جنگ کے لئے اعلان فرمایا اور جہاد کی ترغیب دلائی تو حضرت عثمانؓ

غنی نے ایک ہزار اونٹ۔ پانچ سو گھوڑے اور ایک ہزار دینار نقد

حضورِ اقدس کی خدمت میں پیش کئے گویا کہ مصارفِ جنگ کا ادھار

خرچ حضرت عثمانؓ غنی نے برداشت کیا۔ پھر مدینہ منورہ میں سوا

بڑے رومہ کے جو کہ ایک یہودی کی ملکیت تھا کہیں بھی پینے کے لئے صاف

اور میٹھا پانی نہیں تھا۔ حضرت عثمان غنیؓ نے اس کتوئیں کو بیس ہزار دینار میں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا۔

تاریخ الخلفاء - صفحہ ۵۵ - بحوالہ ابن سعد استخلفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی المدینة فی غزوتہ الی ذات الرقاع -

غزوہ ذات الرقاع کے موقع پر حضور علیہ السلام نے حضرت عثمان غنیؓ کو مدینہ والوں کے لئے اپنا نائب مقرر فرمایا۔

غزوہ تبوک میں نبی کریم علیہ السلام نے حضرت علی المرتضیٰ کو اپنا نائب بنایا تھا اور غزوہ تبوک میں حضرت عثمان غنیؓ کو اگر اس لحاظ سے حضرت علیؓ کی بہت بڑی فضیلت مانتی جاتی ہے۔ تو حضرت عثمان غنیؓ کی شان بھی کم نہیں ہے۔

## آپ کے ذوالنورین ہونے کی وجہ تسمیہ

احادیث:- تفاسیر اور تواریخ کی کتابوں میں یہ صراحتاً موجود ہے۔ کہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لقب ذوالنورین ہے یعنی دو نور والی۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے ان کے نکاح میں آئیں اور آپ ذوالنورین لقب پایا۔ بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۳ - مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۲ - عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں - اما تغیبہ عن بدر فاندہ کانت تحتہ رقیہ بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وکانت ہر لیضۃ فقال لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان لک اجر رجل ممن شہد بدر - ترجمہ:- کہ حضرت عثمان غنیؓ جنگ بدر میں اس لئے شریک

ہوسکے کہ حضور علیہ السلام کی صاحبزادی جو ان کی زوجہ محترمہ تھی بیمار تھی۔  
نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری بیٹی کی دیکھ بھال کرو۔ اور تمہیں اتنا  
ہی ثواب ملے گا جتنا کہ جنگ میں شریک ہونے والوں کو ملے گا۔

تاریخ الخلفاء بحوالہ بیہقی صفحہ ۱۰۵۔ حضرت عبداللہ بن عمر بن ابان الجعفی  
فرماتے ہیں کہ مجھ سے حسین الجعفی نے کہا کہ تو جو اتنا ہے حضرت عثمان غنیؓ کو  
ذوالنورین کیوں کہتے ہیں؟ میں نے کہا نہیں۔ تو انہوں نے کہا لے جمع  
بین ائمتہ نبی منذ خلق اللہ آدمالی ان تقوم الساعة غیر عثمان۔  
کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے لے کر قیامت تک سوائے حضرت  
عثمانؓ کے کوئی انسان ایسا نہیں ہوا کہ کسی نبی کی دُعا جزا دیاں کیے بعد و گئے  
اس کے نکاح میں آئی ہوں۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۵۔ وقزوج رقیۃ بنت رسول اللہ صلی اللہ  
علیہ وسلم قبل التبوۃ وماتت عندہ فی لیالی غزوة بدر فتاخر  
عن یدار۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے اپنی صاحبزادی جناب رقیہؓ کا نکاح  
پہلے عثمان غنیؓ سے کیا اور وہ جنگ بدر کے موقع پر فوت ہو گئیں۔ چونکہ وہ  
بیمار تھیں اس لئے حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تم میری بیٹی کی دیکھ بھال  
کرو اور جتنا ثواب و اجر جنگ میں شریک ہونے والوں کو ملے گا اتنا ہی تمہیں  
ملے گا۔ جس دن خوشخبری فتح کی پہنچی اس دن حضرت رقیہؓ کو دفن کیا گیا۔  
فترؤجہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بعد ہا اقم کلثوم۔  
پھر اس کے بعد نبی پاک علیہ السلام نے اپنی دوسری صاحبزادی  
آم کلثومؓ کا نکاح ان سے کر دیا۔

صفحہ ۱۰۵۔ ابن عساکر کے حوالہ سے حضرت علی المرتضیٰؓ سے کسی نے پوچھا

کہ حضرت عثمانؓ کے متعلق آپ کا کیا خیال ہے۔ فقال ذاك امر عیدی فی الملاء الا علی ذوالنورین کان ختن رسول اللہ علیٰ نیتہ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ یہ حقیقت ہے کہ آسمانوں پر بھی ان کا لقب ذوالنورین ہے اور نبی کریم علیہ السلام کی دو صاحبزادیوں کی بدولت حضور علیہ السلام کے داماد ہیں۔

تاریخ الخلاء صفحہ ۱۰۸۔ بحوالہ طبرانی حضرت عصمتہ بن مالک فرماتے ہیں لما ماتت بنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تحت عثمان قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم زوجوا عثمان لوکان لی ثالثۃ لزوجتہ الی بالوحی من اللہ۔ کہ نبی کریم علیہ السلام کی دوسری اصاحبزادی بھی جو حضرت عثمانؓ کے نکاح میں تھی فوت ہو گئی تو حضور علیہ السلام نے فرمایا اگر میری تیسری بیٹی بھی اس کے بعد ہوتی تو میں وہ بھی اللہ کے حکم اور منشاء الہی کے تحت عثمانؓ کے نکاح میں دے دیتا۔

صفحہ ابن عساکر کے حوالہ سے اور حضرت علیؓ کی زبانی فرماتے ہیں میں نے نبی کریم علیہ السلام سے سنا بقول لعثمان لو ان لی اربعین ابنتہ زوجتک واحدا بعد واحدۃ۔ کہ آپ نے عثمانؓ سے فرمایا کہ اگر میری چالیس بیٹیاں بھی ہوتیں تو ایک کے بعد دوسری اور دوسری کے بعد تیسری تیرے نکاح میں دے دیتا۔

ان روشن حقائق کے باوجود بھی شیعہ حضرات کی علمی بددیانتی اور جہالت ہے کہ یہ لوگ بغض عثمانؓ میں اتنے گمراہ ہو چکے ہیں کہ رسول معظم صلی اللہ علیہ وسلم کی صرف ایک صاحبزادی یعنی حضرت خاتونِ جنت

فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ہی کو تسلیم کرتے ہیں اور حضور علیہ السلام کی دوسری  
تین لڑکیوں کا انکار کرتے ہیں حالانکہ ان کی اپنی معتبر کتابوں سے نبی کریم  
علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں ثابت ہیں۔

اصول کافی جلد ۱ صفحہ ۲۳۹ ثقۃ الاسلام ابو جعفر محمد یعقوب ابن  
الاسحاق الکلبینی الرازی۔ وتزوج خدیجۃ فولدہ منہا قبل مبغثہ  
القاسم ورقیہ وزینب وام کلثوم وولدہ بعد المبعث الطیب  
والطاهر وفاطمہ علیہا السلام۔ کہ نبی پاک علیہ السلام نے حضرت  
خدیجہؓ سے نکاح کیا اور مبعوث ہونے سے پہلے جناب خدیجہؓ کے بطن پاک سے  
قاسم۔ رقیہ۔ زینب اور ام کلثوم پیدا ہوئے اور بعد از مبعث طیب۔  
طاہر اور فاطمہ پیدا ہوئے۔

حیات الثلوث جلد ۲ صفحہ ۵۸۸۔ مطبوعہ طہران۔ ملا باقر مجلسی بسند معتبر  
از حضرت صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کردہ است کہ از برائے رسول  
خدا علیہ السلام از خدیجہؓ متولد شدند طاہر و قاسم و فاطمہ و ام کلثوم و رقیہ  
وزینب۔ و فاطمہؓ را بحضرت امیرالمومنین تزویج نمودند و تزویج کرد  
با ابوالعاص بن زبیر کہ از بنی امیہ بود زینب را۔ و بعثمان بن عفان ام کلثوم  
را و پیش از آنکہ بخانہ (نعوذ باللہ) آں ملعون برود برحمت الہی واصل شد  
بعد از او حضرت رقیہؓ را با و تزویج نمود۔

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بروایت معتبر ثابت  
ہے کہ حضرت خدیجہؓ کے بطن مبارک سے نبی کریم علیہ السلام کے لئے طاہر۔  
قاسم۔ فاطمہ۔ ام کلثوم۔ رقیہ اور زینب پیدا ہوئے۔ حضرت فاطمہؓ  
کا نکاح امیرالمومنین حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کر دیا اور زینبؓ کا



نکاح ابوالغاصق سے کر دیا اور ام کلثومؓ کا نکاح عثمان بن عفان سے کیا، اور ابھی وہ عثمان ملعون نعوذ باللہ۔ استغفر اللہ کے گھرنہ گئی تھیں کہ فوت ہو گئیں اور اس کے بعد حضرت رقیہؓ کا نکاح بھی عثمان سے کر دیا۔  
 شیعہ مجتہدین نے یہ بھی تسلیم کر لیا ہے کہ نبی کریم علیہ السلام کی چار صاحبزادیاں تھیں اور یہ بھی مان لیا ہے کہ حضور علیہ السلام کی دو صاحبزادیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمان بن عفان کے نکاح میں آئیں۔ یعنی ام کلثومؓ و رقیہؓ لیکن کسی سوقیانہ انداز سے تسلیم کیا ہے۔ ذرا شیعہ مجتہدین کی غلیظ زبان ملاحظہ ہو۔ کہ عثمان غنیؓ کو یعنی داماد مصطفیٰ علیہ السلام کو ملعون لکھا ہے۔ ذرا اپنے آپ کو شیعہ پاک ٹولہ کہنے والوں کی زبان تو دیکھو کتنی گندی۔ غلیظ اور ناپاک ہے۔

بیج البلاغۃ خطبات علی المرتضیٰ جلد ۱ - صفحہ ۳۶۳ - داماد فضلید علیہما فی النہر فلا نہ تزوج بنتی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رقیہ و ام کلثوم توفیت الا ولی فتر وجه النبی باہلثانیۃ ولذا سہی ذال نورین۔ کہ حضرت عثمان غنیؓ کی ابو بکرؓ و عمرؓ رشتہ کے لحاظ سے اس لئے قضیت زیادہ ہے کہ نبی کریم علیہ السلام دو صاحبزادیاں یعنی رقیہؓ و ام کلثومؓ ان کے نکاح میں دیں۔ پہلی فوت ہوئی تو دوسری بیٹی کا نکاح کر دیا۔ ذرا امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی تقسیم پر تو غور کرو کہ حضور علیہ السلام نے کس انداز اور احسن طریقہ سے حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کو سسر بنا لیا۔ اور حضرت علی المرتضیٰؓ اور حضرت عثمان غنیؓ کو داماد۔ جب یہ ایک مسلمہ حقیقت ہے اور فریقین کی کتابوں سے پوری طرح ثابت ہے تو پھر ان میں جھگڑا کیسا۔ لڑائی کیوں۔

مخالفت کہاں کی۔۔۔ دشمنی کیا اور رنجش کیسی۔۔۔ یہ سب کچھ موجودہ  
 ذاکروں کی من گھڑت کہانیاں ہیں اور شیعہ علماء کے فرضی افسانے ہیں۔  
 اس لئے کہ قرآن پاک تو اعلان کرتا ہے کہ رحماء بینہم۔ کہ یہ  
 تمام لوگ آپس میں رحمہم تھے۔ یار تھے۔ دوست تھے اور ساتھی تھے۔  
 اور یہ کہتے ہیں کہ وہ آپس میں لڑتے تھے۔ جھگڑتے تھے۔ ایک  
 دوسرے کے دشمن تھے اور مخالف تھے۔

بھلا کہاں قرآن اور کہاں ذاکروں کا ہدیٰ ان۔۔۔

قرآن پاک میں ہے۔۔۔

قُلْ لَا ذُوَاجِلْكَ وَبِنَاتِكَ۔ کہ اے میرے محبوب پاک  
 صلّ اللہ علیہ وسلم اپنی بیویوں اور لڑکیوں کو فرما دو۔  
 ازواج اور بنات دونوں صیغے جمع کے ہیں اور جمع کم از کم  
 تین سے شروع ہوتی ہے اور زیادہ کی کوئی حد نہیں ہوتی۔  
 لہذا قرآن پاک سے بھی ثابت ہے کہ نبی کریم صلّ اللہ علیہ وسلم کی ایک  
 صاحبزادی نہیں تھی بلکہ زیادہ تھیں۔ یعنی چار تھیں۔



# شہادت عثمان و التورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۲۳۔ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک دن سعد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اُحدا و معہ ابوبکر و عمر و عثمان فرجفت فقال اسکن اُحدا اظنہ ضربہ برجلہ فلیس علیک الا نبی و صدیق و شہیدان۔ — نبی کریم علیہ السلام حضرت ابو بکر عمرؓ اور عثمانؓ کے ہمراہ اُحد پہاڑ پر چڑھے۔ جلال نبوتؐ اور رعیتِ سالت کے باعث اُحد پہاڑ حرکت کرنے لگا۔ حضور علیہ السلام نے پاؤں کی ٹھوکر مار کر فرمایا۔ اُحد ٹھہر جا اس لئے کہ تجھ پر ایک نبی ہے۔ ایک صدیق ہے۔ اور دو شہید ہیں۔ یعنی عمرؓ و عثمانؓ۔ — پہاڑ ٹھہر گیا۔ —

بخاری شریف کی اس حدیث پاک سے ثابت ہوتا ہے کہ جس طرح نبی کریم علیہ السلام نے حضرت امام حسینؑ کی شہادت کی خبر پہلے ہی دے دی تھی اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کی اطلاع بھی پہلے دے دی تھی۔ اور پھر جب باغیوں نے آپ کے مکان کا محاصرہ کر لیا تھا تو اُس وقت بھی آپ نے فرمایا تھا کہ کیا تم نہیں جانتے کہ ایک دن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم علیٰ اثبید مکتہ و معہ ابوبکر و عمر و انا اور حضور کے ساتھ ابوبکر اور عمرؓ اور میں تھا۔ — فتوح الجبل۔ — پس پہاڑ حرکت میں آ گیا یہاں تک کہ اس کے پتھر گرنے لگے۔ تو حضور علیہ السلام نے اپنا پاؤں مبارک مار

کر فرمایا۔ اسکن شبیرؑ کا ناما علیک نبی و صدیق و شہیدان۔  
 کہ اے شبیرؑ ٹھہر جا۔ تجھ پر ایک نبی ہے۔ ایک صدیق ہے اور دو شہید ہیں  
 تمام نے کہا کہ ہاں۔ تو آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے فرمایا۔  
 و رب کعبہ انی شہید ثلاثا کہ ربت کعبہ کی قسم میں شہید ہوں۔ اور  
 یہ الفاظ تین بار کہے۔ سیدنا عثمان غنیؓ کی شہادت پاک کے اسباب پر  
 اگر غور و فکر کیا جائے۔ تو میرے نزدیک صرف ابن سبا کی وہ تحریک  
 ہے جو اس نے اسلام کے خلاف منظم طریقہ سے محبت اہل بیعت کا لبادہ اوڑھ  
 کر چلائی تھی۔ یہ مکار و عیار اور دشمن اسلام ظاہر میں مسلمان ہو چکا تھا،  
 لیکن اس لئے نہیں کہ اس دین فطرت کی کوئی خدمت کرے بلکہ محض اس  
 لئے کہ مسلمان ہو کر گھر کا بھیدی ہو جاؤں گا اور پھر اسلام اور اہل اسلام  
 کو ہر قدم پر نقصان پہنچا کر اپنے شیطانی جذبہ کی تکمیل کر سکوں گا۔ نبی اکرم۔  
 صدیق اکبرؑ اور فاروق اعظمؓ کے زمانہ مبارک تک اس کی ابلیسانہ چالیں  
 دبی رہیں مگر حضرت عثمان غنیؓ کے عہدِ خلافت میں حالات نے پلٹا کھا یا تو اسے  
 بھی اپنی شیطانی سیاست چلانے کا موقع مل گیا۔

ابن سباؑ نے نکل کر بصرہ پہنچا اور حکیم بن جبلة کے پاس ٹھہرا۔  
 اس کا کام ذمیوں کو ٹوٹنا اور ڈاکہ ڈالنا تھا۔ تھوڑے ہی دنوں میں  
 ابن سباؑ نے حکیم بن جبلة کے ذریعہ سے اپنے ہم خیالوں کی ایک جماعت  
 تیار کر لی۔ اور اس طرح یہ صنعا کا یہودی جو بنظاہر مسلمان ہو چکا تھا  
 محبت آل رسول کے لباس میں اب کھل کر میدان میں آگیا اور اسلام  
 نے جو کاری ضرب یہودیوں پر لگائی تھی اس کا انتقام لینے کے لئے اپنے

اپنے فتنہ پرور نظریات اور باطل اعتقادات کی تبلیغ کرنے لگا۔ یہودی  
نژاد ابن سبأ کے نظریات و اعتقادات یہ تھے :-  
۱۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی حضرت عیسیٰ السلام کی طرح دوبارہ دنیا  
میں تشریف لائیں گے۔

۲۔ نبی کا ایک خلیفہ اور وصی ہوتا ہے اور رسول پاک کے وصی  
حضرت علیؓ ہیں۔

۳۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء ہیں اور حضرت علی  
خاتم الاوصیاء ہیں۔

۴۔ خلافت کے حقدار صرف حضرت علیؓ تھے۔ یہ ظلم ہے کہ انہیں خلافت  
سے ابھی تک محروم رکھا جا رہا ہے۔

۵۔ حضرت عثمانؓ کو قتل یا معزول کر کے حضرت علیؓ کو خلیفہ بنایا جائے!  
بس یہاں سے شیعہ تحریک کی ابتدا ہوتی ہے جو آج تک انہیں اعتقاداً  
و نظریات کی بنیاد پر کام کر رہی ہے اور اسی تحریک کو آہستہ آہستہ  
مذہبی رنگ دے دیا گیا ہے۔ اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی  
مخالفت ان سے بغض و عناد اور نفرت و عداوت کا اصلی سبب بھی ابن  
سبأ کی اصحابہ کرامؓ بالفاظہ دیگر اسلام دشمنی کی خفیہ اور منظم سازش ہے۔  
آخر اس مکار و عیار کی شیطانی چالیں کام آگئیں اور پھر عثمانؓ غنیؓ  
یعنی دین و اسلام کے خلاف بغاوت کے شعلے بھڑک اٹھے اور کوفہ بھر  
اور مصر کے باغی حج بیت اللہ کا بہانہ بنا کر مدینہ منورہ کی جانب روانہ  
ہو گئے۔

لیکن یہ عجیب بات ہے کہ ان سازشی و باغی گروہ میں خلافت پر اتفاق

نہ ہو سکا۔ کوئی حضرت زبیرؓ کو۔ بصری حضرت طلحہؓ کو اور مصری حضرت علیؓ کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے اور اس سازش و بغاوت کا سرغنہ تو ابن سبا تھا اور جو لوگ اس میں شریک ہو کر مدینہ آئے تھے ان میں حکیم بن جبلة العبدی جس کے پاس سب سے پہلے ابن سبا جا کر ٹھہرا تھا۔ محمد بن ابی حذیفہ کثانہ ابن بشر۔ ابن عریس العلوی اور سدوسی بن قیس الثقی تھے باغیوں نے پہلے مسجد نبویؐ میں جمعہ کے خطبہ کے دوران خلیفۃ المسلمین پر پتھر برسائے۔ لیکن حضرت علی المرتضیٰؓ نے انہیں واپس کر دیا۔ لیکن دوسرے دن باغیوں نے حضرت عثمان غنیؓ کے مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت علیؓ نے ان سے پوچھا کہ تم واپس کیوں آئے ہو؟

انہوں نے جواب دیا خلیفہ نے اپنے غلام کے ہاتھ مصر کے عامل کے نام ایک خط لکھا ہے کہ جو نہی یہ لوگ مصر آئیں انہیں قتل کر دیا جائے اور بیٹے غلام۔ یہ ہے عثمانؓ کا اونٹ اور یہ ہے خط۔

حضرت علیؓ اور محمد بن مسلمہ نے امیر المومنینؓ سے اس خط کی بابت پوچھا۔ آپ نے قرآن پاک ہاتھ میں لے کر قسم کھائی۔ کہ یہ خط نہ میں نے لکھا ہے اور نہ کسی سے لکھوایا ہے اور نہ ہی مجھے کوئی علم ہے۔ لیکن باغی پوری تیاری اور اٹل ارادہ سے آئے تھے انہوں نے کہا کہ جس انسان کا یہ حال ہو کہ اسے نہ اپنی ہر خلافت کا پتہ ہو وہ خلافت کا اہل نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ خود بخود خلافت سے دستبردار ہو جائیں حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جو خلعت مجھے پہنائی ہے میں اسے خود نہیں اتاروں گا۔ باغیوں نے پھر کہا اگر تم خلافت نہ چھوڑو گے تو ہم تمہیں قتل کر دیں گے اور راستہ روکنے والوں کا بھی مقابلہ

کریں گے! امیر المؤمنین نے فرمایا۔ میں اپنی جان دے دوں گا مگر خلافت  
اللہیہ سے کنارہ کش نہیں ہوں گا۔

اور تمہارے مقابلہ میں کوئی نہیں آئے گا۔ اس لئے کہ میں کسی کو  
تمہارے خلاف لڑنے کی اجازت نہیں دوں گا۔ لیکن یہ یاد رکھو کہ اگر  
تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر قیامت تک اسلام کا شیرازہ بکھرا ہی رہے گا۔  
اور پھر آپ نے ایک طویل تقریر فرمائی۔

میں تمہیں حلف دے کر پوچھتا ہوں اور قرآن و اسلام کو گواہ بنا  
کر دریافت کرتا ہوں کہ کیا تم نہیں جانتے کہ جب رسول خدا صلی اللہ  
علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو مدینہ میں بئر رومہ کے سوا بیٹھے پانی  
کا کوئی کنواں نہیں تھا اور نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ جو بھی اس  
کنوئیں کو خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کرے گا۔ وہ جنتی ہے تو میں  
نے اسے خرید کر وقف کر دیا اور آج تم مجھے اس کنوئیں سے پانی نہیں  
پینے دیتے۔ کیا تم نہیں جانتے کہ میں نے جیش العسرة کا پورا سامان کیا  
تھا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ نبی اکرم علیہ السلام نے جب مسجد کی  
وسعت کے لئے فرمایا کہ کون ہے جو زمین کا ٹکڑا خرید کر اپنا گھر بہشت  
میں بنائے تو میں نے ایسا کیا۔ اور کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ ایک دن  
میں۔ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے ساتھ کوہ حرا پر چڑھے۔ پہاڑ  
حرکت کرنے لگا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا تھا۔ کہ آے حرا ٹھہر جا۔  
تجدید پر ایک نبی۔ ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ پھر ان لوگوں سے خدا و  
اسلام کو گواہ بنا کر پوچھتا ہوں جو بیعت رضوان میں موجود تھے کہ سب  
حضور علیہ السلام نے مجھے مشرکین مگہ کے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے بھیجا تھا

تو اپنے اپنے دست مبارک کو میرا ہاتھ قرار دے کر میری طرف سے بیعت  
لی تھی۔ تمام تے ہر بات کی تصدیق کی اور جو کچھ آپ نے فرمایا سب نے دست  
تسلیم کیا مگر پھر بھی ان پتھر دل باغیوں پر کوئی اثر نہ ہوا۔  
حضرت علی المرتضیٰؓ کو جب یہ بات پہنچی کہ باغی عثمان غنیؓ کو شہید  
کرنا چاہتے ہیں فقال الحسن والحسين اذہبا لسیفکما حتی تقوما  
علی یا پ عثمان فلا تدعا احدا یصل الیہ۔ تو اپنے حضرت حسنؓ و  
حسینؓ کو فرمایا کہ تلواریں پکڑ کر عثمان غنیؓ کے مکان کے دروازہ پر کھڑے  
ہو جاؤ اور کسی کو ان تک نہ پہنچنے دینا۔

ان کے علاوہ زبیرؓ نے اپنے بیٹے کو۔ طلحہؓ نے اپنے لڑکے کو اور بہت  
سے اصحاب رسولؐ نے اپنے اپنے صاحبزادوں کو حضرت عثمان غنیؓ کی  
حفاظت کے لئے بھیجا۔

جب بلوائیوں نے یہ کیفیت دیکھی اور امیر المومنین کی حفاظت و  
مدد کے لئے ہاشمی جوانوں کو دیکھا تو انہوں نے حضرت عثمانؓ کے مکان  
پر تیر چلانے شروع کر دیئے اور پہلا تیر حضرت حسنؓ کے بازو پر لگا جس  
سے ان کا خون بہنے لگا اور دوسرا تیر محمد بن طلحہؓ کو لگا اس کا بھی لہو  
نکل آیا اور تیسرا قنبر کے بدن پر لگا جو حضرت علی المرتضیٰؓ کا غلام تھا۔  
باغیوں نے جب حضرت حسنؓ کا خون بہتے دیکھا تو انہیں خوف ہوا۔  
کہ اگر بنی ہاشم حسنؓ کے خون اور حسینؓ کے زخم کو دیکھیں گے۔ تو ہمارے  
مقابلہ کو نکل آئیں گے اور پھر ہم اپنے مقصد میں کبھی بھی کامیاب نہیں

۱۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۱۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۱۔ الریاض النضرہ ابی جعفر  
الشہیر جلد ۲ صفحہ ۱۵۰۔ لہ تاریخ الخلفاء سیوطی ص ۱۱۳ الریاض النضرہ جلد ۲ صفحہ ۱۶۵۔



ہو سکیں گے تو وہ مکان کئی عجیبی جانب سے دیوار بچاند کر اندر داخل ہو گئے۔  
 سب سے پہلے محمد بن ابوبکر نے خلیفۃ المسلمین کی ریش مبارک پکڑی  
 آپ نے فرمایا۔ بھتیجے اگر تیرا باپ زندہ ہوتا تو ایسا نہ ہوتا۔ محمد بن ابوبکر کو  
 حیا آگئی۔ وہ نکل گیا اور پھر نظر نہیں آیا۔ پھر تلوار کا پہلا وار کنانہ بن  
 بشر نے کیا۔

آپ قرآن پاک کی تلاوت کر رہے تھے۔ آپ کی وفادار زوجہ  
 محترمہ حضرت نائیلہ پسن بیٹی تھی۔ اس نے اپنے ہاتھ پر تلوار کا  
 وار روکا۔ تین انگلیاں کٹ گئیں۔ ادھر آپ کی زبان  
 پاک قرآن مجید کی یہ آیت تلاوت کر رہی تھی فسیکفیکہما اللہ  
 وهو السميع العليم۔ دھرا اس ظالم کا دوسرا وار ہوا۔  
 آپ نے جاہم شہادت نوش فرمایا۔ گردن کٹ گئی۔  
 اور خون کے قطرے قرآن پاک پر پڑے۔ دو دن تک نعش  
 مبارک بے گور و کفن پڑی رہی۔ پھر اس فرما نروائے اسلام  
 اور محسن اسلام کو بغیر غسل کے انہیں خون آلود کپڑوں میں جنت  
 البقیع کے قریب حشن کو کب میں دفن کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُونَ  
 یہ حسن اتفاق ہے کہ امیر المؤمنین حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ  
 تعالیٰ عنہ کی شہادت بھی ۱۸ ذی الحجہ ۳۵ھ جمعہ کے دن ہوئی اور آج  
 جبکہ میں آپ کی شہادت پاک کا مضمون ختم کیا ہوں۔ تو بھی ۱۸ ذی الحجہ  
 اور جمعہ کا دن ہے۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ باغیوں کے بار بار کہنے پر کہ خلافت سے

دستبردار ہو جائیں ورنہ آپ کو قتل کر دیا جائے گا۔ حضرت عثمان غنیؓ نہیں فرماتے ہیں کہ میں جان دے دوں گا مگر خلافتِ اسلامیہ سے دستبردار نہیں ہوں گا اور مجھے جو خلعت پہنائی گئی ہے جیتے جی اسے نہیں اتاروں گا کیا انہیں خلافت کی اتنی ہی ہوس تھی کہ بارہ سال میں بھی پوری نہ ہوئی تھی؟

جواب یہ ہے کہ نہیں ایسا ہرگز نہیں تھا۔ نہ تو انہیں خلافت کی حرص تھی اور نہ ہی حکومت کی ہوس۔ بلکہ وہ تو فرمانِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو پورا کر رہے تھے۔ اور انہیں اپنی جان پیاری نہیں تھی نبی کا فرمان عزیز تھا۔ اور وہ فرمانِ مصطفیٰ یہ ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۱۲ جلد ۲ شریف ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ اُمّ المؤمنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ سے فرمایا لعل اللہ یقبضک قمیصاً فان ادادوك علیٰ خلعه فلا تخلعه لہم۔ کہ خدا تعالیٰ تجھے ایک قمیص پہنائے گا۔ پس اگر لوگ تجھے وہ قمیص اتارنے کو کہیں تو ہرگز نہ اتارنا۔ یعنی خلافت و نبیابت تجھ عطا ہوگی اور لوگ تجھ سے اس منصب سے دستبردار ہونے کا مطالبہ کریں گے مگر دستبردار نہ ہوتا۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۲۔ ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۲۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بعد پیدا ہونے والے فتنوں کا ذکر فرمایا فقال یقتل ہذا فیہا مظلوماً لعثمان۔ پھر فرمایا کہ ان فتنوں میں یہ عثمان مظلومیت کی حالت میں قتل ہوگا۔ ابی سہلہ جو کہ حضرت عثمان غنیؓ کا غلام تھا کہتا ہے کہ جس دن ان کا محاصرہ کر لیا گیا اس دن انہوں نے مجھ سے کہا کہ

میں نے تو اس دن کے لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وعدہ کیا تھا۔ کہ جنگ و جدال نہیں کروں گا، اس لئے میں صابر ہوں اور صبر ہی کروں گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوا۔ کئی دن تک پانی بند رہا مگر آفت تک نہ کی۔ پندرہ دن تک محصور رہے لیکن مطمئن رہے، گردن کٹوالی لگے مقابلہ نہیں کیا۔ جان دے دی۔ لیکن عہد نہیں توڑا۔ شہید ہو گئے۔ مگر فرمان مصطفیٰ کے خلاف نہیں کیا۔

حضرت عثمان ذوالنورین کی شہادت سے جو حقیقت واضح ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ نے آخری وقت تک ان کی حفاظت کی اور انہیں بچانے کی ہر ممکن کوششیں کی، یہاں تک کہ اپنے دونوں شہزادوں حسن و حسینؑ کو تلواریں دے کر ان کے دروازہ پر کھڑا کر دیا اور فرمایا کہ تمہارے ہوتے ہوئے کوئی دشمن کوئی باغی اور ظالم عثمانؓ کے قریب نہ جائے۔

شیعہ حضرات بتائیں کہ کیا یہ آپس میں مخالفت۔ دشمنی۔ نفرت اور عداوت کی دلیل ہے یا باہمی محبت و پیار۔ اُلفت و یگانگت اور اتفاق و سلوک کا ثبوت ہے؟

اپنے دشمن کی حفاظت۔ اپنے مخالف کی حمایت۔ اپنے بدخواہ کی طرفداری اور اپنے مقابل کی خیر خواہی کون کرتا ہے؟

یہاں تک کہ حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کے بعد حضرت علی المرتضیٰ نے اپنے شہزادوں حسن و حسینؑ سے فرمایا کَيْفَ قُتِلَ أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ وَأَنْتُمَا عَلَى الْبَابِ — کہ تمہارے دروازہ پر پہرہ دینے کے باوجود امیر المؤمنینؑ کیسے قتل ہو گئے۔ وَرَفَعَ يَدَهُ فَلَطَمَ الْحَسْنَ وَضَرَبَ

صَدْرًا الْحُسَيْنِ وَشَتْمَهُ مُحَمَّدًا بْنِ طَلْحَةَ وَعَبْدَ اللَّهِ بْنِ الزَّبِيرِ -  
 اور غصہ میں حضرت حسنؑ کے منہ پر طمانچہ اور حضرت حسینؑ کے سینہ پر تھپڑ  
 مارا۔ اور محمد بن طلحہ اور عبد اللہ بن الزبیر کو برا بھلا کہا۔

## شہادت عثمانؓ اور شہادت حسینؑ

شہادتِ امام حسینؑ اور شہادتِ عثمانؓ غنیؓ کا اگر بغض و عناد اور  
 کینہ و تعصب سے دور رہ کر موازنہ کیا جائے تو دونوں میں کئی طرح کی  
 مناسبت پائی جاتی ہے :-

۱۔ حضرت حسینؑ کی شہادت کی خبر بھی رسول پاکؐ نے پہلے ہی دے  
 دی تھی۔ جناب عثمانؓ غنیؓ کی شہادت کی اطلاع بھی نبی کریمؐ علیہ السلام  
 نے پہلے ہی دے دی تھی۔

۲۔ حضرت حسینؑ بھی انتہائی منطوومیت کے عالم میں شہید ہوئے اور  
 جناب عثمانؓ ذوالنورینؓ بھی اسی حالت میں شہید ہوئے۔ جناب  
 حسینؑ پر بھی پانی بند کیا گیا اور حضرت عثمانؓ غنیؓ پر بھی!

۳۔ ان کے خیموں کا محاصرہ کیا گیا اور ان کے مکان کا

۴۔ ان کے خیمے جلائے گئے اور ان کا گھر نذرِ آتش کیا گیا۔

۵۔ حضرت حسینؑ کے لئے بھی نہ غسل تھا اور نہ کفن اور جناب

عثمانؓ غنیؓ کے لئے بھی نہ غسل تھا اور نہ کفن۔

۶۔ نواسہ رسولؐ کے گلے پر خنجر چلا تو وہ نماز پڑھ رہے تھے۔ اور

داماد رسولؐ کی گردن پر تلوار چلی تو وہ قرآن پڑھ رہے تھے۔

۷۔ سبٹ پیمبر کے خون کے قطرے کر بلا کے میدان میں گرے اور رفیق

- بیغمبر کے لہو کے چھینٹے خدا کے قرآن پر گرے۔۔۔۔۔
- ۹۔ ان کے غم میں بھی فرشتوں نے سوگ منایا۔ اور ان کے قتل پر بھی ملائکہ نے افسوس کیا۔۔۔۔۔
- ۱۰۔ علیؑ کے لال کی شہادت پر بھی جنتوں نے نوحہ کیا اور نبیؐ کے یار کی موت پر بھی جنتوں نے آہ و بکا کی۔۔۔۔۔



# مدح اصحابہ کرام رضی اللہ عنہم علی المرتضیٰ

قرآن و حدیث کی روشنی — کتاب و سنت کی ضیا — تفسیر و تاریخ کی  
 نو اور معتبر روایات کی چاندنی میں اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کی شان و  
 عظمت — عزت و توقیر اور تعریف و توصیف لکھنے کے بعد آؤ اب بتہ کریں  
 کہ شیعہ حضرات رسول مکرم علیہ السلام کے جن وفادار ساتھیوں — جانثار  
 غلاموں — فرما نبردار یاروں اور اطاعت شعار دوستوں کو نعوذ باللہ کا  
 و منافق کہتے ہیں اور اپنے تعصب و عناد اور اپنی جہالت و کم علمی کی بنا پر جن کی  
 شان اقدس میں گستاخیاں کرتے ہیں اور اپنے ذاکروں سے من گھڑت کہانیاں  
 و اہمیات نکالتے اور بے معنی روایات سن کر ان پر تبرا بازی کرتے ہیں اور  
 انہیں گالیاں دیتے ان کی عزت و توقیر اور عظمت و فضیلت حضرت امیر المؤمنین  
 علی المرتضیٰ کے نزدیک کیا ہے اور آپ کی زبان پاک ان کی مدح و ثنا اور تعریف و  
 توصیف کس انداز سے کرتی ہے۔

نیج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۲۲۹ مطبوعہ مصر۔ حضرت علیؑ فرماتے ہیں:-  
 لَقَدْ رَأَيْتُ أَصْحَابَ مُحَمَّدٍ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَرَى  
 أَحَدًا مِنْهُمْ يُشْبِهُ - لَقَدْ كَانُوا يُصْبِحُونَ شِعْثًا غَدِيرًا - وَقَدْ بَاوُوا  
 سُبْحًا أَوْ قِيَامًا - يَدْرَأُ وَحُونَ بَيْنَ جِبَاهِهِمْ وَخُدُودِهِمْ - وَكَبَّ  
 الْمَعْزَى مِنْ طَوْلِ سُجُودِهِمْ إِذْ ذُكِرَ اللَّهُ هَمَلَتْ أَعْيُنُهُمْ

ترجمہ:- البتہ تحقیق میں نے اصحاب رسول علیہ السلام کی مثل کوئی انسان نہیں دیکھا۔ وہ صبح اٹھتے تو ان کے چہرے غبار آلود ہونے لگتے اور وہ رات سجدوں اور قیام میں گزارتے تھے۔ ان کی پیشانیوں اور ان کے رخساروں پر سجدوں کے نشان ہوتے تھے۔ طویل اور لمبے لمبے سجدوں اور عبادت الہی میں مضطرب ہونے اور کثرت حرکت کے باعث ان کی پنڈلیاں زانوؤں سے ملی ہوئی ہوتی تھیں۔ اور جب ان کے پاس اللہ کا ذکر کیا جاتا تو ان کی آنکھیں اشکبار ہو جاتی ہیں۔

ہج البلاغہ جلد اول صفحہ ۲۸۷ مطبوعہ مصر۔ حضرت علی المرتضیٰ فرماتے ہیں:-  
 من العيون من البكاء - خمس البطون من الصيام ذبل الشفاة  
 من الدعاء - صفر الالوان من الشهر، علی وجوہہ غبوة الخاشعین -  
 اولائك اخواني الذاهبون فحق لنا ان نظما اليهم - ونعض الايدي  
 علی فراقهم ان الشيطان ليسني لكم طرفه ويريد ان يحل ديتكم  
 عقدة عقدة - ويعطيكم بالجماعة الفرقة فاصدقوا عن نزغاته  
 ولفثاته - واقبلوا النصيحة ممن اهداها اليكم واغفلوها علی انفسكم -  
 ترجمہ:- میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب کو دیکھا ہے۔ زیادہ  
 رونے کے باعث ان کی آنکھیں خیرہ ہو گئی تھیں یا سفید ہو گئی تھیں۔ روزہ کے  
 باعث ان کے پیٹ خالی ہو گئے تھے۔ دعا کرتے کرتے ان کے ہونٹ خشک ہو  
 گئے تھے۔ شب بیداری کے سبب ان کے چہرے پیلے ہو گئے تھے۔ کثرت سجدوں  
 کی وجہ سے ان کے چہرے خاک آلود رہتے تھے۔ وہ لوگ میرے بھائی تھے۔  
 جو گزر گئے۔ ہمارا حق یہ ہے کہ ان سے ملاقات کی پیاس رکھیں۔ ان کے فراق  
 میں دانتوں سے ہاتھ کاٹیں۔ شیطان تمہارے لئے راستہ پیدا کرتا ہے اور

چاہتا ہے کہ دین کی رستی کو پارہ پارہ کر دے اور تمہاری جماعت میں تفرقہ ڈال دے۔ تم اس کے وسوسے سے بچو۔ اور اپنے راہنما کی بات مانو اور اپنے دلوں میں گبرہ کرو۔ شبیر خداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان اقدس سے نکلے ہوئے اصحابہ عظام کی شان میں یہ الفاظ کتنے ایمان افروز اور دلکش ہیں جنہیں شیعہ حضرات اگر صحیح تسلیم کر لیں تو ان کے دلوں سے بھی تعصب کا غبار مٹ سکتا ہے اور آنکھوں سے نفرت کی ٹپٹی اتر سکتی ہے۔ مگر وہ لوگ جو قرآن و حدیث کو نہیں مانتے۔ حضرت علی المرتضیٰؑ کے خطبات کو کیا سمجھتے ہیں۔ امیر المومنین نے اپنے اس خطبہ میں جس پیار سے انداز میں سیدھا راستہ بتایا ہے۔ اور صحیح منزل کی نشاندہی کی ہے، وہ صرف شیعہ حضرات کے لئے ہی نہیں بلکہ پورے نسل انسانی کے لئے درسِ عملی ہے۔

اور آپ نے اس خطبہ میں جو اولادِ آدم کو سبق دیا ہے وہ یہ ہے کہ احمق کرام کی عظمت و شان کو تسلیم کر لیا جائے۔ ان کی توقیر و توصیف سے انکار نہ کیا جائے اور ان کے محاسن و فضائل کو سچے دل سے مان لیا جائے وگرنہ دوسری صورت میں شیطان یہ چاہتا ہے۔ کہ لوگوں کے دلوں میں اصحابِ رسول کے بارے میں شکوک و شبہات پیدا کر کے دین و اسلام کی رستی کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور جماعت میں تفرقہ پیدا کر کے ایک ایسا فرقہ بنایا جائے جو اصحابِ رسول سے دشمنی۔۔۔ ان کی مخالفت اور ان کے فضائل و محاسن کا مستحکم ہو۔۔۔ اور پھر آخر میں حضرت علیؑ نے شیطان کی ان چالوں سے بچنے کی ہدایت کرتے ہوئے اپنے راہنما کی بات ماننے پر زور دیا ہے۔

بج البلاغۃ جلد اول صفحہ ۴۷۔ مطبوعہ مصر۔ وَرَضِينَا عَنِ اللَّهِ قَضَاءَ  
وَسَلَّمْنَا لِلَّهِ أَمْرًا - آتَوَانِي الْكُذِّبُ عَلَى رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ



وَاللّٰهُ لَا اَنَا اَوَّلُ مَنْ صَدَّقَهُ فَلَا اَكُوْنُ اَوَّلُ مَنْ كَذَّبَ عَلَيْهِ -

کہ ہم ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی خلافت کا جو فیصلہ اللہ نے کر دیا ہے۔ اس پر راضی ہیں۔ اور اس کے حکم کو تسلیم کرتے ہیں۔ میں ان کی خلافت کا انکار کر کے خدا و رسول خدا کی تصدیق کی اور اب میں ہی سب سے پہلے ان کی تکذیب کروں۔  
شرح حاشیہ :- فَاَطَاعَ الْاَظْهَرُ فِيْ بَيْعَةِ ابْنِ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ رَضِيَ اللهُ تَعَالَى عَنْهُمْ - پس ابو بکر - عمر اور عثمان کی بیعت کے فیصلہ کی اطاعت کرنا ضروری اور لازمی امر ہے۔

ہج البلاغہ جلد ۲ صفحہ ۸ مطبوعہ مصر :-

اِنَّهُ بَايَعَنِي الْقَوْمُ الَّذِيْنَ بَايَعُوْا اَبَا بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ عَلٰى مَا بَايَعُوْهُمْ عَلَيْهِ فَلَمْ يَكُنْ لِلشَّاهِدِ اَنْ يَخْتَارُوْا لِالْغَايْبِ مِرْدُوْا نَمَا الشُّوْزِيْ لَلْمُهَاجِرِيْنَ وَاَلَا نَصَارَةَ اَنْ اجْتَمَعُوْا عَلٰى رَجُلٍ وَّ سَمُوْهُ اِمَامًا كَانَ ذَا لِكَ لِلّٰهِ رَضٰى -

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خلیفہ بننے کے بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لکھا کہ جن لوگوں نے ابو بکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کی بیعت کی تھی انہیں لوگوں نے میری بیعت کی ہے۔ اب کسی حاضر یا غائب کو یہ حق نہیں پہنچتا۔ کہ اس کی مخالفت کرے۔ بیشک شوریٰ مہاجرین و انصار کا حق ہے۔ اور جس شخص پر جمع ہو کر یہ لوگ اسے اپنا امام بنالیں اللہ کی رضامندی کا بھی اسی میں ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ کے اس خط سے شیعہ حضرات کا یہ اعتراض بھی رفع ہو جاتا ہے کہ خلافت الہدیہ مشورہ۔ انتخاب اور اجماع امت سے نہیں ہوا کرتا۔ جب امیر المومنینؓ نے فیصلہ کر دیا ہے کہ باہمی مشورہ۔ انتخاب اور



# قرآن اور علی رضی

اگرچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے عَلِيٌّ مَعَ الْقُرْآنِ وَالْقُرْآنُ مَعَ عَلِيٍّ۔ کہ علیؑ قرآن کے ساتھ ہے اور قرآن علیؑ کے ساتھ ہے اور یہ دونوں حوض کوثر تک جدا نہیں ہوں گے۔

لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اعلان کے علاوہ قرآن پاک کی کئی ایسی آیات بھی ہیں۔ جو دامادِ مسطفیٰ علیہ السلام اور ایمانِ کل کے حق میں نازل ہوئیں۔ مثلاً پارہ ۶۔ سورۃ المائدہ۔ آیت ۵۵

اَلَّذِيْنَ اٰتٰنَا مِنْهُ نَافِلًا ۗ وَالَّذِيْنَ اٰتٰنَا مِنْهُ نَافِلًا ۗ  
اَلَّذِيْنَ اٰتٰنَا مِنْهُ نَافِلًا ۗ وَالَّذِيْنَ اٰتٰنَا مِنْهُ نَافِلًا ۗ  
اَلَّذِيْنَ اٰتٰنَا مِنْهُ نَافِلًا ۗ وَالَّذِيْنَ اٰتٰنَا مِنْهُ نَافِلًا ۗ

ترجمہ :- بے شک تمہارا دوست تو اللہ اور اس کا رسول اور وہ مسلمان ہی ہیں جو قائم کرتے ہیں نماز اور ادا کرتے ہیں زکوٰۃ اور وہ جھکے ہوئے ہوتے ہیں (اللہ کے سامنے)

تفسیر کبیر۔ جلد ۳ صفحہ ۲۱۹۔ پوری بحث کرنے کے بعد امام فخر الدین رازیؒ

اور تفسیر خازن۔ جلد ۱۔ صفحہ ۵۰۶۔ علی بن محمد بن ابراہیم البغدادی روض الیابین

جلد ۲۔ صفحہ ۲۷۴ لکھتے ہیں :- عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اَنَّهَا نَزَلَتْ فِيْ عَلِيِّ بْنِ اِبْنِ طَالِبٍ

عَلَيْهِ السَّلَامُ۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت

پاک حضرت علیؑ ابن ابی طالب علیہ السلام کے حق میں نازل ہوئی۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ جب یہ آیت

کہ یہ نازل ہوئی۔ تو میں نے حضور علیہ السلام کی خدمت میں عرض کی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آنا رایت علیاً تصدقاً بخاتمہ علی محتاج وهو ذاکع، فنحن نتولاہ۔ کہ میں نے علیؑ کو رکوع کی حالت میں ایک محتاج کو اپنی انگوٹھی صدقہ دینے دیکھا ہے۔ پس ہم نے اسے اپنا مددگار بنا لیا ہے۔

حضرت ابی ذر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ صَلَّيْتُ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا صَلَاةَ الظُّهْرِ فَسَأَلْتُ سَائِلٌ فِي الْمَسْجِدِ فَلَمْ يُعْطَهُ أَحَدٌ فَرَفَعَ السَّائِلُ يَدَهُ إِلَى السَّمَاءِ وَقَالَ اللَّهُمَّ الشَّهِدْ أِنِّي سَأَلْتُ فِي مَسْجِدِ الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَمَا أَعْطَانِي أَحَدٌ شَيْئًا وَعَلَى عَلَيْهِ السَّلَامُ كَانَ رَاكِعًا فَاوْمَأَ إِلَيْهِ بِمَخْرَجِ الْيَمِينِ وَكَانَ فِيهَا خَاتَمٌ فَاقْبَلَ السَّائِلُ حَتَّى أَخَذَ الْخَاتَمَ۔ کہ میں نے ایک دن ظہر کی نماز حضور علیہ السلام کے ساتھ پڑھی۔ پس ایک سوالی نے مسجد میں آکر سوال کیا۔ لیکن اسے کسی نے بھی کچھ نہ دیا۔ پھر اس سوالی نے اپنے ہاتھ آسمان کی طرف اٹھائے اور عرض کی اے اللہ تو گواہ ہے کہ میں نے تیرے رسول کی مسجد میں سوال کیا ہے۔ مگر مجھے کسی نے بھی کچھ نہیں دیا ہے۔ اور حضرت علیؑ السلام اس وقت رکوع میں تھے انہوں نے اپنی دائیں انگلی کا اشارہ کیا۔ اور اس انگلی میں انگوٹھی تھی۔ پس وہ سوالی آگے بڑھا اور اس نے علیؑ کی انگلی سے انگوٹھی اتار لی۔

پارہ عن۔ سورۃ التوبہ۔ آیت ۱۹۔ اَجْعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْجَاثِ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ وَجَاهِدَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ لَا يَسْتَوِ عِنْدَ اللَّهِ لَآئِهْدَى الْقَوْمِ الظَّالِمِينَ۔

ترجمہ:- کیا تم لوگ حجاجیوں کو پانی پلانے اور خانہ کعبہ کو آباد رکھنے کو

اس شخص کی خدات جیسا سمجھتے ہو۔ جو اللہ اور آخرت پر ایمان لایا اور پھر وہ اللہ کی راہ میں جہاد کرتا ہے۔ اللہ کے نزدیک تو ایک دوسرے کے برابر نہیں ہے اور اللہ ظالموں کو ہدایت نہیں دیتا۔

تفسیر کبیر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۱۔ یہ آیت پاک حضرت علی المرتضیٰؓ حضرت عباسؓ بن عبدالمطلب اور طلحہ بن شیبہ کے حق میں نازل ہوئی :-

افتخر طلحة بن شيبه والعباس وعلی۔ فقال طلحة انا صاحب البيت بيدى مفتاحه وقال العباس انا صاحب السقاية والقائم عليها و قال علی انا صاحب الجهاد فانزل الله تعالى هذہ الایاتہ۔

کہ طلحہ بن شیبہ عباسؓ اور علی المرتضیٰؓ نے اپنے اپنے کردار و اعمال پر فخر کیا۔ چنانچہ طلحہؓ نے کہا کہ میں خانہ کعبہ کا کبھی بردار اور متولی ہوں۔ حضرت عباسؓ نے کہا۔ کہ آپ زمزم کا میں محافظ ہوں۔ اور حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ اور حضرت علیؓ نے کہا۔ کہ میں نے اللہ کی راہ میں جہاد کئے ہیں۔ پس یہ آیت نازل ہوئی۔ اس آیت کریمہ میں خداوند تعالیٰ نے نہایت ہی پیار سے انداز اور محبت بھرے الفاظ میں حضرت علی المرتضیٰؓ علیہ السلام کی توقیر و عظمت اور شان و فضیلت کو بیان فرمایا ہے۔ کہ کوئی شخص اس بات پر فخر نہ کرے۔ کہ میں خانہ کعبہ کا کبھی بردار اور متولی ہوں اور کوئی انسان اس بات پر بھی ناز نہ کرے کہ میں حاجیوں کو پانی پلاتا ہوں۔ ہاں البتہ اگر کوئی شخص اس بات پر اور اپنے اس کردار و عمل پر فخر کرے۔ کہ میں نے اللہ کی راہ میں کئی جہاد کئے ہیں۔ تو یہ ناز اور فخر اس کا حق ہے۔

اس لئے کہ خانہ کعبہ کا متولی ہونا اور حاجیوں کو پانی پلانا تو کوئی کمال

نہیں۔ کمال تو یہ ہے کہ دین و اسلام کی سر بلندی - حق و صداقت کی حفاظت  
 قرآن و ایمان کی رکھ والی اور توحید و رسالت کی پاسبانی کے لئے اپنے  
 مال و جان کی بازی لگا دے اور کفر و باطل کی ظلمتوں میں حق و اسلام کی شمع  
 روشن کرنے کے لئے۔ خلافت و گمراہی کی تاریکیوں میں رشد و ہدایت کے  
 چراغ جلانے اور فسق و فجور کے اندھیروں میں نیکی و شرافت کا نور پھیلانے کے  
 لئے اپنے سر پر کفن باندھ کر میدانِ جہاد میں کود پڑے۔

اور یہ جذبہ و کمال اور ایسی جرات و شجاعت شیرِ خدا کی نس نس میں  
 سمائی ہوئی تھی اور یہی وجہ ہے کہ ابتدا سے لے کر انتہا تک اوپر اول سے  
 لے کر آخر تک اسلام و کفر کا کوئی معرکہ ایسا نہیں ہے۔ جس میں اسد اللہ  
 الغالب کی شمشیرِ حیدری نے کفر و باطل کے لشکریوں کا خون نہ پیا ہو۔ اور  
 غزوہ اُحد سے لیکر فتح مکہ تک شیرِ خدا کی تیغِ بڑاں کبھی اُحد کے میدان میں لشکرِ  
 باطل پر صاعقہ بن کر چمکی اور کبھی معرکہ بدر میں ولید و عتیبہ پر بجلی بن کر گری۔  
 کبھی اس کی تلوار نے مرتد کے ٹکڑے کر کے درخیز کو توڑا اور کبھی ابنِ وُد  
 کو موت کی آغوش میں سلا کر لا فقی الا علی لا سیف الا ذالفقار کا نشان  
 حیدر حاصل کیا۔

غرضیکہ بتانا یہ مقصود ہے۔ کہ تم میں سے افضل و برتر وہ ہے جو اللہ کی راہ میں  
 جہاد کرے اور خانہ کعبہ کی تولیت اور حاجیوں کو پانی پلانے والے اور اللہ کی  
 راہ میں جہاد کرنے والے اللہ کے نزدیک برابر نہیں ہو سکتے۔

پارہ ۲۹ - سورۃ الدھر - آیت نمبر ۸ - بِإِذْنِ اللَّهِ وَاللَّيْلِ وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ  
 يَوْمَئِذٍ كَانَ شَرًّا مُّسْتَطِيرًا وَيُطْعَمُونَ الطَّعَامَ عَلَىٰ حُبِّهِ مِسْكِينًا وَ  
 يَتِيمًا وَأَسِيرًا

ترجمہ:- وہ پوری کرتے ہیں اپنی منتیں اور ڈرتے رہتے ہیں اس دن سے جس کی مصیبت ہر جگہ پھیلی ہوئی ہوگی۔ اور وہ کھلاتے ہیں کھانا اس کی محبت پر مسکین اور یتیم اور قیدی کو۔

تفسیر کبیر جلد ۸ - صفحہ ۲۸۶ - امام فخر الدین رازیؒ اس آیت پاک کا شان نزول بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ ان الحسن والحسین علیہما السلام صافعاً ہمار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ حضرت حسنؓ و جناب حسینؓ ایک دفعہ بیمار ہو گئے۔ حضور علیہ السلام ان کی عیادت کے لئے تشریف لے گئے۔ اور حضرت علی المرتضیٰ سے فرمایا لو نذرت علی ولدک کہ ان دونوں شہزادوں کی شفا کے لئے کوئی نذر مانو۔ پس حضرت علیؓ سیدہ فاطمہؓ اور ان کی کنیز فضہ نے یہ نذر مانی ان یصوموا ثلاثة ايام فشفوا۔ کہ تین روزے رکھیں گے۔ اللہ کریم نے انہیں شفا بخش دی۔ اور ان کے پاس کچھ کھانے کو نہیں تھا۔ حضرت علیؓ نے شمعوں الجیریٰ یہودی سے کچھ جو اودھا لئے۔ فطبخت فاطمة صاعاً۔ حضرت خاتون جنت نے ان میں سے تھوڑے سے پکائے اور اپنے سامنے رکھ کر روزہ افطار کرنے کا انتظار کرنے لگے۔ فوقف علیہم سائل فقال السلام علیکم اهل بیت محمد مسکین من مساکین اطمین اطمین اطمین اطمین اطمین اطمین۔ پس ایک سوالی آگیا اور اس نے کہا۔ اے اہل بیت محمدؐ السلام علیکم۔ میں مسلمان مسکینوں میں سے ایک مسکین ہوں۔ مجھے کھانا کھلاؤ۔ اللہ کریم تمہیں کھلائے گا۔ وہ کھانا اس مسکین کو کھلا دیا۔ اور خود پانی سے روزہ افطار کیا اور رات بھر بھوکے رہے۔ صبح کو پھر روزہ رکھا اور شام کو جب روزہ افطار کرنے لگے تو وقف علیہم یتیمًا۔ ایک

یتیم آگیا۔ وہ کھانا بھی اسے دے دیا۔ پھر تیسرے دن ایک قیدی آگیا۔ اور  
 وہ کھانا بھی اسے دے دیا۔ فَلَمَّا أَصْبَحُوا أَخَذَ عَلِيُّ عَلَيْهِ السَّلَامُ بِيَدِ  
 الْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ وَدَخَلُوا عَلَى الرَّسُولِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ  
 فَلَمَّا أَبْصَرَهُمْ وَهَمَّ يَرْتَشِعُونَ كَأَنْضَرَاخٍ مِنْ شِدَّةِ الْجُوعِ۔  
 پس جب صبح ہوئی۔ تو حضرت علی المرتضیٰ نے حسن و حسین کا ہاتھ پکڑا۔ اور  
 نبی اکرم علیہ السلام کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور حالت یہ تھی۔  
 کہ بھوک کی وجہ سے پارہ کی طرح کانپ رہے تھے۔ خاتونِ جنت مسجد کے  
 محراب سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئیں اور چہرہ انور پر زردی چھائی ہوئی تھی۔  
 رحمتِ دو عالم علیہ السلام نے تمام کو پیار کیا۔ اور حضرت جبرئیل  
 علیہ السلام قرآن پاک کی یہ آیت مبارکہ لے کر حاضر ہوئے۔



## حدیث اقصیٰ علیؑ

شہیر خداری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حق میں جہاں قرآن مجید کی متعدد آیات نازل ہوئیں وہاں احادیث نبویؐ بھی ان کی توصیف و توقیر اور عظمت و شان کی گواہ ہیں اور نبوت کی زبان پاک نے جو مقام اور منصب عطا کیا ہے اس کے پیش نظر یہ حقیقت پوری طرح واضح ہوتی ہے۔ کہ محمدؐ نبی ہے اور علیؑ — وہ مصطفیٰ ہے اور یہ علیؑ — وہ امام الانبیاء ہے اور یہ امام الاولیاء — اگر وہ نہ ہوتا تو کوئی نبی نہ ہوتا اور اگر یہ نہ ہوتا تو کوئی نہ ہوتا — فقر و درویشی اور طریقت و معرفت کے چاروں سلسلے نقشبندی - چشتی - شہروردی اور قادری حضرت علیؑ علیہ السلام کے ہی آفتاب ولایت کی کرنیں ہیں —

آپ کی والدہ کا نام فاطمہ بنت اسد ہے۔ والد گرامی کا نام عمران اور کنیت ابو طالب ہے۔ آپ کعبہ میں پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی جبین پاک کو بت پرستی سے داغدار نہ ہونے دیا۔ نہیں بلکہ جب تک اپنی ماں کے بطن مبارک میں رہے۔ اسے بھی بتوں کے آگے ٹھکنے نہ دیا۔

ترجمت المجالس جلد ۲ - صفحہ ۲۱۰ - حضرت علامہ صفوریؒ امام نسفی کے حوالہ سے لکھتے ہیں :- اِنَّهُ كَانَ يَتَعَرَّضُ فِي بَطْنِ اُمِّهِ فَيَمْنَعُهَا

مِنَ الشُّجُودِ لِلصَّنَمِ إِذَا آذَاتُ ذَالِكَ - کہ آپ کی والدہ جب بھی کہیں  
 کسی بت کو سجدہ کرنے کا ارادہ کرتیں۔ تو حضرت علیؑ روک دیتے تھے۔  
 مکہ مکرمہ کی فلک بوس پہاڑیوں کے دامن میں اللہ کے گھر خانہ کعبہ  
 کے ارد گرد عرب کے مشہور و نامور قبیلوں کے لوگوں کا ہجوم تھا اور ہر قبیلہ  
 کا سردار پوری شان و شوکت سے اپنے قبیلے کے مردوں، عورتوں، بوڑھوں  
 اور بچوں کو ساتھ لایا تھا۔ تاکہ لوگ یہ جان لیں کہ اس سردار کا وقار بلند ہے  
 اور اس کے ماننے والے اور پیروکار بہت سے لوگ ہیں۔ اس وقت کے عرب  
 کے دستور کے مطابق اور اپنے آباؤ اجداد کی پرانی رسموں کے دستور کے  
 پیش نظر یہ لوگ طواف کعبہ کر رہے تھے۔ ان میں حضرت علی المرتضیٰؑ  
 کی والدہ بھی شریک تھیں۔ جو اپنے صدف بطن میں اسلام کا ایک پیش ہوا  
 اور گرانقدر موتی چھپائے ہوئے اس ہنگامہ ہائے حیات انسانی اور  
 شور و تباہی سے بیخبر خانہ کعبہ کی مقدس دیوار کے سایہ میں اپنے دل کی گہرائیوں  
 میں حزن و ملال کا ایک طوفان اور اپنی پیشانی پر خفت و ندامت کے آثار  
 لئے سر جھکائے بیٹھی تھی۔ کیونکہ آثار ولادت پیدا ہو چکے تھے۔ اور  
 قانون قدرت کے مطابق دروزہ شروع ہو چکا تھا۔ اور وہ سوچ رہی  
 تھیں کہ یہاں کوئی حجاب نہیں۔ کوئی پردہ نہیں اور کوئی محفوظ جگہ  
 نہیں ہے۔ ایک ہنگامہ ہے۔ ایک شور ہے۔ ایک میلہ ہے۔  
 لوگوں کا اڑدھام ہے۔ ایسی حالت میں کہاں جاؤں۔ کدھر  
 جاؤں اور کیا کروں۔ وہ ابھی یہ سوچ ہی رہی تھی کہ کعبہ کی دیوار  
 میں شکاف پیدا ہو گیا۔ دیوار کعبہ پھٹ گئی اور غیب سے ندا آئی کہ  
 اے فاطمہ بنت محمد کعبہ کے اندر آ جا۔ آپ کعبہ کے اندر چلی گئیں۔ اور

مولودِ کعبہ - کعبہ میں پیدا ہوا ہے

کسے را میسٹر نہ شود این سعادت

بلکعبہ ولادت بسجد شہادت

کہ قیامت تک کوئی ماں ایسا فرزند نہیں جنے گی - جو پیدا کعبہ میں ہو اور  
شہید مسجد میں —

جناب خلیق قریشی لائل پور کے ایک با ذوق ادیب با ہوش خطیب

اور صاحب دل شاعر ہیں۔ انہوں نے حضرت علیؑ کی ولادت و شہادت

کو اپنے پاکیزہ تخیلات میں اس طرح ادا کیا ہے۔

تائیدِ حق میں پہلی شہادت علیؑ کی ہے

پیغمبری نبی کی ولایت علیؑ کی ہے

مولا بھی محترم ہے ولد بھی محترم

کعبہ ہے اور جاٹے ولادت علیؑ کی ہے

مولودِ کعبہ کے لئے مشہد بھی خوب تھا

مسجد میں اللہ اللہ شہادت علیؑ کی ہے

کعبہ سے ابتدا ہے تو مسجد پہ انتہا

مرقوم ذو حرم میں حکایت علیؑ کی ہے

امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع دی گئی — وہ تشریف

لائے — ابھی تک شیرِ خدا نے آنکھیں نہیں کھولی تھیں — نبیؐ نے علیؑ

کو گود میں اٹھایا اور خود ہی نہلایا اور ساتھ ہی فرمایا۔ کہ آج علیؑ کو پہلا

غسل میں دے رہا ہوں اور کل آخری غسل مجھے علیؑ دے گا۔ — پھر نبیؐ

کریم علیہ السلام نے اپنی زبان مبارک علیؑ کے منہ میں دی — علیؑ نے

آنکھیں کھول دیں

ادھر آغوش کی حسرت ادھر ویلا رکا آرمان!  
علیؑ نے کھول دیں آنکھیں نبیؐ نے گو وہ پھیلائی

جو ان ہونے کے بعد ایک دن نبیؐ اکرم علیہ السلام نے علیؑ سے پوچھا کہ  
تو نے میرے آنے سے پہلے آنکھیں کیوں نہ کھولیں۔ عرض کی۔ آقا  
علیؑ کی تمنا یہ تھی۔ کہ میری آنکھ کھلے تو میری پہلی نگاہ رخ مصطفیٰ پر پڑے  
۔۔۔ اس حقیقت کے بعد یہ کہتا کہ علیؑ مسلمان پیدا ہوئے حقیقت کے  
عین مطابق ہے۔ انہوں نے آنکھیں اسلام کے ماخول میں کھولیں  
۔۔۔ نہیں بلکہ آغوش اسلام میں۔ اور اس گھر میں پرورش پائی  
جہاں سے اسلام دین کے چہنچہوٹے۔ نہیں بلکہ۔ اسلام علیؑ  
ہے اور علیؑ اسلام ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۴ - ترمذی شریف جلد ۲ صفحہ ۲۱۴ - حضرت  
علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے  
فرمایا۔ اَنَا اَذَا الْجَمَّةِ وَعَلِيٌّ بَابِهَا۔۔۔ یا دوسری روایت میں ہے  
۔۔۔ اَنَا مَدِينَةُ الْعِلْمِ وَعَلِيٌّ بَابُهَا۔ کہ میں علم کا شہر ہوں اور علیؑ  
اس کا دروازہ ہے۔ حکمت کی تعریف یہ ہے کہ عالم موجودات کو طاقت  
بشری سے کما حقہ جانتا ہے۔

تفسیر روح البیان جلد ۲ - صفحہ ۱۰۵ - اَوْ فِي انْفُسِكُمْ فَلَا تَبْصِرُونَ  
کے تحت اسماعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ بعض لوگوں نے نبی کریم علیہ السلام

۱۰ خدائی جلالی - علامہ دوانی - اور جب حضرت علیؑ اپنے علم و حکمت میں تو پھر اس عالم موجودات  
کا علم بھی انہیں ضرور تھا۔

کے علمِ غیب پر اعتراض کیا۔ حضرت علیؑ کو ریتہ چلا۔ آپ نے شہرِ مدینہ میں منادی کرادی۔ تمام لوگ مسجدِ نبویؐ میں جمع ہو گئے۔ تو آپ منبرِ رسالت پر کھڑے ہو گئے۔ اور فرمایا کہ اے میرے نبیؐ کے علم پر اعتراض کرنے والو۔ میں نبی نہیں۔ علی ہوں اور نبی کا علام ہوں۔ اور پھر فرمایا۔ تَسَلُّوُنِي عَمَّادُونَ الْعَرَبِيشِ۔ کہ آج مجھ سے جو پوچھنا ہے پوچھو۔ میں تمہیں عرش کی باتیں بھی بتا دوں گا۔ ایک آدمی کھڑا ہو گیا۔ اور کہتے لگا۔ کہ جب آپ نے یہ دعویٰ کیا ہے۔ تو بتاؤ۔ هَلْ رَأَيْتَ دَابَّكَ يَا عَلِيُّ۔ کہ اے علیؑ۔ کیا تو نے اپنے رب کو کبھی دیکھا ہے؟ حضرت علیؑ علیہ السلام جوش میں آ گئے۔ اور فرمایا خدا کی قسم! میں ایک سجدہ کرتا ہوں اور دوسرا اس وقت تک نہیں کرتا۔ جب تک کہ میں خدا کو نہ دیکھ لوں۔

نزہت المجالس جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۰۔ قَالَ عَلِيُّ تَسَلُّوُنِي عَنْ طَرِيقِ السَّمَوَاتِ فَيَاتِنِي أَعْلَمَ بِهَا مِنْ طَرِيقِ الْأَرْضِ۔ حضرت علیؑ نے فرمایا۔ کہ مجھ سے پوچھو۔ میں زمین و آسمانوں کی ہر چیز کو جانتا ہوں۔ فَجَاءَ جِبْرِيلُ فِي صُورَةٍ زَجَلٍ۔ پس حضرت جبریل علیہ السلام انسانی صورت میں آئے۔ اور کہا اگر تم اپنے دعویٰ علم میں سچے ہو۔ تو بتاؤ اس وقت جبریلؑ کہاں ہے؟ حضرت شیر خدانے زمین و آسمانوں پر نظر ڈالی۔ مشرق و مغرب کو دیکھا۔ شمال و جنوب کا مشاہدہ کیا۔ اور عالم موجودات کا ملائے کیا۔ او پھر مسارا کر فرمایا۔ کہ جبریلؑ تم ہی ہو۔

پھر کسی نے فارغِ خیبر سے پوچھا۔ کہ آپ کو اتنا علم کہاں سے اور کیسے آ گیا۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ یہ سب پچھ نبی کریم علیہ السلام کے لعابِ دہن یعنی پاک تھوک کا سدقہ ہے۔



امام الاتبیاء علیہ السلام نے ان کی پرورش اپنی آغوشِ نبوت میں کی تھی۔  
 بنی لفظ کن سے یہ مخلوق کل گیا اور احمد سے یہ راز کھل

فرش سے عرش تک اٹھا پھر یہ غل ————— کہ

محمد کل است و علی بوئے گل

کہ محمد پھول ہے اور علی اس پھول کی خوشبو ہے اور خوشبو اپنے

پھول کے اندر ہوتی ہے —————

أَنَا مِنْ عَلِيٍّ وَعَلِيٌّ مِنِّي -

میں علی سے ہوں اور علی مجھ سے ہے۔

شیعہ حضرات انہیں احادیث مبارکہ سے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ

تعالیٰ عنہ کی خلافتِ اولیٰ کا استدلال پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں۔ کہ مولا کا

معنی تخلیق ہے اور اس سے مراد اولیٰ بالتشریف ہے۔ حالانکہ مولا کے کئی

معنی ہیں —————

قاموس جلد ۲۴ - صفحہ ۳۰۲ - المولیٰ - المالك والعبد و

الصاحب - والناصر والحب والتابع والصحف - مولا کے معنی

مالك - غلام - صاحب - محب - مددگار - تابع - اور قریبی رشتہ دار

کے ہیں۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۹ - اسم المولیٰ يقع على السيد والمالك

والسيد والناصر والحب - کہ مولا کا اسم زب - مالک - مددگار -

ناصر اور محب کے معانی میں آتا ہے۔ ————— جیسا کہ قرآن پاک میں ہے

پارہ ۲۸۵ - سورة التمریم - آیت علیہ : - وَإِنْ تَطَهَّرْتَ عَلَيْهِ فَإِنَّ اللَّهَ

هُوَ مَوْلَاهُ وَجِبْرِيْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمَلٰئِكَةُ بَعْدَ ذَلِكَ ظَهِيْرًا

تدرجہ سے :- اور اگر تم دونوں نے اس پر یعنی میرے محبوب پاک پر  
 بڑھائی کی تو اللہ - جبریلؑ - نیک مومنین اور تمام فرشتے اس کے مددگار  
 و نامہر ہیں۔

اس آیت میں مولا کا لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ اور  
 بقول شیعہ حضرات اگر مولا کا معنی خلیفہ لیا جائے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ کو بھی  
 خلیفہ ماننا پڑے گا۔

دوسری آیت میں ہے۔ اَنْتَ مَوْلَانَا فَانصُرْنَا عَلٰی الْقَوْمِ الْكَافِرِيْنَ  
 کہ اے اللہ تو ہی ہمارا مددگار ہے۔ ہمیں کافروں پر مدد و نصرت فرما۔  
 یہاں بھی مولا کا لفظ اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔

مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۲۵: حضرت ابن المنکدر رضی اللہ تعالیٰ عنہ  
 فرماتے ہیں۔ جو کہ حضور علیہ السلام کے غلام تھے یا بعض کے نزدیک ام المومنین  
 حضرت ام سلمہؓ کے غلام تھے۔ ان سفینتہ مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔  
 وہ روم کے جنگل میں قافلہ سے پھٹ کر تنہا رہ گئے۔ فاذا هو بالاسد فقال  
 یا ابا الحارث انا مولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ اچانک  
 ان کے سامنے ایک شیر آگیا۔ انہوں نے شیر کو مخاطب کر کے فرمایا۔ کہ اے  
 ابا الحارث، شیر کی کنیت، میں رسول خدا کا غلام ہوں۔ شیر نے سفینتہ کے  
 قدم چومے اور سفینتہ کے آگے آگے چل کر انہیں قافلہ سے ملا دیا۔ یہاں مولی  
 کے معنی غلام آیا ہے۔

تو جس ایک لفظ کے کئی معانی ہوں اور وہ کئی معانی میں مشترک ہو اور  
 استعمال ہوتا ہو۔ تو وہ کسی دعویٰ کی دلیل نہیں بن سکتا۔ جبکہ یہ لفظ قریبی۔  
 چچا زاد بھائی۔ پڑوسی۔ حمایت۔ ساجھی اور بیٹا پر بولا جاتا ہے۔



تَوَمَّنْ كُنْتَ مَوْلَا - فعلى مولا کا یہی معنی ہوگا۔ کہ جس کا میں والی۔  
 مددگار اور دوست ہوں۔ اُس کا علیؑ بھی والی۔ مددگار اور دوست ہے  
 اور اس معنی کا قرینہ بھی اسی حدیث پاک میں موجود ہے۔ جسے شیعہ حضرات  
 قصداً جھوٹ جاتے ہیں۔ اَللّٰهُمَّ وَاٰلِ مَنْ وَاٰلَاہِ وَعَاْرٍ مِّنْ عَاْدَاہِ -  
 کہ اے اللہ جو علیؑ سے محبت کرے اور اسے دوست رکھے۔ تو بھی اس سے  
 محبت کر اور اسے دوست رکھ اور جو علیؑ سے دشمنی رکھے۔ تو بھی اس سے  
 دشمنی رکھ۔

پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت علی المرتضیٰ علیہ السلام سے ملے  
 اور کہا اے علیؑ تجھے مبارک ہو۔ اس لئے کہ اَصْبَحْتَ وَاَلَسَيْتَ مَوْلٰی  
 کُلِّ مُؤْمِنٍ وَّ مُؤْمِنَةٍ۔ کہ تم نے صبح اس شان و عظمت اور اس مقام و  
 منصبِ عالی سے کی ہے۔ کہ تمام مومن مردوں اور عورتوں کے والی۔ مددگار  
 اور محبوب ہو۔

اور پھر حضرت علیؑ کو نبی کریم علیہ السلام کی طرف سے ایسا عظیم الشان  
 مرتبہ منصب اور مقام ملنے پر عمر فاروق کا انہیں مبارکباد دینا کیا یہ دونوں  
 کی دشمنی و عداوت کی دلیل ہے یا محبت و پیارا اور دوستی و اخلاص کا ثبوت۔  
 نزہت المجالس جلد ۲ - صفحہ ۲۱۴ - ریاض النضرہ جلد ۲ - صفحہ ۲۲۰ -  
 حضرت عمار بن یاسر و ابی ایوب رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم  
 صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حَقُّ عَلِيٍّ عَلَيَّ الْمُسْلِمِيْنَ حَقُّ الْوَالِدِ عَلَيَّ الْوَالِدِ -  
 کہ تمام مسلمانوں پر حضرت علیؑ کا حق ایسے ہے۔ جیسے باپ کا حق بیٹے پر۔  
 مطلب یہ کہ حضرت علی المرتضیٰؑ مسلمانوں کے لئے ایک مشفق باپ کی حیثیت  
 رکھتے ہیں۔ اور لہذا بازخست ہے وہ بیٹا جو اپنے باپ کی عزت و توقیر اور

اس کا ادب و احترام نہ کرے اور کتنا بد فطرت ہے وہ مسلمان جو فاتحِ خیبر کے مقام و منصب کو نہ پہنچانے اور ان کی شانِ اقدس میں بے ادبی و گستاخی کرے۔

ریاض النضر۔ جلد ۲۔ صفحہ ۲۱۶۔ عن سلیمان۔ قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول كنت انا و علي نورا بيت يدي الله قبل ان يخلق آدم باربعة عشر الف عام فلما خلق الله آدم قسم ذالك النور جزا ثنين فجزا نورا وجزا نورا علي۔

جناب سلیمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے رسول اکرم علیہ السلام سے سنا ہے کہ آپ نے فرمایا۔ میں اور علیؑ خداوند تعالیٰ کے سامنے حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائشی سے چودہ ہزار پہلے ایک نور تھے۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا تو اس نور پاک کو تقسیم کر کے دو ٹکڑے کئے۔ پس ایک ٹکڑا میں ہوں۔ اور دوسرا علیؑ۔

تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۰۔ طبرانی کے حوالہ سے۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا۔  
النَّاسُ مِنْ شَجَرٍ شَتَّى وَاَنَا وَ عَلِيٌّ مِنْ شَجَرٍ وَاحِدَةٍ۔ کہ تمام انسان مختلف اشجار سے ہیں اور میں اور علیؑ ایک ہی شجر سے ہیں۔

ریاض النضر جلد ۲۔ صفحہ ۲۳۳۔ ابی جعفر احمد الشہیر با المحب الطبریؒ۔ حضرت قیس بن حازم رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ التقی ابو بکر الصدیق و علی بن ابی طالب فتبسم ابو بکر فقال له مالک تبسمت قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لا يجوز احد الصراط الا من كتب له على الجواز۔

ترجمہ:۔ کہ حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی ملاقات

ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ حضرت علیؓ کو دیکھ کر مسکرائے۔ حضرت علیؓ نے پوچھا۔ مسکرانے کا سبب کیا ہے۔ حضرت ابو بکرؓ نے کہا۔ کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے یہ سنا ہے۔ کہ قیامت کے دن پل صراط سے آسانی سے وہی گزرے گا۔ جسے علیؓ پر چھوڑ دے گا۔ گنہگار و اداؤں بدکار و آگے بڑھوں۔ سب کا رو ہوش کرو اور بد عملوں کو ڈرو۔ اگر پل صراط سے آسانی سے گزرنا چاہتے ہو اور حشر کے میدان کی اس خطرناک منزل کو اچھلنے۔ گونے اور سینتے اور مسکراتے پار کرنا چاہتے ہو۔ تو دلوں میں محبت علیؓ پیدا کرو۔ ان کے دامن کو تمام لو۔ ان کے منصب و مقام کو پہچانو۔ ان سے دوستی پیدا کرو۔ اور ان کے کردار و اعمال کے راستہ پر چلو۔

مدارج النبوت جلد ۲۔ صفحہ ۳۸۵۔ شیخ عبدالحی محقق و محدث۔ فتح مکہ کے بعد سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم پورے جاہ و جلال اور بڑی شان و شوکت سے مکہ مکرمہ میں داخل ہوئے۔ اللہ کے گھر خانہ کعبہ میں تین سو ساٹھ بنوں کی پر سنش ہوتی تھی۔ اللہ کی عزت سے حکم آیا۔ میرے گھر کو بتوں سے پاک کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری پکڑی اور بتوں کو توڑنے لگے۔ لات و منات کے ٹکڑے ہو رہے تھے اور جبریل و عزرائیل ٹوٹ رہے تھے اور کبلی والے کی زبان اقدس پر قرآن پاک کی یہ آیت جاری تھی

وقل جاء الحق وزهق الباطل ان الباطل كان زهوقا  
 قریب قریب والے۔ نزدیک نزدیک والے اور پاس پاس پاس والے  
 بت سرور ووجہاں نے توڑ دئے۔

کچھ دینا اونچے تھے۔ نبی اکرم علیہ السلام کا دست مبارک وہاں تک نہیں پہنچتا۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم نے بلند آواز سے پکارا۔ آئینِ علیؑ کہ علیؑ کہاں ہے؟ صدائے نبوت سن کر شیر خدا حاضر ہوئے۔ عرض کی آقا حکم ہو۔ فرمایا ان باقی بتوں کو توڑو۔ حضرت علیؑ نے عرض کی حضور۔ وہ بھی آپ نے ہی توڑے ہیں۔ یہ بھی آپ ہی توڑیں۔

فرمایا۔ میرا ہاتھ نہیں پہنچتا۔

عرض کی۔ آقا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی بھی سمجھ نہیں آتی۔ یہاں کہتے ہو۔ کہ میرا ہاتھ بتوں تک ہاتھ نہیں پہنچتا۔ اور وہاں انگلی کا اشارہ کرو تو چودھویں رات کے چاند کے ٹکڑے کر دو۔ فرمایا۔ علیؑ نبوت کا راز ہے۔

عرض کی آقا۔ اگر آپ کا ہاتھ نہیں پہنچتا تو نہ سہی۔ میں بیٹھ جاتا ہوں۔ آپ میری پشت پر سوار ہو کر بتوں کو توڑ دو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ علیؑ ٹھیک کہتے ہو۔ لیکن اگرچہ شیر خدا ہو۔ مگر تم سے نبوت کا بوجھ اٹھایا نہیں جائے گا۔ حضرت علیؑ علیہ السلام نے عرض کی۔ آقا تو پھر کیا کیا جائے۔ فرمایا۔ میں بیٹھ جاتا ہوں۔ اور تم میرے کندھوں پر کھڑے ہو کر بتوں کو توڑ دو۔

پھر تاجدارِ دو جہاں بیٹھ گئے۔ اور حضرت علیؑ آپ کے کندھوں پر کھڑے ہو کر بتوں کو توڑنے لگے۔

نیچے سے نبی اکرم علیہ السلام نے پوچھا۔ علیؑ کہاں تک پہنچ گئے ہو؟

عرض کی آقا حکم ہو۔ تو عرشِ عظیم کے پائے کو پکڑ کر کھینچ لاؤں۔  
 بت ٹوٹ گئے۔ حضرت علیؑ نیچے اترے اور مسلمانے لگے۔  
 کئی والے نے پوچھا علیؑ۔ مسکراتے کیوں ہو؟  
 عرض کی۔ آقا میں نے عرشِ اعظم سے چھلانگ لگائی ہے۔ مگر مجھے کچھ  
 بھی نہیں ہوا۔

حضورِ علیہ السلام نے فرمایا۔ چڑھایا میں نے تھا اور اتارا جبریلؑ  
 نے ہے۔

الریاض النضرۃ - جلد ۲ - تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۱ - ۱ - ننظر ۱  
 علی عبادۃ - کہ علیؑ کو دیکھنا عبادت ہے۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## شجاعت اور علیؑ

شیر خدا رضی اللہ تعالیٰ عنہ جہاں علم و حکمت کا سرچشمہ — حق و ہدایت کا مرکز — لطف و کرم کا پیکر — طہارت و نفاست کا مجسمہ — فقر و درویشی کا مطلع اور حقیقت، و معرفت اور عرفان و ولایت کا منبع ہیں وہاں وہ دلیری و بہادری کی چٹان اور جانثاری و شجاعت کے کوہ گراں بھی تھے۔ بخاری شریف جلد اول صفحہ ۵۲۵۔ مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۲۴۹۔ ترمذی شریف۔ جلد ۲ صفحہ ۲۱۴۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۶۳۷۔

تایخ اسلام میں جنگ خیبر کو جو اہمیت حاصل ہے۔ اس کا اندازہ اسی سے لگایا جاسکتا ہے۔ کہ کئی اصحابہ کرامؓ اسلام کا جھنڈا لے کر فتح خیبر کے لئے گئے۔ مگر ہر بار ناکام لوٹے اور خیبر کی فتح کسی کے نصیب میں نہ آئی۔ سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم جب یہ سمجھتے کہ خیبر کا قلعہ فتح نہیں ہوتا تو آپ کے رخ انور پر حزن و ملال کے آثار نمایاں ہو جاتے۔

آخر ایک دن رسول اکرم علیہ السلام نے فرمایا لَا عَظِيْبَ لِهٰذِهِ السَّرِيَّةِ غَدًا يَفْتَحُ اللّٰهُ عَلٰی يَدَيْهِ۔ کہ کل میں اسلام کی عظمت کا جھنڈا اُسے عطا کروں گا۔ جس کے ہاتھوں پر اللہ تعالیٰ فتح دے گا۔ اور وہ شخص ایسا ہے۔ یحب اللہ ورسولہ و یحب اللہ ورسولہ۔ کہ جو اللہ اور رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ اور رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔

زبانِ نبوت سے یہ مشرورہ جانتی تھی کہ ہر ایک کی تمنا تھی کہ اسلام کا جھنڈا مجھے عطا ہو۔ لیکن صبح ہوئی۔ تو حضور علیہ السلام نے فرمایا

ابنِ علیؑ ابنِ ابی طالب کہ علیؑ کہاں ہے؟

عرض کی گئی۔ اُن کی آنکھیں دکھتی ہیں۔

حکم ہوا۔ اُسے بلاؤ۔

حضرت علیؑ حاضر ہوئے۔ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا

تعب دہنِ علیؑ کی آنکھوں پر لگا دیا۔

علیؑ کی آنکھیں ٹھیک ہو گئیں۔ آشوبِ چشم جاتا رہا۔ اور

مکمل شفا ہو گئی۔ جیسے کبھی کوئی تکلیف تھی ہی نہیں۔

پھر سرورِ دو عالم نے اسلام کا جھنڈا علیؑ کو عطا کیا۔ ذوالفقار

حیدری کمر باندھی اور دُعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ بس پھر اللہ

کا شیر شکر اسلام لے کر خیبر کی طرف روانہ ہو گیا۔ دل میں عشقِ رسولؐ

تھا۔ سینہ میں دین کی تڑپ۔ ہاتھوں میں اسلام کا پرچم اور

نگاہوں میں حسنِ محبوب کے جلوے! نعرۂ تکبیر سے فضا ئے آسمانی گونج

اٹھی۔

اور شیرِ نہال نے خیبر کی زمین پر اسلام کا علم گام ڈیا۔ خیبر کے قلعہ

قموص کا محافظ مرحب، یہودی جو کفر کی دُنیا کا ایک مشہور اور زور آور۔

جنگجو اور شہ زور پہلوان تھا۔ لوہے میں غرق۔ سر پر دو من وزنی

خود اور ہاتھوں میں آہنی گرز لئے ہوئے مقابلہ میں آیا۔

حضرت علیؑ علیہ السلام نے یہ رجز پڑھا اور جنگ کے لئے آگے بڑھے۔

سَمَّتْنِيْ اُرْتِيْ حَيْدٌ کہ میری ماں نے میرا نام حیدر رکھا ہے۔

بس پھر دو تلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک اسلام کو مٹانے کے لئے  
اور دوسری بچانے کے لئے۔ ایک شمع توحید و رسالت کو بجھانے کے  
لئے اور دوسری جلانے کے لئے۔

مرحب نے بڑی چالاکی سے وار کیا۔

علیؑ نے بڑی ہوشیاری سے روکا۔

اُس نے پینترہ بدلا۔

اُس نے قدم بڑھایا۔

مرحب نے گرز اٹھائی۔ علیؑ نے ہاتھ میں پٹلی۔ جھٹکا دیا۔

گرز زمین پر گر پڑی۔

پھر علیؑ کی شمشیر ہوا لہرائی۔ فضا میں چمکی اور بجلی کی طرح مرحب

پر گری۔ وہ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ اُس نے پھر تلوار کا پھر پور

وار کیا۔ علیؑ نے ڈھال پر روکا۔ ڈھال ٹوٹ گئی۔

شمیر خاں نے قوت پروردگار سے دَرِ شیبہ کو اکھاڑا۔ اُسے ڈھال

بنایا۔ پھر ذوالفقار حیدری اٹھی۔ چمکی اور گری۔ مرحب نے

ڈھال پر ردی۔ مگر تلوار ڈھال کے دو ٹکڑے کرتی ہوئی خود

تک پہنچی۔ خود کو پاش پاش کرتی ہوئی سر پر آئی۔ سر کاٹتی

ہوئی جسم تک پہنچی۔ جسم کو چیرتی ہوئی زمین پر گری۔ تو زمین بچار

اٹھی۔

یا اللہ! مجھے علیؑ کی تلوار سے بچالے۔

شمیر جلی نے جوش میں آکر قلعہ کی دیوار کو پکڑ کر زور سے ہلایا کہ زلزلہ

آ گیا۔ دَرِ شیبہ کو چالیس گز کے فاصلہ پر پھینک دیا۔



نعرۂ تکبیر کی صدا پھر گونج اٹھی — فتح و نصرت نے علیؑ کے قدم چومے

شیر خدا کا اسلام کا پرچم خیبر کے قلعہ پر گاڑ دیا

اقبال مرحوم کہتا ہے ۵

کبھی تنہائی کوہ و دامن عشق

کبھی سوز و سرورِ راجمن عشق

کبھی سرمایہ محراب و منبر

کبھی مولا علیؑ خیبر شکن عشق

تاریخ الخلفاء - صفحہ ۱۱۸ - ریاض النضرۃ جلد ۲ - صفحہ ۲۲۷ - اَنَّ عَلِيًّا حَمَلَ

الْبَابِ يَوْمَ حَيْبَرَ حَتَّى صَعِدَ الْمُسْلِمُونَ وَبَعْدَ ذَلِكَ لَمْ يَحْمِلْهُ

اَزْ بَعُونَ رَجُلًا — کہ حضرت علیؑ نے فتح خیبر کے بعد جس دروازہ کو اٹھایا۔ بعد

میں اُسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکے —

اقبال مرحوم کہتا ہے ۵

تیری خاک میں ہے شہر اگر تو خیالِ فقر و غنا نہ کر

کہ جہاں میں نانِ شعیب پر ہے مدارِ قوتِ حمیدری

یوں تو عہد رسالت میں اسلام اور کفر کی کوئی سنگ ایسی نہیں ہے۔

جس میں شیر خدا نے اپنی بہادری و شجاعت کے جوہر نہ دکھائے ہوں۔ مگر غرہ وہ

خندق میں حضرت علیؑ نے جس جو انمری - دلیری - استقلال اور جرأت و جان نثاری

کا ثبوت دیا۔ اس پر زمین والے تو لیا آسمان کے فرشتے بھی عسین و آفرین کے

پھول برساتے رہیں گے۔ اور یہی وہ جنگ ہے۔ جس میں دوسرے مسلمانوں

کے ساتھ خود محبوب خدا صلی اللہ علیہ وسلم بھی خندق کھودنے میں شریک

تھے! کفر تیس ہزار آزمودہ کار — لڑا کے — بہادر اور جنگجو جوان لے

کر پوری قوت و طاقت اور سامانِ حرب و ضرب سے لیس ہو کر اسلام کے خلاف ایک فیصلہ کن جنگ لڑنے آیا تھا۔ اور ان میں کفر کی دنیا کا ایک مشہور شہسوار عمرو بن عبد بھی شامل تھا۔ جو ایک ہزار سواروں کے برابر مانا جاتا تھا۔

لشکرِ باطل کے رعب و دیدہ سے مسلمانوں کے دل دہل گئے۔ اور پھر وہی ابنِ وُد گھوڑے کو ایڑھ لگا کر اور خندق پھاںد کر لشکرِ اسلام میں آن پہنچا۔ اور بڑے ہی تکبر و غرور اور جوش و خروش سے پکارا۔

هَلْ مِنْ قَمَّارٍ زِيَّ كَوْفِي هَيْسَ مُسْلِمَانٍ مُقَابِلَهُ كَرْنِ وَالَا ؟

شہنشاہِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکرِ اسلام کی طرف نگاہ اٹھائی۔

تمام دم بخود تھے۔

اُس نے پھر پکارا۔ کوئی ہے مسلمان مقابلہ کرنے والا ؟

کئی والے نے پھر مسلمانوں کو دیکھا۔ کوئی بھی نہ اٹھا۔

اُس نے پھر دعوتِ جنگ دی

تو پھر خونِ حیدر جوش میں آ گیا۔ اٹھے۔ نبی کے قدم چومے۔ اجازت طلب کی

نبی نے اجازت دی۔ علیؑ کی پیشانی کو بوسہ دیا۔ اپنا عمامہ ان کے سر پر رکھا۔ ذوالفقارِ سیدری عطا کی۔ اور فرمایا علیؑ جاؤ۔

اس کافر کو تیرے سپرد کیا اور تجھے اللہ کے سپرد کیا۔

صدائے اللہ اکبر سے فضا گونج اٹھی۔ علیؑ نے پھر نبیؐ کو دیکھا اور مصطفیٰؐ نے مرتضیٰؑ کو۔

پے تعظیم جھک کر اور ہادیؑ کی رضائے کر  
چلا میدان میں شیرِ خدا نامِ خدا لے کر

نہ بیسنے پہ زرہ تھی اور نہ سر پر خود پہنا تھا۔

فقط تلوار تھی تلوار ہی مردوں کا گھنا تھا۔

پھر۔۔۔ یکایک درتلواریں آپس میں ٹکرائیں۔ ایک حق و اسلام کی تباہی کیلئے اور دوسری پشت پناہی کے لئے۔۔۔

وہ جنگی ہتھیاروں میں لپٹا ہوا تھا اور یہ رضائے الہی کے آگے سمٹا ہوا تھا۔۔۔  
اس کے پاس شمشیر۔۔۔ پٹہ۔۔۔ بانا۔۔۔ بانک اور کمان تھی۔۔۔  
اس کے پاس صرف تلوار۔۔۔ نگاہ مصطفیٰ اور قوت ایمان تھی۔۔۔  
فولادی تلواروں کی جھنکار۔۔۔ زہریلی شمشیروں کی چمک اور آہنی ٹھالوں  
کی کھڑکھڑاہٹ سے خندق کی زمین لرزا تھی

عین اس وقت جبکہ اسلام و کفر کے دونوں بہادر اپنی اپنی بہادری و شجاعت  
کے جوہر دکھا رہے تھے۔ محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے نگاہ اٹھائی۔۔۔  
انداز جنگ دیکھا اور فرمایا بَرَزَا لِإِيْمَانٍ كَلْبًا مَعَ الْكُفْرِ كَلْبًا۔ کہ وہ دیکھ آج  
مکمل ایمان مکمل کفر سے لڑ رہا ہے۔

مکمل ایمان علیؑ تھا اور مکمل کفر ابنِ ود۔۔۔

عمرو نے تلوار اٹھائی۔۔۔ علیؑ نے ہمت دکھائی۔۔۔ اس نے پکارا۔۔۔  
اس نے لٹکارا۔۔۔ وہ جوش میں تھا۔۔۔ یہ ہوش میں تھا۔۔۔ وہ غصہ  
میں تھر تھرا رہا تھا۔۔۔ یہ حوصلہ میں مسکرا رہا تھا۔۔۔ اس کی تلوار لہرائی۔۔۔  
اس کی شمشیر چلی۔۔۔

اور پھر ایک دوسرے پر وار پر وار ہونے لگے۔۔۔ اس نے کپٹی ماری۔۔۔  
اس نے توڑا دیا۔۔۔ اس نے بازو بند مارا۔۔۔ اس نے ڈھال پر اتارا۔۔۔  
وہ بھی بہادر و جبار تھا۔۔۔ یہ بھی حیدر گرار تھا۔۔۔ اس نے بانک ماری۔۔۔  
علیؑ نے روکی۔۔۔ اور پھر اللہ کے شیر نے جلال میں آکر ضرب حیدری لگائی جس کی  
وہ تاب نہ لاسکا اور تڑپ کر زمین پر گر پڑا۔۔۔ حضرت علی المرتضیٰؑ اس کی چھاتی پر



محبوب پاک علیہ السلام کے ساتھی — غلام — یار اور صحابہ کرام آپس میں رحیم و دوست ہیں اور کافروں پر غالب اور ان کے لئے دشمن ہیں —  
 الغرض — حضرت علی المرتضیٰ شیر خدا کی جانبازی۔ مردانگی اور شجاعت کا یہ عالم تھا کہ میدان جنگ میں بڑے بڑے بہادروں۔ نامور شہزوروں اور جنگجو شہسواروں کے مقابلہ میں بے دھڑک اور بے خوف و خطر نکل آتے اور قوتِ آدمی کا یہ حال تھا کہ موت پر اپنا قبضہ سمجھتے تھے — اکثر ایسا ہوا کہ اپنے کسی مد مقابل کو اٹھاتے تو گیند کی طرح دور پھینک دیتے — اگر جلالِ حیدری میں کسی کا ہاتھ پکڑتے تو اس کی چیخیں نکل جاتیں — قلعہ خیبر کے اس بھاری دروازہ کو اٹھا کر کئی گز کے فاصلہ پر پھینک دیا جسے چالیس آدمی بھی نہ اٹھا سکتے تھے —

یہی وجہ ہے کہ آج تک کسی مورخ۔ کسی واقعہ نگار اور کسی تاریخ دان نے شیر خدا کی قوت و طاقت کے متعلق صحیح طور پر کچھ بھی نہیں لکھا — انکار یہی کہنا پڑتا ہے کہ — شاہِ مردان، شیریزداں قوت پروردگار —

مردانگی و شجاعت ایک بہت بڑا وصف ہے — ایک بہت بڑا کمال ہے اور ایک بہت بڑا عطیہ خداوندی ہے لیکن اس کے ساتھ اگر وہ خوبیاں اور اچھائیاں بھی شامل ہو جائیں جن سے شجاعت کی تکمیل ہوتی ہے تو پھر یہ وصف اور کمال اور بھی نکھر جاتا ہے — اور حضرت علیؑ ان خوبیوں اور اچھائیوں کے بھی مالک تھے — وہ خوبیاں اور اچھائیاں کیا ہیں؟ میدان جنگ میں بھی ظلم و جور سے پرہیز — دشمن چاہے طاقتور ہو یا کمزور، اس کے ساتھ سزاقت و انصافیت سے پیش آنا اور مقابلہ کے بعد دشمن سے اچھا سلوک کرنا —

اور شیر خدا جب بھی کسی سے لڑے جب بھی کسی کے مقابلہ میں اترے اور جب بھی کسی حق و باطل کے معرکہ میں شریک ہوتے۔ محض اللہ اور رسول کیلئے۔ اسلام کی عظمت کیلئے — سزاقت کی پاسبانی کیلئے اور حق و صداقت کی سر بلندی کیلئے — ہوا و ہوس اور طمع و لالچ کبھی ان کی نیک نیتی کے قریب نہ آتے تھے۔ —

تاریخ اسلام کا ایک زریں اور مشہور واقعہ ہے کہ ایک دفعہ شیر خدا ایک کافر کو پچھاڑ کر اس کے سینے پر چڑھ گئے۔ اس کا سر قلم کرنے ہی والے تھے کہ اس کافر نے آپ کے منہ پر تھوک دیا۔ انہوں نے شمشیر مہینک دی اور اس کے سینہ سے اتر گئے۔

کافر نے حیران ہو کر پوچھا۔ علیؑ مجھے قتل کرنے کا اچھا موقع تھا جو تو نے ضائع کر دیا ہے۔ تو نے مجھے قتل کیوں نہیں کیا؟  
 شیر خدا نے فرمایا۔ جب تو نے میرے منہ پر تھوکا تو میرے نفس کو غصّہ آگیا اور اگر میں تجھے اس حالت میں قتل کرتا۔ تو یہ میرے نفسانی غصّہ کی بنا پر ہوتا۔ اس میں خدا و رسول کی خوشنودی اور دین و اسلام کا حصّہ نہ ہوتا۔ اور میں۔

شیرِ حَقْمِ نَیْسْتِ مَن شَیْرِ ہوا

حق و صداقت اور دین و اسلام کا شیر ہوں۔ خولہ شاتِ نفسانی اور حرص و ہوا کا شیر نہیں ہوں۔

حضرت علی المرتضیٰ کی اس حق پرستی۔ انسان دوستی اور حرص و ہوا سے پاکیزگی دیکھ کر وہ کافر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کے علاوہ بھی کئی بار دشمن کو موت کی ابدی نیند سلا دینے کے مواقع ان کے ہاتھ آئے۔ مگر ایسے مواقع سے فائدہ اٹھانا حضرت علیؑ نے اپنی جانثاری۔ مردانگی اور شجاعت کی توہین سمجھی۔ اس لئے کہ ان کے نزدیک حقیقی فتح اور اصلی غلبہ وہی تھا جو دشمن کے مقابلہ میں ایک بہادر غیور اور شجاع انسان کی طرح لڑ کر حاصل کیا جاتے۔

# تحکیم — فتنہ خوارج اور شہادت علی علیہ السلام

حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منظومانہ شہادت کے بعد اہل مصر حضرت علی رضی اللہ عنہ کو خلافت کیلئے تلاش کرتے تھے مگر وہ ان سے بیچھا چھڑانے کیلئے نخلستان میں روپوش ہو گئے۔ اہل بصرہ حضرت طلحہؓ سے مطالبہ کر رہے تھے کہ آپ منصب خلافت قبول فرمائیں مگر وہ بھی اس کیلئے آمادہ نہ ہوتے اور کوفہ والے حضرت زبیرؓ کو ڈھونڈ رہے تھے لیکن ناکام ہوتے۔ ان تینوں حضرات سے مایوس ہو کر لوگ حضرت سعد بن وقاص کے پاس گئے خلافت کا منصب قبول کرنے کی درخواست کی مگر وہ بھی نہ مانے پھر حضرت ابن عمرؓ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ لیکن وہ بھی رضامند نہ ہوتے۔

مسلمان عجیب کشمکش میں مبتلا تھے۔ ایک طرف حضرت عثمان غنیؓ کی شہادت کا غم اور قاتلوں کی تلاش اور دوسری جانب خلیفہ کا انتخاب۔ اسلام کے بہی خواہوں اور دین کے دردمندوں نے یہ سوچ کر حضرت علیؓ سے پھر درخواست کی کہ اگر ہم بغیر خلیفہ کے انتخاب کے ہی واپس لوٹ گئے تو مسلمان ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے اور اسلام کی مرکزیت کو نقصان پہنچے گا۔

یہ لوگ حضرت علیؓ کے پاس پھر دوبارہ گئے۔ اصرار کیا بلکہ انٹرنے آگے بڑھ کر حضرت علیؓ کا ہاتھ پکڑ لیا اور بیعت کر لی مسلمان مطمئن ہو گئے اور ہر ایک کے زبان پر یہی تھا کہ اس منصب خلافت کے اہل و سزاوار صرف حضرت علیؓ ہی ہیں۔ پھر پہلے جمعہ کو حضرت طلحہؓ اور حضرت زبیرؓ نے اس دن سب سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کی۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے منصب خلافت تو قبول کر لیا۔ لیکن اس کے ساتھ ہی وہ سازشیوں، باغیوں اور حاسدوں کے جال میں ایسے پھنس گئے

کہ جس سے وہ آخری دم تک نہ نکل سکے۔ شہر خدا کی خلافت و شہادت کے اسباب  
و عمل پر نظر ڈالی جاتے تو حسد و بغض، کینہ و تعصب، ہوا و ہوس اور نفرت و عداوت  
اور مخالفت و بغاوت کے سوا اور کچھ بھی دکھائی نہیں دیتا۔

اللہ! ریش و نفرت کو پیدا کرنے والے۔ اور عداوت و بغاوت کی آگ بھڑکانے  
والے کون لوگ تھے اور ان کے نام کیا تھے۔ بس خاموشی اور سکوت ہی  
اچھا ہے۔!

اے داؤد محشر میرا نامہ اعمال نہ پوچھ

اس میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں۔

حیران کن بات تو یہ ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلاف  
سے پہلے علم بغاوت ان لوگوں نے بلند کیا جنہوں نے سب سے پہلے ان کے ہاتھ پر  
بیعت کی تھی اور بہانہ بنایا قصاص عثمانؓ کا۔ حالانکہ قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کرنے  
والوں کا حضرت عثمانؓ سے نہ کوئی رشتہ تھا اور نہ کوئی قرابت اور نہ ہی ان  
میں کوئی والی تھا اور نہ کوئی وارث۔

پھر نہ تو کوئی نامزد قاتل تھا اور نہ ہی کسی کی نشاندہی کی گئی اور نہ ہی آپ  
کی زوجہ محترمہ حضرت خاتونِ کبریٰ نے کسی پر شک و شبہ کا اظہار کیا۔ ایسے حالات میں خدا  
جانے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے قصاص کا مطالبہ کتنا کہاں تک درست تھا جبکہ حضرت  
علیؓ نے بار بار اعلان کیا اور عوام کو یقین دلایا کہ حضرت عثمانؓ رضی اللہ عنہ کی شہادت  
میرا کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی مجھے اس سازشی کا کوئی علم ہے۔

ان روشن حقائق کے ہوتے ہوئے انسانی ذہن میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ  
پھر ان لوگوں نے حضرت علیؓ علیہ السلام سے قصاص عثمانؓ کا مطالبہ کیوں کیا؟  
تو اس کا ایک ہی جواب ہے کہ بیعت رضوان کی تاریخ دہرائی جا رہی تھی اور نبی کریم  
صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت قصاص عثمانؓ کے لئے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم  
سے جو بیعت لی تھی۔ اس حقیقت کو زندہ کیا جا رہا تھا۔





حضرت علی علیہ السلام نے ان تمام حضرات کو فرداً فرداً بھی اور اجتماعی طور پر بھی اپنے قاصدوں، سفیروں اور اپنے خطبات کے ذریعے اسلامی، دینی، انسانی، اور اخلاقی حیثیت سے سمجھانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ مگر سبائی سازشوں نے انہی ہر کوشش کو ناکام بنا دیا۔

بھلا جہاں حضرت عثمان غنیؓ کے خون آلود کپڑے اور حضرت نائیلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیاں مخالفین نے اپنے پرچم کے ساتھ لٹکا دی ہوں وہاں علی علیہ السلام کی کون سنتا اور مانتا تھا۔ شام میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کلی طور پر اقتدار حاصل تھا اور وہ ہر لحاظ سے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ اور اپنے مقابلہ میں کسی اور کو خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ مگر حضرت علی المرتضیٰؓ نے دوسرے لوگوں کے ساتھ ساتھ انہیں بھی اپنی بیعت کے لئے لکھا۔

حضرت امیر معاویہؓ نے اس وقت کے ایک بہت بڑے مدبر سیاستدان اور مشیر عمرو بن العاص سے مشورہ کر کے حضرت علیؓ کے خط کا جواب لکھ کر حضرت علیؓ کے قاصد حریر بن عبداللہ کے حوالے کر دیا۔ خط کا مضمون کچھ اس طرح کا تھا۔

خلیفہ عثمانؓ تمہارے ہاں تمہاری موجودگی میں قتل کئے گئے ہیں۔ اگر تم نے صدق دل سے مدافعت کی ہوتی تو آج کوئی بھی فرد تمہارے خلاف نہ ہوتا۔ تم پر دوسرا الزام یہ ہے کہ تم نے عثمانؓ کے قاتلوں کو پناہ دے رکھی ہے۔ اگر تم قتل عثمان سے بری الذمہ ہو تو قاتلوں کو تمہارے حوالے کر دو۔ ہم تمہاری بیعت کرنے کو تیار ہیں ورنہ ہمارا تمہارا فیصلہ صرف تلوار کرے گی۔

حریر بن عبداللہ اور ابو مسلمؓ یہ خط لے کر حضرت علیؓ کے پاس پہنچے آپ نے خط پڑھ کر افسوس کیا اور کرتے بھی کیوں نہ جیکہ شہادت عثمانؓ سے ان کا نہ کوئی تعلق تھا اور نہ ہی وہ ان کے قاتلوں کو جانتے تھے۔ اور جانتے بھی کیوں کر جبکہ ہزاروں لوگ اس بلوہ میں شریک تھے۔

جب خط و کتابت اور نامہ و پیام سے صلح کی کوئی صورت پیدا نہ ہو سکی تو حضرت

علی المرتضیٰؑ کو مجبوراً میدان جنگ میں نکلنا پڑا اور نوے ہزار فوج لے کر صفین کی طرف روانہ ہوئے۔ ادھر حضرت امیر معاویہؓ بھی اسٹی ہزار کا لشکر لے کر مقابلہ میں تن گئے۔ آخر یکم ذی الحجہ ۳۶ھ کو فریقین میں پہلی چھڑپ ہوئی۔ حضرت علی المرتضیٰؑ نے ایک بار پھر کوشش کی۔ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس بے مقصد جنگ سے باز آجائیں اور میری خلافت و اطاعت کو قبول کر لیں لیکن حضرت علی علیہ السلام کی ہر کوشش پھر ناکام رہی۔

محرم ۳۷ھ کی آخری تاریخ کو حضرت علی المرتضیٰؑ نے اعلان کر دیا کہ کل فیصلہ کن جنگ ہوگی۔ ادھر امیر معاویہؓ نے بھی ایسا ہی اعلان کر دیا۔

صبح ہوتی تو دونوں فوجیں مقابل تھیں۔ پھر تلواریں چمکیں اور لہرائیں۔ تیزے ابھرے اور برسے۔ قتل و غارت اور خون خرابہ ہوا۔ خون کی ندیاں بہہ نکلیں۔ لہو کے دریا ابل پڑے۔ کشتیوں کے پتے لگ گئے۔ میدان کا زار کا ذرہ ذرہ ابھو میں ڈوب گیا۔ ہر طرف فرشتہ موت کی حکمرانی تھی۔ اجل کی زبان پر اور زیادہ۔ اور زیادہ کی آواز تھی۔ تلواروں کی چمک نے رات کی سیاہی کو بھی ضیا بار کر دیا اور ہزاروں کی تعداد میں فریقین کے سپاہی موت کی آغوش میں چلے گئے۔ "یہ ہے اسلام کی روشن تاریخ"۔

یاد رہے کہ یہ جنگ نہ تو اسلام و کفر کی جنگ تھی نہ توحید و شرک کی لڑائی تھی نہ حق و باطل کا معرکہ تھا اور نہ ہی دین و مذہب کے نام پر یہ جہاد تھا۔

البتہ خلافت و ملوکیت کا تصادم ضرور تھا اور وہ بھی فریقین کی طرف سے اختلاف رائے کی بنا پر شروع ہو گیا۔ جس میں دوسرے ہزاروں مسلمانوں کے ساتھ حضرت عثمان بن یاسر اور حضرت اویس قرنی جیسے اسلام کے عظیم فرزند شہید ہو گئے۔ جنگ زوروں پر تھی اور دونوں فوجیں جان توڑ کر لڑ رہی تھیں کہ اسی دوران حضرت علیؑ بارہ ہزار بہادروں کا دستہ لے کر حضرت امیر معاویہؓ کے خیمہ تک پہنچ گئے۔ اور انہیں مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ اسلامی طاقت کو کمزور کرنے سے کیا فائدہ آؤ

ہم اور تم دونوں میدان میں نکل کر مقابلہ کریں جو جیت جائیگا وہی خلیفہ ہوگا۔  
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اس دعوتِ مبارزت کا کوئی جواب نہ دیا حضرت علی المرتضیٰ  
 واپس آگئے اور جنگ کی رفتار آہستہ آہستہ سست ہونے لگی اس لئے کہ شامی لشکر  
 کے پاؤں اکھڑ چکے تھے اور اسے شکست ہونے ہی والی تھی اور حضرت امیر معاویہ  
 میدان چھوڑ کر بھاگنے ہی والے تھے کہ اچانک شامی فوج کی طرف سے قرآن پاک  
 نیزوں پر بلند کر دیتے گئے۔ یہ تدبیر اور یہ چال عمرو بن العاص کی تھی جس سے  
 اتفاق کرتے ہوتے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوج کو حکم دے دیا کہ قرآن پاک  
 کو نیزوں پر اٹھا کر بلند آواز سے پکارو۔ **هَذَا كِتَابُ اللَّهِ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ** کہ ہمارے  
 اور تمہارے درمیان اب اللہ کی کتاب ہی فیصلہ کرے گی۔

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لشکر قرآن کو نیزوں پر لٹکا ہوا دیکھ کر جنگ سے  
 دستبردار ہو گیا اور لشکریوں نے اپنی تلواریں میانوں میں کر لیں۔

اشعت بن قیس جس نے سب سے پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو شام پر چڑھائی کرنے اور  
 حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف جنگ لڑنے کا مشورہ دیا تھا آج صلح و امن کا پیامبر  
 بن کر حضرت علی رضی اللہ عنہ سے کہتا ہے کہ لوگوں نے قرآن پاک کو حکم مان لیا ہے اور لڑائی  
 ختم ہو گئی ہے۔ اب اگر آپ اجازت دیں تو میں حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر  
 ان کا مدعا معلوم کروں؟

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اجازت دے دی۔

چنانچہ اشعت بن قیس نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر پوچھا کہ قرآن  
 پاک کو نیزوں پر بلند کرنے سے آپ کا مقصد کیا ہے؟

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک آدمی ہماری طرف سے اور ایک شخص  
 حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف سے مقرر ہو جاتے۔ جو میرے اور علی رضی اللہ عنہ کے درمیان قرآن پاک کے  
 مطابق فیصلہ کریں اور تمام لوگ اس حکیم کو منظور کر لیں۔

اشعت بن قیس حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کا عندیہ معلوم کرنے کے بعد حکیم حکیم کا نعرہ

لگاتا ہوا حضرت علیؓ کے پاس آیا — اور کہا —

علیؓ — اگر تمہیں خدا کی کتاب کی طرف بلا یا جا رہا ہے تو یہ دعوت تمہیں

قبول کر لینی چاہیے ورنہ ہم تم کو دشمنوں کے حوالے کر دیں گے یا تمہارے ساتھ بھی

وہی کریں گے جو عثمانؓ کے ساتھ کر چکے ہیں — اور اشر بن نضحیٰ کو میدان جنگ سے

واپس بلاو۔ ورنہ تمہیں قتل یا معزول کر دیں گے —

یہ وہی اشر بن نضحیٰ ہے جس نے سب سے پہلے حضرت علیؓ کی بیعت کی تھی اور

ابھی تک لڑ رہا تھا۔ —

آخر کار حضرت امیر معاویہؓ کی طرف سے عمرو بن العاص اور حضرت علیؓ کی طرف

سے ابو موسیٰ اشعری حکم منتخب ہوئے —

لیکن ان ثالثوں نے ابھی تک کوئی فیصلہ نہیں کیا تھا کہ ایک گروہ نے حضرت

علیؓ کو نعوذ باللہ کا فرکہنا شروع کر دیا کہ تحکیم منظور کر کے علیؓ نے کفر کیا ہے۔ گناہ

کیا ہے۔ یہیں سے فتنہ خوارج کی ابتدا ہوتی ہے۔

اور وہ لوگ جو پہلے محبان علیؓ اور شیعان علیؓ تھے۔ وہی اب مخالفین علیؓ اور

دشمنان علیؓ بن گئے۔ —

اور آج کی دنیا کے شیعہ حضرات اور محبان علیؓ دراصل حضرت علی المرتضیٰؓ کا

وہی باغی اور غدار گروہ ہے جس نے جنگ صفین میں حضرت علیؓ کے ساتھ غداری و

بغاوت کی اور شکر علیؓ سے یہ نعرہ لگا کر نکل گیا کہ تحکیم کو تسلیم کر کے علیؓ نے نعوذ باللہ

کفر کیا ہے اور اللہ و رسول کو ٹھکرا دیا ہے۔ —

اور یہی محبان علیؓ اور شیعہ لوگ اب حسبِ علیؓ کا دم بھر کے اور اعلان کر کے

اپنے دامن پر لگے ہوتے غداری و بغاوت کے اس سیاہ داغ کو دھونے کی کوشش

کرتے ہیں لیکن وہ داغ ایسا پکا اور گہرا ہے کہ ان کے تصنع و بناوٹ کے بہائے

ہوئے آنسوؤں سے مٹ نہیں سکتا۔ —

الغرض — فریقین کے دونوں حکم یعنی عمرو بن العاص اور ابو موسیٰ اشعری

نے دو مرتبہ الجندل میں کافی بحث و تہمیں اور تکرار و غور و خوض کے بعد فیصلہ کیا کہ حضرت علیؓ اور حضرت امیر معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت کا انتخاب مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیا جاتے پھر جس پر اتفاق راستے ہو جاتے۔ اسے بلا چون و چرا خلیفہ مان لیا جاتے۔ اس اتفاق راستے کے بعد دونوں حکم اپنا فیصلہ سنانے کیلئے اذرح کے مقام پر آگئے۔

دونوں طرف کے ہزاروں لوگ صرف امت مسلمہ ہی کا نہیں بلکہ اسلام کی قسمت کا فیصلہ سننے کیلئے مسجد میں جمع ہو گئے

ابوموسیٰ اشعری نے عمرو بن العاص سے کہا، اٹھو اور فیصلہ کا اعلان کرو۔ عمرو بن العاص نے جواب دیا کہ آپ مجھ سے علم و فضل اور تدبیر و حکمت میں بڑے ہیں پہلے آپ اٹھیں۔

ابوموسیٰ اشعری کھڑے ہوئے اور حمد و درود کے بعد فرمایا۔ لوگو! میں اور عمرو بن العاص اس معاملہ میں بہت غور و فکر کرنے کے بعد اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ امت مسلمہ کا اتحاد و اتفاق اور دین و اسلام کی عظمت اسی صورت میں قائم رہ سکتی ہے کہ حضرت علیؓ اور حضرت معاویہؓ دونوں کو معزول کر کے خلافت و امامت کا انتخاب مجلس شوریٰ پر چھوڑ دیا جائے۔ اور آپ لوگوں کو اختیار دیتے ہیں کہ متفقہ طور پر آپ جسے چاہیں اپنا خلیفہ بنالیں۔

اور میں علیؓ و معاویہؓ دونوں کو معزول کرنے کا اعلان کرتا ہوں۔ اس کے بعد عمرو بن العاص اٹھے اور حمد و درود کے بعد کہا:-

لوگو! ابوموسیٰ اشعری نے جو کچھ کہا تم نے سن لیا۔ انہوں نے اپنے راہنما و قائد کو معزول کر دیا ہے اور میں بھی اسے معزول کرتا ہوں۔ اور اپنے راہنما و قائد معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں۔

موسیٰ اشعری غصہ میں آگئے اور عمرو بن العاص سے کہا خدا تمہارا بڑا کرے تم نے غداری و گناہ کا ارتکاب کیا ہے۔ اور تمہاری مثال اس کتے کی ہے۔

جس پر حملہ کرو تو بھی زبان لٹکائے رکھے اور چھوڑ دو تو بھی زبان لٹکائے رکھے۔۔  
 عمر بن العاص نے جواب دیا۔ اور تمہاری مثال اس گدھے کی ہے جو اپنی  
 پیٹھ پر کتا بوں کے ڈھیر اٹھائے پھرے۔۔

یہ ہے ان لوگوں کی زبان اور ان مثالوں کا لب و لہجہ جو مسلمانوں کی تقدیر  
 اور امت مسلمہ کی قسمت کا فیصلہ کرنے کیلئے حکم مقرر ہوتے تھے۔  
 اس حکیم کا الٹا اثر یہ ہوا کہ ان خارجیوں کا جو پہلے شیعان علیؑ تھے۔ فتنہ اور  
 بھی زور پکڑ گیا۔ جو حکیم کو ناجائز تصور کرتے تھے اور دوسرا الٹا اثر یہ ہوا کہ امیر  
 معاویہؓ کے ساتھیوں نے انہیں بر ملا اور علی الاعلان امیر المؤمنین کہنا شروع  
 کر دیا۔۔

مقام اذرح کے اس قومی سانحہ کے بعد زید بن البرج اور جبرقوص بن زہیر  
 حضرت علیؑ کے پاس آئے اور کہا۔۔ آپ نے خدا و رسولؐ کے علاوہ کسی  
 انسان کو حکم مان کر غلطی کی ہے۔۔۔ تو بہ کیجئے اور ہمارے ساتھ مل کر شام پر  
 حملہ کرو۔ ورنہ ہم آپ کے خلاف جنگ کریں گے۔۔  
 حضرت علیؑ نے صاف انکار کرتے ہوئے فرمایا کہ میں اب بد عہدی  
 نہیں کر سکتا۔۔

اب خارجی لوگ جو پہلے محبان علیؑ اور شیعان علیؑ تھے۔ بڑی تعداد میں نہروان  
 میں جمع ہو گئے اور انہوں نے عبداللہ بن وہب کے ہاتھ پر بیعت کر کے حضرت علیؑ  
 کے خلاف اعلانیہ طور پر علم بغاوت بلند کر دیا۔۔

حضرت علیؑ نے انہیں سمجھانے کی سر توڑ کوشش کی مگر وہ اپنی ضد پر اڑے  
 رہے اور حضرت علیؑ سے توبہ کا مطالبہ کرتے رہے۔ آخر حضرت علیؑ نے ان خارجیوں

کے خلاف بھی نہروان میں شمشیر حیدری اٹھائی اور انہیں تہس نہس کر دیا

جنگ جمل و جنگ صفین میں مسلمانوں کا جو قتل عام ہوا اور امت مسلمہ جس طرح  
 پارہ پارہ ہوئی اور عظمت اسلام کو جو نقصان پہنچا اور اسلام کی روح جمہوریت اور

مسادات محمدی جس طرح مجروح ہوئی اس تمام روتداد اور اس غیر معقول روش پر اگر گہری نظر سے مطالعہ کیا جاتے۔ تو اس کا سبب ایک ہی دکھائی دے گا یعنی — قصاص عثمان کا مطالبہ —

مگر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ قصاص عثمانؓ کے مطالبہ میں جو لوگ پیش پیش تھے کیا حالات سدھر جانے کے بعد انہوں نے حضرت عثمانؓ کے قاتلوں سے باز پرس کی۔ انہیں کوئی سزا دی اور انہیں کیفرِ کردار تک پہنچایا؟

تو اسلام کی پوری تاریخ اور کسی روایت میں اس کا کہیں بھی نام و نشان تک نہیں ملتا — بلکہ حضرت امیر معاویہؓ نے تو مدینہ جا کر اور حضرت عثمان غنیؓ کی صاحبزادی حضرت عائشہؓ کی آہ و بکا سن کر یہ کہہ دیا تھا کہ بھتیجی اب باپ کے غم کو بھول جاؤ۔ لوگوں نے ہماری اطاعت قبول کر لی ہے۔ اب بہتر ہے کہ تم فسادیوں کے ہاتھوں کھلونا بننے سے محفوظ رہو —

مصر شام اور مغربی علاقہ حضرت امیر معاویہؓ کے قبضہ میں آ گیا۔ اور حجاز عراق اور مشرق کا سارا علاقہ حضرت علیؓ کے حصہ میں آیا اور روز بروز کی افراتفری بد نظمی اور خونریزی سے تنگ آ کر دونوں نے سلسلہ میں صلح کر لی —

جنگ نہروان میں خارجیوں کی ذلت آمیز سپائی اور عبرت ناک شکست کے بعد ان کی نسل پر گویا جھاڑو پھر گیا تھا۔ اور ان کے صرف نو آدمی جان بچا کر بھاگ نکلے تھے —

انہوں نے اپنی شکست اور بدنامی کا بدلہ لینے کے لئے یہ منصوبہ تیار کیا اسلام کے تینوں سرداروں کو قتل کر کے انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کریں۔ چنانچہ طے پایا کہ عبدالرحمن بن بلعم، حضرت علیؓ کو۔ برک بن عبداللہ حضرت امیر معاویہؓ کو اور عمرو بن العاص والی مصر کو ایک ہی دن اور ایک ہی وقت قتل کر ڈالیں —

امیر معاویہؓ اوچھے وار کے باعث پہنچ گئے اور دشمن کو قتل کر دیا گیا



عمر بن العاص بیماری کے باعث مسجد میں نہ آتے تھے۔ اس لئے ان کی بجائے خارجہ بن حبیبہ شہید ہو گئے۔

حضرت علیؓ پر بھرپور وار ہوا۔ اور وہ زخموں کی تاب نہ لا کر جاں بحق ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ ہ

اور اس طرح جس کو دیکھنا عبادت تھا — جو قرآن کے ساتھ تھا جس کی محبت ایمان اور جس کا بغض کفر ہے — جو نبیؐ کی تدبیر اور خدا کی تقدیر تھا — حسنؓ و حسینؓ کا والد اور خاتونِ جنتؓ کا خاوند تھا اور جو ذوالفقار حیدری کا مالک — کوثر کا قاسم اور نبی اکرم علیہ السلام کا محبوب تھا اور جو خانہ کعبہ میں پیدا ہوا تھا۔ مسجد میں شہید کر دیا گیا۔

کے را میسر نہ شدہ این سعادت  
بکعبہ ولادت، بمسجد شہادت

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

## خاتمہ

میں نے آج سے پندرہ سال قبل تالیف و تصنیف کا جو پندرہ سالہ منصوبہ بنایا تھا۔ اس کے پیش نظر یہ کتاب مقامات صحابہ رضی اللہ عنہم مکتبہ رشد و ہدایت کی ایک پیش کش ہے۔

اس سے پہلے اسی منصوبہ کے تحت مقامات نبوت۔ مقامات اولیاء خاک کربلا۔ اللہ کے شیر۔ کفریزید اور نجم سحر لکھی جا چکی ہیں۔ جو اللہ کے فضل و کرم اور مرشد لائق کا صدقہ مقبول عام کا درجہ حاصل کر چکی ہیں۔ جن کے کئی کئی ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں اور اب عنقریب پھر تمام کی تمام چھپ کر بازار میں آجائیں گی۔ اور ان کے ساتھ ہی ایک اور کتاب المعراج کے نام سے بھی زیر کتابت ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مقامات صحابہ رضی اللہ عنہم لکھ کر میں قلبی راحت محسوس کر رہا ہوں۔ اور انتہائی خوشی و مسرت کا سمندر میرے دل میں ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔

آخر میں قارئین کرام سے درود مندانہ درخواست کرتا ہوں کہ میرے حق میں دعائے خیر کریں۔

وَمَا عَلَيْنَا إِلَّا الْبَلَاغُ الْمُبِينُ

نیاز مند :-

صاحبزادہ سید افتخار الحسن

شہزادہ منزل، طارق آباد، فیصل آباد



صاحبزادہ سید القاسم علی شاہ صاحب مدظلہ العالی

کی دیگر تصانیف

مقالات صحابہ

مقالات نبوت

گفرینہ

مقالات اولیا

المعراج

اللہ کے شہر

زندگی

ماہ کنعان

نسبت باجمعت

گستاخ رسول کی سزا

مکتبہ نوریہ رضویہ گلبرگ آف فیصل آباد

041-2626046